یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پا کستان

Presented by Ziaraat.com

۷۸۶

۹۲_۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Presented by Ziaraat.com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

امام حسین علیہ السلام

ایک عیسائی محقق کی نظر میں

الامام الحسین فی الفکر المسیحی کا اردو ترجمہ

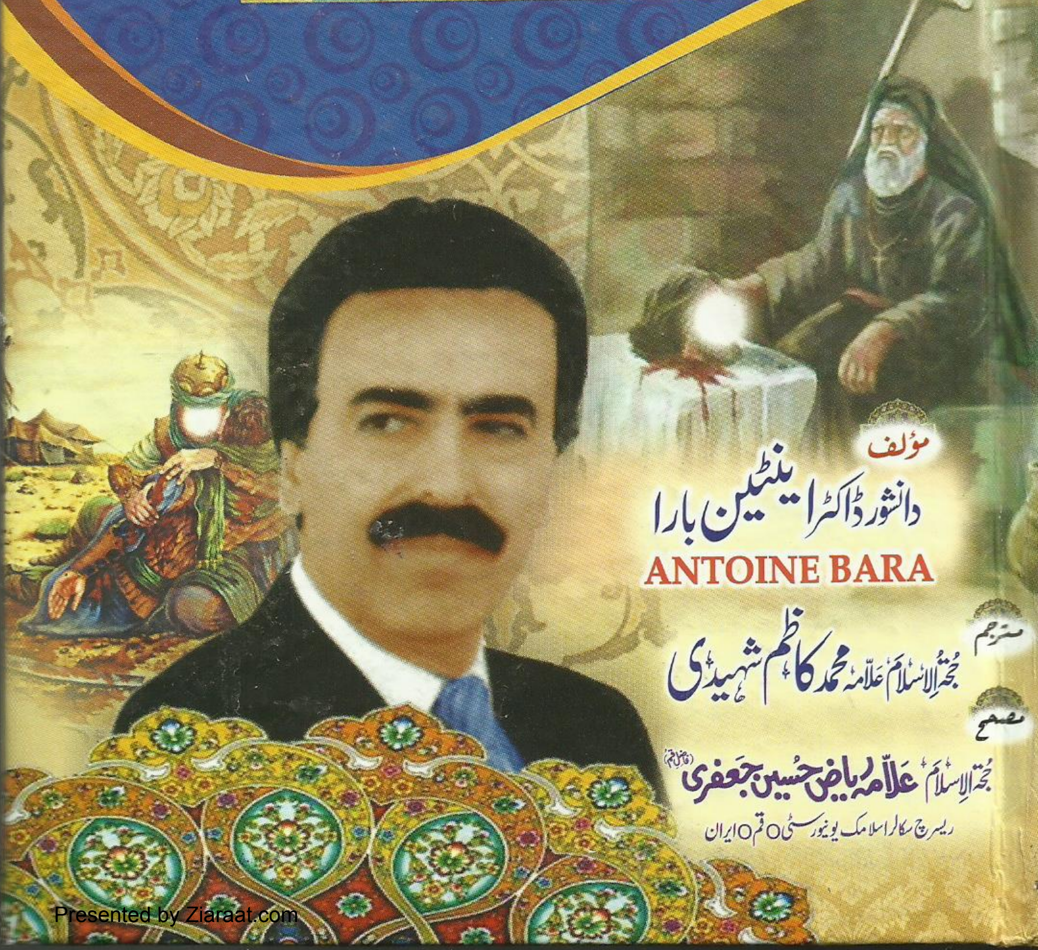

مؤلف

دانشور ڈاکٹر انیٹین بارا

ANTOINE BARA

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ محمد کاظم شہیدی

مصحح

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری (فاضل قم)

ریسرچ سکالر اسلامک یونیورسٹی ○ قم ○ ایران

Presented by Ziaraat.com

امام حسین علیہ السلام

ایک عیسائی کی نظر میں

مؤلف

دانشور محترم انٹن بارا

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ

محمد کاظم مشہدی

مصحح

حجۃ الاسلام علامہ

ریاض حسین جعفری دام ظلہ

مدرس عالمی اسلامک یونیورسٹی ٥ قم ٥ ایران

ادارہ منہاج الصالحین ٥ لاہور

الحمد مارکیٹ فرسٹ فلور دکان نمبر 20 غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

Presented by Ziaraat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

کتاب : امام حسینؑ ایک عیسائی کی نظر میں

مؤلف : دانشور محترم انٹن بارا

مترجم : حجۃ الاسلام علامہ محمد کاظم مشہدی

پروف ریڈنگ : اسد علی ڈار، چودھری محمد عمران جٹ منیس

فنی تعاون : زہرا بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری

تعداد : 1000

اشاعت : 2018ء

ہدیہ : 500 روپے

ادارہ منہاج الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فرسٹ فلور دکان نمبر 20 غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

Presented by Ziaraat.com

امام حسین علیہ السلام

(ایک عیسائی محقق کی نظر میں)

Presented by Ziaraat.com

انتساب

ذاتِ احدیت کے نزدیک

اس کتاب کا اگر کوئی اجر و ثواب ہے

تو میں وہ ہدیہ کرتا ہوں اپنے والدین مرحومین کو

جنہوں نے میری تعلیم و تربیت میں بے حد مشکلات جھیلیں

دعا گو ہوں کہ خدا اُن کے درجات بلند فرمائے اور

اُن کی کمزوریوں سے درگزر فرمائے۔

(آمین بحق آلِ یٰسین)

التماس سورۂ فاتحہ و اخلاص

Presented by Ziaraat.com

ترتیب

- انتساب 4
- حسین سب کا (عرض ناشر) 10
- حسین چراغ ہدایت اور کشتی نجات ہیں 14
- علمائے أعلام اور بزرگان دین کا ایک عیسائی محقق کو ہدیہ تبریک پیش کرنا 19
- امام حسین علیہ السلام ایک سنی کی نگاہ میں 20
- أستاد کرم فضل 20
- أستاد ابراہیم عبدالموجود 21
- صوت الخلیج بحرین 21
- استاد عبداللہ شحی 22
- أستاد علی زراقی 22
- کشیش جناب ڈاکٹر برعلاوس 23
- عبدالرسول فراتی 23
- آزاد اردو دہلی روزنامہ کیہان 24
- الامام الکاظم ٹی وی چینل 24
- أستاد جناب احمد مطر صاحب 25
- مقدمہ 26
- دنیا قیامِ حسینی کے بارے میں کیا سوچتی ہے؟ 27

Presented by Ziaraat.com

فصلِ اول

- مصنف کا مقدمہ 33
- انجیل کے قلمی نسخے 45
- انجیل میں پیغمبرِ اسلام کا نام 49
- اسلام اور مسیحیت میں مشابہت 52
- مسئلہ تثلیث 58
- انداز تحریر 63

فصلِ دوم

- قیامِ امام حسین علیہ السلام کا سبب؟ 65
- شہادتِ امام حسینؑ ایک مسیحی کے نزدیک 77
- حضرت امام حسینؑ اور حضرت عیسیٰ مسیحؑ میں شباہتیں 82
- وہ مسیحی شہداء جو امام حسینؑ کی خاطر قتل کیے گئے 100
- محبتِ حسینؑ میں قتل ہونے والا ایک مسیحی 101
- امام حسینؑ نے اپنے مقام شہادت کی خبر دی 117
- اختلافِ شہادت کا راز 131
- شہادتِ امامؑ کے معجزات 138
- خاندانِ نبوتؐ کی پروردہ 146
- وجدانی معجزہ 153
- فوری جواب 155
- اُصولِ علیؑ کی وارث عابدۂ آلِ محمدؐ 161

Presented by Ziaraat.com

- امام سجاد علیہ السلام کا آتشین خطبہ 164
- درباری ملاؤں کا مضحکہ خیز نظریہ 168
- شہادت کے اجتماعی معجزات 171
- اَخلاق سرچشمۂ انقلاب 176
- اُصول واَخلاق کا موازنہ 179
- قیام مدینہ 221
- مختار ثقفیؒ کا قیام 224
- مطرف بن مغیرہ کا قیام 226
- قیام ابن اشعث 226
- زیدؒ بن علیؑ بن حسین کا قیام 226
- نہضت حسینیؑ کے پوشیدہ عوامل 243
- بنیادی اختلاف 244
- علی بن ابی طالب علیہ السلام کی حکومت 247
- اَمیر شام کا علیؑ کے شیعوں سے انتقام 250
- تحریک دین کا آغاز 253
- امام حسین علیہ السلام اور معاویہ کی خط وکتابت 262
- امام حسین علیہ السلام اور امیر شام کے خطوط کا تجزیہ 271
- یزید کی ولی عہدی کے لیے 277
- معاویہ کے مکارانہ اقدامات 277
- یزید کا دورِ حکومت 283

Presented by Ziaraat.com

فصل سوم

- بسوئے مکہ 296
- کوفہ کی طرف روانگی 302
- لشکرِ حسینی علیہ السلام کربلا میں 313
- آخری لمحات کی چند دلنشین باتیں 317
- شہادتِ امام حسین علیہ السلام 322
- اہل بیتؑ میدانِ جنگ میں 326
- شہزادہ جنت میدانِ جہاد میں 327
- سالارِ شہیداں کے متعلق شاعر کا کلام 337

فصل چہارم

- جزیرۃ العرب کی اُموی حکومت کا خاتمہ 340
- ابن تیمیہ کی یاوہ گوئی 343
- ابن تیمیہ کو جواب باصواب (از طرف مترجم) 344
- ایک باطل نظریے کی تردید 347
- حقیقت حال 348
- یزید روایات کے آئینے میں 351
- یزید پلید کی خباثتیں 353
- حضرت امام حسین علیہ السلام کی بشارت 358
- دینے والے انبیاء علیہم السلام 358
- امام حسین علیہ السلام منادی حق وہدایت 361

Presented by Ziaraat.com

- کربلا، سرزمین مقدس 364
- امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک 366

فصل پنجم

- ثنائے دوجہاں 369
- پشیمان شاعر 371
- دعبل خزاعی 373
- باغی اُمیان شاعران حسینی کا دور 379
- فضائل و افتخارات امام حسین علیہ السلام 391
- سب سے زیادہ مظلوم 392
- گلستان نبوت کا پھول 393

Presented by Ziaraat.com

حسینؑ سب کا

(عرضِ ناشر)

زیرِ نظر کتاب ایک عیسائی محقق دانش وَر، ڈاکٹر، صحافی اور سیاست دان جناب انطون بارا کی عربی زبان میں کتاب اَلْاِمَامُ الْحُسَیْنُ فِی الْفِکْرِ الْمَسِیْحِیْ کا اُردو ترجمہ ہے۔ مولف محترم کا عیسائی مکتبۂ فکر سے تعلق ہے۔ آپ لبنان کے رہنے والے ہیں۔ آپ کی قومی و مادری زبان عربی ہے، اس لیے آپ نے اپنی قومی زبان میں ہی حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے یار و انصار اور اصحابِ باوفا کو ہدیۂ تبریک پیش کیا ہے۔

مولف محترم نے ایک دل کش اور جالب انداز و اُسلوب اپنایا ہے۔ آپ نے بارگاہِ حسینیؑ میں ہدیۂ تحقیق پیش کرنے میں ایک انوکھی روش اپنائی ہے۔ آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب و آلام کا تقابل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کروانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ آپ نے اپنی تحقیق سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام عالی مقامؑ کی لازوال قربانی کی مثال نہیں ملتی۔ آپؑ نے اپنے نانا کے دین کی سربلندی کے لیے کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کیا بلکہ آپؑ نے اپنے اعلیٰ مقاصد اور عظیم اَہداف کی آبیاری کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

Presented by Ziaraat.com

دانش ور محترم نے امامؑ کی شہادت کو ایک مکتبہ فکر سے تعبیر کیا ہے جو جذبوں، اُمنگوں اور شہادتوں کا مکتب ہے۔ وہ راہِ خدا میں سب کچھ لٹانے کا مکتب ہے۔ مؤلف نے کیا خوب صورت تجزیہ کیا ہے کہ جب دینِ اسلام کا منبرِ رسولؐ پر (جانشینِ رسولؐ بن کر) کھلے بندوں مذاق اُڑایا جا رہا تھا اور انسانیت کی تذلیل کی جا رہی تھی، حلالِ محمدؐ کو حرام کیا جا رہا تھا، اور حرامِ محمدؐ کو حلال کیا جا رہا تھا، وحی و نبوت کا انکار کیا جا رہا تھا تو اس وقت حسینؑ ابن علیؑ نے وقت کے طاغوت اور شیطانی ہتھکنڈوں کے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ امامؑ نے اپنی لازوال قربانی دے کر شیطانی ہتھکنڈوں کو خاک میں ملا دیا۔

مؤلف نے اس نکتہ پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ امامؑ کے علاوہ بھی تو اسلام کے دعویدار موجود تھے آخر انھوں نے جہاد و دفاع کیوں نہ کیا؟ اپنی اولاد و ذریت کو دین پر قربان کیوں نہ کیا؟ دین کے اَحیا اور سربلندی کے لیے مشکلات اور مصائب و آلام کا مقابلہ کیوں نہ کیا؟ پھر ان سوالات کے جالب جوابات دیئے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک عیسائی محقق نے امام عالی مقام کی ذاتِ والا صفات کو موضوعِ بحث کیوں بنایا ہے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے شہادت دے کر اُمت کے اندر جذبۂ حریت پیدا کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے ہر زمان و مکان کے یزیدی گماشتوں اور طاغوتی طاقتوں کو للکارا ہے۔ امام علیہ السلام نے ہر رنگ و نسل اور مذہب و ملت کے عظیم سپوتوں کے لیے سنہری اُصول رقم کیے ہیں۔ امام علیہ السلام نے انسانیت کو عزت سے زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سکھایا ہے۔ امام علیہ السلام نے لوگوں کو یہ درس دیا ہے کہ عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔ اس لیے ہر قوم و قبیلہ اور نظریہ و مذہب کے لوگ آپؑ کے آستانہ عالیہ پر آداب بجالاتے ہیں۔ ہر صاحبِ عزت و وقار آپؑ کے مکتب سے استفادہ کرتا ہے، اس لیے کہ

Presented by Ziaraat.com

حسینؑ سب کا ہے۔

حسینؑ کسی خاص مکتبہ فکر والوں کا نہیں ہے۔ حسینؑ سب کا ہے۔ انطون بارا نے ایک نئی بحث کھولی ہے۔ آپ دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں کہ امام حسینؑ علیہ السلام نے اصولوں کی پاسداری کی ہے۔ حسینؑ اصولوں پر مرمٹنے کا نام ہے۔ آپؑ اپنے اہداف و مقاصد کی آبیاری کے لیے آگے بڑھتے رہے۔ حسینؑ ظالموں، آمروں سے ٹکرانا چاہتے تھے۔ آپؑ انسانیت کی آزادی کا پرچم بلند ہوتے دیکھنا چاہتے تھے۔

مؤلف فرماتے ہیں: وہ لوگ جو اسلام کو قبول نہیں کرتے وہ بھی امام حسینؑ کے دل دادہ ہیں، امامؑ کے شیدائی ہیں۔ حسینؑ حق کا نمائندہ ہے، لہٰذا حق کا متلاشی ہر کوئی ہوتا ہے، اس کا تعلق جس بھی مکتبہ فکر سے ہو۔ آپ مسیحیت کے وہ عظیم سپوت ہیں جنہوں نے حسینؑ پروانوں میں اپنا نام درج کروایا ہے۔ آپ لشکر حسینیتؑ کے علم بردار ہیں۔ ان شاء اللہ آپ کو پروردگار عالم امام حسین علیہ السلام کی اماں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے صدقے میں اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اس عظیم کتاب کا اُردو میں ترجمہ ہمارے رفیق اور کلاس فیلو حضرت علامہ محمد کاظم شہیدی (دام ظلہ) نے جانفشانی اور عرق ریزی سے کیا ہے۔ ہم نے بھی اس ترجمہ کی اصلاح و تہذیب کے لیے شب و روز کام کیا ہے۔

اس کتاب کو اُردو کے قالب میں ڈھالنے کی وجہ یہی ہے کہ ایک عیسائی محقق نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو منفرد انداز و اسلوب میں ہدیہ تبرک پیش کیا ہے۔ ایک عیسائی نے خاندان عصمت و طہارت سے والہانہ محبت و مودت کا اظہار کیا ہے۔ یہ میری قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو بطور تبرک گھر گھر پہنچائیں، ان شاء اللہ حسینؑ کی پاک ماں تمہیں دنیا و آخرت میں جزائے کثیر عطا فرمائے گی۔

Presented by Ziaraat.com

دُعا ہے کہ پروردگار عالم شہیدی صاحب کے اس جذبہ کو جاری وساری رکھے اور ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ ہمارے والدین مرحومین کے گناہوں کو معاف فرمائے، اور اُن کو سیدہ زہراؑ کا قرب نصیب فرمائے اور ہمیں دین کی سربلندی کے لیے مزید خدمت کرنے کی توفیق فرمائے۔ آمین!

والسلام مع الاکرام

طالبِ دُعا!

ریاض حسین جعفری فاضل قم

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین لاہور

Presented by Ziaraat.com

حسینؑ چراغِ ہدایت اور کشتیٔ نجات ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على محمد رحمة للعالمين وعلى آله الطيبين الطاهرين ۔ اما بعد!

فقد قال رسول الله: اِنَّ الْحُسَيْنَ مِصبَاحُ الْهُدٰى وَسَفِيْنَةُ النَّجَاةِ

"امام حسین علیہ السلام کی ذات والا صفات کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبانِ وحی ترجمان سے "چراغِ ہدایت اور کشتیٔ نجات" قرار دیا ہے"۔

حدیث کے لفظ عام ہیں۔ ان میں کوئی تخصیص نہیں پائی جاتی کہ حسینؑ فلاں طبقے کے لیے چراغِ ہدایت ہیں اور فلاں کے لیے نہیں۔ عمومیتِ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ حسینؑ اولیاء اوصیاء اور اصحاب کے لیے بلکہ پوری بشریت کے لیے چراغِ ہدایت ہیں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"حسینؑ کشتیٔ نجات ہیں۔"

یعنی نجات صرف ان لوگوں کی ہوگی جو حسینؑ بن علیؑ کا دامن مضبوطی سے تھام لیں گے اور اُن کی ذات والا صفات کے ساتھ تمسک رکھیں گے۔ اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو ہلاکت ان کے مقدر میں لکھی جائے گی۔

حضرت علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

Presented by Ziaraat.com

اسلام کے دامن میں بس دو ہی تو چیزیں ہیں
اک ضربِ یداللّٰہی اِک سجدۂ شبیریؑ

پس اگر علیؑ کی ذوالفقار نہ ہوتی تو اسلام نہ بچتا اور اگر سجدۂ شبیرؑ نہ ہوتا تب بھی اسلام نہ بچتا۔

بیدار تو ہو لینے دو ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

سچ ہے کہ اس دور میں صرف مسلمان نہیں بلکہ ہر قوم کہتی ہے:

"ہمارے ہیں حسینؑ"

قارئین کرام! کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ اس شعر کی عملی تفسیر ہے کہ ایک عیسائی محقق نے حسینؑ ابن علیؑ پر ایسی معرکتہ الآراء کتاب لکھی ہے جس نے اسلامی دنیا میں تہلکہ مچادیا ہے اور مسلم محققین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

اس کتاب کے مصنف جناب انطون بارا لبنان کے ایک عرب عیسائی ہیں، جن کا تعلق صحافت کے شعبے سے ہے۔ انھوں نے اس کتاب میں شخصیتِ امام حسینؑ اور قیامِ امام حسینؑ پر ایسے تجزیے پیش کیے ہیں جنھیں پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ ایک عیسائی کو نواسۂ رسولؐ جگر گوشہ بتولؑ کے ساتھ ایسا عشق ہوا کہ اس نے امام عالی مقام کی ذات والا صفات پر ایک ضخیم کتاب لکھ دی۔

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں شخصیتِ امام حسینؑ اور یزید کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اور امام حسین علیہ السلام کے والد بزرگوار اور یزید پلید کے باپ کی زندگی کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اور خاندانِ امام حسینؑ اور خاندانِ یزید کا موازنہ کیا گیا ہے۔

اس عیسائی محقق نے عشقِ حسینؑ میں ڈوب کر مسلمانوں کے ضمیر کو جھنجوڑتے ہوئے کہا:

"اے مسلمانو! اگر ایک عیسائی کو فرزند رسولؐ سے اتنی محبت ہے تو

Presented by Ziaraat.com

مسلمانوں کو کتنی ہمت ہونی چاہیے؟"

مصنف بزرگوار مزید کہتے ہیں:

"مسیحیت نے تاریخ میں فرزندِ رسولؐ پر بڑی قربانیاں دی ہیں، جس کا آغاز اس وقت ہوا جب رسول ﷺ کے فرزند اور شہزادے کو قتل کر کے مسلمان خوشیاں منا رہے تھے تو ایک عیسائی سفیر روم یزید کے بھرے دربار میں حسینؑ زندہ باد یزید مُردہ باد کا نعرہ لگا کے امام عالی مقامؑ پر اپنی جان قربان کر رہا تھا"۔

مصنف محترم نے دعویٰ کیا ہے کہ ہم تمام مسیحی حسینی ہیں اور حسینؑ بن علیؑ ہمارے امام ہیں اور اس بات کو بڑے مدلل انداز میں انھوں نے ثابت کیا ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں اَلْإِمَامُ الْحُسَيْنُ فِي الْفِكْرِ الْمَسِيْحِيّ کے عنوان سے لکھی گئی ہے۔ پھر ایران میں اس کا فارسی میں ترجمہ ہوا جو "امام حسینؑ در نگاہ یک مسیحی" کے عنوان سے چھپ کر منظرِ عام پر آئی ہے۔

اُردو زبان میں ترجمہ کی سعادت ہمیں حاصل ہوئی ہے اور ہم نے اس کا نام تجویز کیا ہے: "امام حسینؑ ایک عیسائی محقق کی نظر میں"۔

یہ کوئی عصر کا وقت تھا جب موبائل کی گھنٹی بجی۔ کال اٹینڈ کی تو حجۃ الاسلام جناب مولانا ریاض حسین جعفری بول رہے ہیں۔ سلام علیکی اور حال اَحوال کے بعد کچھ طالب علمی دور کے تذکرے ہوئے کیونکہ ہم پاکستان کے ایک معروف مدرسہ جامعۃ المنتظر میں کلاس فیلو رہ چکے ہیں۔ تبادلۂ خیالات کے بعد جعفری صاحب نے ہمیں اس کتاب کے ترجمہ کی دعوت دی جو ہم نے قبول تو کر لی لیکن اس کشمکش میں تھے کہ نہ معلوم کتاب مستند ہے یا نہیں؟ مصنف کا تحقیقاتی دنیا سے تعلق ہے یا نہیں؟ موضوع اور عنوان کے

Presented by Ziaraat.com

لحاظ سے کتاب دلچسپ ہے یا نہیں؟ خلاصہ یہ کہ بے شمار سوالات ذہن میں ابھرے لیکن جب کتاب ہم تک پہنچی اور ہم نے کتاب کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کتاب اتنی مستند ہے کہ اس کی ہر بات معتبر حوالہ کے ساتھ تحریر کی گئی ہے اور مصنف کو فریقین کے منابع پر مکمل دست رس حاصل ہے اور ایک کتاب میں فقط تاریخ کربلا کے واقعات کو نہیں دہرایا گیا بلکہ تاریخ کربلا کے حالات وواقعات کے فلسفیانہ تجزیے کیے گئے ہیں۔ ہم گہرے مطالعہ کے بعد اس نتیجے تک پہنچے کہ یہ کتاب موضوع کے اعتبار سے واقعاً اپنی مثال آپ ہے کیونکہ مصنف نے اس میں ایسے بے لاگ اور بے مثال تجزیے کیے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر ایک بار انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس دور کے خواص نے یزید جیسے پلید انسان کی بیعت کیوں کی اور امام حسینؑ جیسے پاک ترین انسان کا ساتھ کیوں چھوڑا؟

ادارہ منہاج الصالحین لاہور محتاج تعارف نہیں ہے کہ میں اس کا تعارف کراؤں، کیونکہ شاید ہی کوئی ایسا شیعہ گھر ہو جس میں اس ادارہ کی کتاب موجود نہ ہو۔ مختلف اہم ترین موضوعات پر بے شمار کتابیں اس ادارہ نے چھاپ کر گھر گھر پہنچائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کتاب ہے کہ جس میں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق مسیحیت کے نقطہ نگاہ کو واضح کیا گیا ہے۔

اگر کوئی مسلمان اس کتاب کا مطالعہ کرے تو اسے امامؑ مظلوم کی شخصیت اور امامؑ کے فلسفہ انقلاب کو سمجھنے میں آسانی ہوگی کیونکہ مصنف کا تعلق کسی اسلامی فرقہ سے نہیں ہے کہ جس نے فرقہ وارانہ تعصب میں آکر بات کی ہو بلکہ مصنف ایک غیر مسلم محقق ہے جس میں فرقہ وارانہ تعصب کا امکان ہی نہیں پایا جاتا۔ بنا برایں! غیر مسلم محقق کی یہ کتاب دراصل اتمام حجت ہے مسلمانوں پر کہ ذرا غور کریں کہ حق و باطل کے اس معرکہ میں کون حق پر تھا اور کون باطل پر؟

Presented by Ziaraat.com

میں آخر میں دعا گو ہوں ادارہ منہاج الصالحین اور اس کے مہتمم جناب مولانا ریاض حسین جعفری صاحب کے لیے کہ خداوند جل آپ کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے اور سر بسجود ہو کے شکر ادا کرتے ہیں ذات کبریا کا کہ جس کے لطف و کرم سے اس کتاب کے ترجمہ کی توفیق حاصل ہوئی۔

اَلسَّلَامُ عَلَی الْحُسَیْنِ وَعَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ
وَعَلٰی اَوْلَادِ الْحُسَیْنِ وَعَلٰی اَصْحَابِ الْحُسَیْنِ
وَاللَّعْنَۃُ الدَّائِمَۃُ عَلٰی اَعْدَاءِ الْحُسَیْنِ

والسلام علیکم
محمد کاظم شہیدی
لاہور

Presented by Ziaraat.com

علمائے اعلام اور بزرگانِ دین کا
ایک عیسائی محقق کو ہدیۂ تبریک پیش کرنا

حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد حسینی شیرازیؒ

"وہ لوگ جو راہِ خدا میں مارے جائیں، انھیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں وہ اپنے پروردگار کے پاس رزق کھاتے ہیں"۔

بنابر ایں حضرت امام حسین علیہ السلام خداوند متعال کے نزدیک اور لوگوں کے دلوں میں اور اُن کے احساسات و افکار میں مجالس و محافل میں زندہ تھے، زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ ہر زندہ ضمیر اور بیدار دل انسان اس چشمۂ حیات سے اپنے آپ کو سیراب کرتا رہے گا۔ اسی چشمۂ حیات سے سیراب ہونے والے ایک شخص اسی کتاب کے مصنف جناب "انطون بارا" ہیں۔ میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور کتب کی دنیا میں اس کتاب کے جدید اُسلوب اور حالاتِ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام پر کیے گئے تجزیوں و تبصروں نے مجھے اس پر فریفتہ کر دیا ہے۔

حضرت آیت اللہ سید محمد بحر العلومؒ

حضرت آیت اللہ سید محمد بحر العلوم عراقی شیعہ قوم کی ترجمان سیاسی جماعت "مجلس اعلیٰ انقلاب اسلامی عراق" کے سپیکر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: اگر کل جناب اُستاد جارج جرداق مسیحی نے مولا علی علیہ السلام جیسے عظیم انسان پر کتاب لکھ کر عیسائیت اور اسلام کے درمیان موجود روابط کو مزید مستحکم کر دیا تھا تو آج معروف مصنف و ادیب جناب انطون بارا نے

Presented by Ziaraat.com

میدانِ تحقیق میں اُتر کر انقلاب حسینیؑ کے متعلق عیسائیت کا نقطۂ نظر واضح کر دیا ہے۔ جس پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔ اور ہزار بار شکر گزار ہوں۔ مصنف سمیت اُن تمام افراد کا جنھوں نے اسلام و عیسائیت کے درمیان محبت و اُلفت پیدا کی اور ان کے رابطوں کو مضبوط و مستحکم کر دیا۔ جب میں اس کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا تو مجھ پر کیف و سرور کی کیفیت طاری تھی اور دعا کر رہا تھا کہ خداوند متعال مصنف کو تمام خیرات و برکات عطا فرمائے اور ہمیں ان کی اس کاوش سے کامل استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام حسین علیہ السلام ایک مسیحی کی نگاہ میں

یہ ایک ایسی بے مثال کتاب ہے جس میں قیامِ امام حسینؑ کے متعلق عیسائی اہلِ کتاب کے نظریات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ مصنف بزرگوار ایک عرب عیسائی ہیں۔ یہ کتاب ،موضوع اور اُسلوبِ تحریر کے اعتبار سے ایک نایاب چیز ہے کہ جو مصنف کی غیر معمولی کاوش کا نتیجہ ہے۔ مصنف نے اپنے نظریات صاف شفاف انداز میں پیش کیے ہیں۔ آپ ایک ایسے پختہ فکر محقق ہیں جنھوں نے انقلاب کربلا کا تاریخی اور اعتقادی تجزیہ کیا ہے۔ اس بے مثال کتاب کے مطالب اہلِ مطالعہ کے افکار کو اتنا زیادہ متاثر کرتے ہیں کہ پڑھنے والا اپنے اندر انقلاب کی سی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ آپ کے تجزیے و تبصرے بے مثال ہیں۔ آپ کی تحریر بے مثال ہے۔ آپ کی تحقیق استنباط پر مبنی ہے۔ یہ تمام خصوصیات ایسی ہیں کہ جن کے بغیر کوئی کتاب کبھی مرتبۂ کمال تک نہیں پہنچ سکتی۔

اُستادِ کرم فتصل

ایک دور میں علامہ شیخ عبداللہ علائلی نے کتاب الامام الحسین لکھی جس میں شخصیت اور قیامِ امام حسینؑ کے متعلق بڑے عظیم مطالب درج کیے تھے کہ جن کا میں نے مطالعہ کیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ گویا مجھے اپنا گمشدہ خزانہ مل گیا ہو۔ اس کتاب کے

Presented by Ziaraat.com

بعد آج تک کوئی کتاب میری تشنگی نہ بجھا سکی لیکن جب میں نے معروف ادیب اور صحافی جناب انطون بارا کی کتاب دیکھی تو اس سے فکر کے دریچے مزید کھل گئے۔ موصوف نے قرآن، عصمتِ اہل بیتؑ اور تاریخ کو سامنے رکھ کر تحریکِ کربلا اور شخصیت امام حسین علیہ السلام کے متعلق بے مثال تجزیے پیش کیے ہیں۔

میں نے قریب سے دیکھا تو اس کتاب کی سطروں میں مجھے قوسِ قزح کے مختلف حسین رنگ نظر آئے۔ ہر سطر سے مشک وعنبر کی خوشبو آئی۔ ہر تارِ سطر سے پُر ترنم نغمے کی صدا آئی۔

اُستاد ابراہیم عبدالموجود

ہم تحریکِ کربلا اور قیامِ حسینیؑ کے متعلق اس سے پہلے عیسائی محققین کی کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں لیکن امام حسین علیہ السلام کی ذات اور شخصیت پر عربی زبان میں لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ جناب انطون بارا نے اپنی کتاب الامام الحسین فی الفکر المسیحی میں امام حسین علیہ السلام کی ذات اور صفات پر بہت کچھ لکھا ہے کہ جو ان کے محکم ایمان کی دلیل ہے۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں اور ساتھ ہی ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ کی اس کاوش کا مدتوں سے انتظار کر رہے تھے۔

صوت الخلیج میگزین

جناب انطون بارا نے ایک عرب عیسائی ہو کر جو کتاب لکھی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ چونکہ مصنف نے عالم اسلام کی عظیم شخصیت پر جدید انداز میں کتاب لکھی ہے۔ اس لیے علمی حلقوں میں اس پر بہت سارے سوالات اُٹھے ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا، کیونکہ بزرگانِ اسلام میں سے حضرت امام حسین علیہ السلام جیسی عظیم ہستی پر ایک مسیحی مصنف نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ کوئی مسلمان مصنف بھی پیش نہ کر سکا اور ایسا ہونا بھی

Presented by Ziaraat.com

چاہیے تھا، کیونکہ موضوع بہت وسیع اور حساس ہے۔

جناب عبداللہ علائلی کی کتاب الامام الحسینؑ کے بعد میں نے کوئی کتاب نہیں دیکھی، جس میں ایسے شائستہ قلم سے جدید اسلوب پر مبنی تجزیہ پیش کیے گئے ہوں۔

استاد عبداللہ شحی

مفکرین اور زندہ ضمیر انسانوں کے لیے مولا امام حسین علیہ السلام کا قیام سرچشمۂ الہام رہا ہے کہ جس سے اُنھوں نے انسانی اخلاق کے ختم نہ ہونے والے خزانے دریافت کیے۔ جناب محترم انطون بارا کی کتاب ایسی لطیف و دلچسپ ہے جس میں قیام حسینی کا مکمل تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی مختلف فصلوں پر جب نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ اس کتاب کے مطالب جدید ہیں۔ ایسے مطالب کہ جنھیں حاصل کرنے کے لیے لوگوں میں بہت تڑپ پائی جاتی ہے۔ جو لوگ قیامِ حسینی پر ریسرچ کرنا چاہتے ہیں انھیں اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

اُستاد علی زراقی

انقلاب کربلا اور اس جیسے دیگر انقلاب اس لائق ہیں کہ ان کا کثیر العمق مطالعہ کیا جائے۔ چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ قیامِ حسینی اپنے اندر کرۂ ارض کے تمام مسلمانوں کے لیے انقلاب کا پیغام رکھتا ہے۔ یہ تحریک تمام تحریکوں کے لیے نمونہ ہے۔ اس موضوع پر لکھی گئی جدید ترین یہ کتاب ہے، جس کا نام اَلْحُسَیْنُ فِی الْفِکْرِ الْمَسِیحی اور اس کے مصنف جناب انطون بارا ہیں۔ مصنف نے بڑی صداقت کے ساتھ اس کتاب میں واقعۂ کربلا کے اَسباب و نتائج پر موضوعی انداز میں تحقیق کی ہے۔ مصنف نے اپنی اس کاوش سے قیامِ حسینی کے مطالعہ کا کچھ حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

Presented by Ziaraat.com

کشیش جناب ڈاکٹر برطماوس

الٰہی اَدیان کے پیروکاروں کا آپس میں تبادلۂ خیال ایک ایسا ہدف ہے کہ مسلمان جس کے حصول کے انتظار میں ہیں۔ خصوصاً اس دور میں جب کافر اور بے دین طاقتیں الٰہی اَدیان کو نابود کرنے کے دَرپے ہیں۔ اس سلسلے میں جو قدم بھی اُٹھایا جائے اس کی ضرورت ناگزیر ہے۔ جناب انٹن بارا کی کتاب ایسی ہے جس نے اخلاص و پاکیزگی کا پرچم لہرا دیا ہے اور ایمان کی محفل سجا دی ہے۔

عیسائیت کی نگاہ میں امام حسینؑ شہیدِ اسلام، شہیدِ مسیحیت اور شہیدِ اَدیانِ الٰہی ہیں، کیونکہ ان کی شہادت کے روبرو انسانی اَہداف تھے جو کسی خاص گروہ کے ساتھ مختص نہیں ہیں۔

ہمارے ادیب فرزند جناب انٹن بارا کی یہ کتاب اُسلوبِ تحریر اور ترتیبِ مضامین کے اعتبار سے میرے زیرِ مطالعہ رہنے والی تمام کتابوں سے بہتر ہے اور آسمانی اَدیان کے درمیان علمی مباحثوں کے لیے ایک نایاب چیز ہے۔ خداوندِ متعال محترم مصنف کے قلم میں برکت دے اور ان کے مقصد کو نورانی کرے اور انھیں وہ اجر عطا فرمائے عمل کا اجر، خالص مقصد اور خالص ہدف کا اجر۔

عبدالرسول فراتی

غیر مسلم بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کے معتقد ہیں۔ ان میں سے ایک یہی مصنف ہیں، جنھوں نے یہ کتاب لکھی ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اسلام کے روشن چراغ کا نام ہے، جس نے روحِ اَدیان کو قیامت تک روشنی عطا کی ہے۔ تحریکِ کربلا جیسی کوئی دوسری تحریک ایسی نہیں ہے جس نے بشریت کو انقلاب اور محبت کا درس دیا ہو۔ جب تک بشریت موجود ہے ہر انسان اس تحریک کا حامی رہے گا۔

Presented by Ziaraat.com

خداوند متعال نے امام عالی مقام کو وہ سب کچھ عطا فرمایا جو وہ چاہتے تھے کیا یہ اَجر و پاداش کوئی کم ہے کہ خداوند متعال نے ہر مخلص مسلمان کے دل میں محبت حسینؑ پیدا کر دی ہے، بلکہ غیر مسلموں کے دل میں بھی مثلاً مشہور لبنانی شاعر جناب بولس سلامہ، اُستاد انطون بارا، جناب محترم اُستاد جارج جرداق، اور حتیٰ کہ گاندھی کے دل میں بھی خداوند متعال نے محبت حسینؑ پیدا کر دی تھی۔

آزاد اردبیلی روزنامہ کیہان

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے قیام کیا تو آپ کا مقصد اسلام اور سرزمین اسلامی کی حفاظت تھا، تاکہ اسلام کو تحریف اور انحراف سے محفوظ رکھا جائے اور مسلمانوں کا عقیدہ صحیح ہو جائے نیز یہ کہ مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا جائے، تاکہ وہ حفظِ دین کی اہمیت سے آگاہ ہوں۔

ان تمام اُہداف و مقاصد کو معروف مصنف، محقق، ادیب، صحافی اور سیاست دان جناب انطون بارا نے اپنی اس کتاب میں بدرجۂ اُتم بیان کر دیا ہے۔

الامام الکاظم ٹی وی چینل

برادرانِ عزیز اُستاد انطون بارا کی کتاب کو پڑھنا چاہیے۔ آپ ایک معروف مسیحی مصنف ہیں جن کی کتاب کرامت و معجزے کے عطر سے معطر ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ قیامِ امام حسینؑ تمام انسانوں کے حقوق کے تحفظ اور رضائے خداوند متعال کے لیے تھا۔ پس جب تک خداوند متعال موجود ہے انقلاب امام حسینؑ بھی موجود ہے۔ یہ انقلاب کسی خاص فرد یا خاص قوم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام پوری بشریت کے منظورِ نظر ہیں۔

Presented by Ziaraat.com

اُستاد جناب احمد مطر صاحب

حضرت امام حسین علیہ السلام کہ جو تمام شہداء کے سردار ہیں، کیا انبیاء اور شہداء میں سے کوئی ان جیسا ہو سکتا ہے؟ کیا وہ کارنامہ جو امام حسینؑ نے انجام دیا ہے، تمام جدید وقدیم اَدیان کے کسی شہید نے انجام دیا ہے؟ ان سوالات کا جواب جناب انطون بارا کی کتاب دیتی ہے۔

مصنف محترم نے امام حسین علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خوبصورت موازنہ کیا ہے، جو معتبر ترین منابع سے لیا گیا ہے اور صاف و شفاف موضوعات کے ضمن میں نہایت حُسنِ نیت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ آسمانی اَدیان میں توحید کا جو حقیقی تصور ہے مصنف نے اُسے نہایت خوب صورت شکل میں تحریر کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

مقدمہ

ڈاکٹر اسعد علی

(۱) مصائب و آلام میں جو راز پوشیدہ ہوتے ہیں ان کی خوشی کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے، بلکہ مصائب و آلام کا چشمہ خوشیوں سے پھوٹتا ہے۔ عربی لغت کی رو سے دیکھیں تو اُمید، خوشی، غمی اور دکھ درد میں استعمال ہونے والے الفاظ بھی ایک دوسرے سے بہت قریب ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک لفظ ہے: اَمَل جس کا معنی ہے "اُمید" "خوشی"۔ اگر علم صرف کی رو سے اس کے حروف کی جگہ کو تبدیل کر دیں تو بن جائے گا اَلَم جس کا معنی ہے درد اور تکلیف۔

(۲) لفظِ انجیل کا معنی ہے اچھی خبر۔ اس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام مسیح درود بھیجتے ہیں اور خداوند متعال کے ساتھ یوں راز و نیاز کرتے ہیں:

"بابا جان! اگر ممکن ہو تو یہ جام میرا ہو جائے لیکن اس طرح نہیں جس طرح میں چاہوں، بلکہ اس طرح جس طرح تو چاہے۔ روح اس کا متحمل ہے لیکن جسم ضعیف و ناتواں ہونے کی وجہ سے اس کا متحمل نہیں ہے۔ اُٹھو! چلیں، میری سپردگی کا وقت قریب ہے۔ (انجیل متی باب 26)

جیسا کہ انجیل کی مذکورہ عبارت میں آپ نے دیکھا کہ انسان کی کمزوری اور ناتوانی، مصائب و آلام کا سرچشمہ ہے، لیکن اس سے روح کی آمادگی میں اضافہ ہوجاتا ہے اور روح اسے خوشی کے چشمہ سے متصل کر دیتی ہے جس کے بعد موت کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔

Presented by Ziaraat.com

یاد رہے حقیقی کامیابی اس وقت ہوتی ہے جب انسان کی پوری توجہ ذاتِ خداوند متعال پر ہو۔ ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو خسارے میں ڈالے اُسے کامیاب نہیں کہا جا سکتا چاہے وہ بڑے نام والا ہی کیوں نہ ہو۔ کامیابی کا راز بتاتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"جو شخص میری خاطر زندگی کھو بیٹھے گا اُسے دوبارہ زندگی مل جائے گی اور ہر شخص کو عمل کے مطابق سزا و جزا ملے گی"۔

دنیا قیامِ حسینیؑ کے بارے میں کیا سوچتی ہے؟

کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کائنات کے الٰہی منبع کے ساتھ پیوست تھے؟ کیا امامؑ اپنی اور اپنے خاندان کی شہادت کی وجہ سے کامیاب ہوئے؟ اس طرح کے بہت سارے سوالات ہیں جو ابھی تک تشنۂ جواب ہیں۔ بعض محققین و مورخین نے ایک حد تک انقلابِ حسینیؑ کو سمجھا ہے اور وہ امام کی دوبارہ زندگی (رجعت) کے تصور سے محظوظ ہوتے ہیں اور اس کے متعلق بہت کچھ کہتے اور لکھتے ہیں اور امامؑ عالی مقام کی ذاتِ والا صفات سے طاقت حاصل کرتے ہیں۔

③ ہمارے جوان سال لکھاری جناب ہسٹن بارا اپنی کتاب میں اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ انقلابِ کربلا جیسا کوئی اور انقلاب نہیں ہے۔ شہادتِ امام حسین علیہ السلام وجود خداوند متعال پر ایک مضبوط دلیل ہے۔ حق کی کامیابی اور اپنے عقیدے کے دفاع کی کامیابی کا بڑا نمونہ ہے، اسی لیے مستقبل میں "انقلابِ حسینیؑ" کی محبت ہر انسان پر واجب ہوگی، بلکہ ان کی دوستی ہمارے وجود کا حصہ ہوگی۔

صدائے امام حسینؑ ہر انسان کے لیے ہر زمانے میں روشن چراغ کی مانند ہے، کیونکہ آسمانی اَدیان کا مقصد فقط یہ ہے کہ انسانوں کے دل میں محبت خدا پیدا کی جائے

Presented by Ziaraat.com

اور انھیں اخلاقی فضائل سے آراستہ کر کے ان کا ناتا ذاتِ پروردگار سے جوڑا جائے۔

امام حسینؑ اپنے انقلاب کے ذریعہ اس ہدف میں کامیاب رہے۔

جناب اینٹن بارا کے سلسلہ وار مباحث مختصر ہونے کے باوجود اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں، خود مصنف اسی بات پر کامل یقین بھی رکھتے ہیں۔ امام حسینؑ اسلام کے وہ روشن چراغ ہیں کہ جن کی وجہ سے الٰہی اَدیان قیامت تک روشن و درخشاں رہیں گے۔

④ عیسائیت کے نزدیک تمام اَدیان کی بنیاد دو چیزوں پر ہے جیسا کہ ایک حواری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا: شریعت میں سب سے بڑا حکم کون سا ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: دو چیزیں سب سے اہم ہیں:

① اپنے خدا کے ساتھ جو تمہیں پالنے والا ہے، پورے وجود کے ساتھ محبت کرو بلکہ انسان کے افکار میں بھی یہی محبت ہونی چاہیے۔ شریعت میں یہ سب سے بڑا حکم ہے۔

② لوگوں کے ساتھ اسی طرح محبت کرو جس طرح اپنے ساتھ کرتے ہو۔ بنا برایں، دین کی بنیاد یہ ہے کہ خدا اور بندگانِ خدا سے محبت کی جائے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کے مذکورہ فرمان سے واضح ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کے نزدیک دین کی بنیاد کس چیز پر ہے؟

⑤ قرآنِ حکیم میں متعدد آیات کی اس بات پر تاکید ہے کہ تمام اَدیانِ الٰہی کی بنیاد محبت پر ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"اے ایمان والو! تم میں سے جو لوگ دین کو چھوڑ دیں گے تو خداوند عنقریب ایک گروہ لائے گا جس سے خدا محبت کرتا ہوگا اور وہ خدا سے محبت کرتا ہوگا اور وہ اہلِ ایمان کے مقابلے میں عجز و انکساری سے پیش آئیں گے اور کفار کے مقابلے میں شدت اور سختی سے اور وہ راہِ

Presented by Ziaraat.com

خدا میں جہاد کرتے ہیں، ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پروا نہیں کرتے یہ تو بس خداوند متعال کا فضل و کرم ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے خدا کی رحمت وسیع ہے اور وہ علم کا مالک ہے"۔ (سورہ مائدہ: آیت ۵۴)

دیکھا آپ نے! اسلام اور مسیحیت نے دوستی اور محبت پر کتنی تاکید کی ہے؟

مزید اس بات پر قرآن تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ۝

"اور ہماری مخلوقات میں سے ایک وہ اُمت (قوم) ہے جو حق کا رستہ بتاتی ہے اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں"۔ (الاعراف آیت ۱۸۱)

جو چیز اُمت اسلامیہ کو بہترین اُمت قرار دیتی ہے وہ ہے اخلاص، کہ انسان پورے خلوص کے ساتھ اپنے پروردگار کی بندگی کرے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے (لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرے اور برائی سے روکے) بنابرایں خلوص، محبت اور دوستی، دین کا دوسرا نام ہے اور بہترین اُمت ہونے کا معیار بھی یہی ہے۔

⑥ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

"میں نے اپنے نانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی اصلاح کے لیے قیام کیا ہے تاکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروں، جو شخص مجھ سے حق کو قبول کرے گا، وہ یہ دیکھ لے کہ خداوند اس بات کا زیادہ سزاوار ہے کہ اس سے حق کو قبول کیا جائے اور جو میری بات کا انکار کریں گے میں صبر کروں گا تاکہ خدا میرے اور ان لوگوں کے درمیان خود فیصلہ کرے، کیونکہ وہ بہترین حکم کرنے والا ہے"۔

Presented by Ziaraat.com

میں نے ۱۹۷۵ء میں لبنان کے شہر بیروت میں علمائے کرام کے مجمع میں قیام امام حسینؑ کے متعلق ایک تجزیاتی مقالہ پڑھا تھا جس میں ادیانِ عالم کی خصوصیات کو واضح کیا تھا کہ دنیا قیامِ حسینؑ کو آفاقی نگاہوں سے دیکھے۔ امام حسینؑ خود اپنے قیام کا مقصد ہمارے سامنے واضح کرتے ہیں:

"میرا ہدف اُمتِ رسولؐ کی اصلاح ہے۔ میرے قیام کی بنیاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے تاکہ انسان حق کے حامی بنیں"۔

اصلاحِ اُمت ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جو ادیانِ عالم میں محور و مرکز کی حیثیت رکھتی ہے جس کی حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے خون سے حفاظت کی۔

⑦ حضرت امام حسین علیہ السلام نے انسان کو آزادی، ایثار و قربانی اور فکری تبدیلی کا درس دیا ہے۔ کیا یہ درس قیامت تک ادیانِ عالم کا محور نہیں رہے گا؟ ہم اس درس کی طرف متوجہ کیوں نہیں ہوتے؟ جب میں نے کلماتِ امام حسینؑ کے چند گوہر پارے سامنے رکھے اور ان میں غور و فکر کیا تو ان سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ حسینیؑ مدرسہ کا سب سے پہلا اور مشہور درس ہے: "ظلم سے آزادی، غلامی سے نجات اور منکرات (برائیوں) کا مقابلہ"۔

نیز یہ کہ ظالم حکومتوں کی تابعداری ایک طرح کی بت پرستی ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی صدائے انقلاب اس دور کے چپ چاپ زندانوں سے اُٹھنے والی ایسی شجاعانہ آواز تھی جس نے بت پرستی اور غلامی کی تمام زنجیریں توڑ دیں۔ جس کی وجہ سے اس دور میں آزادی کی لہر دوڑ گئی۔ ایک آزاد ضمیر انسان کی فکر کا سرچشمہ اس کی فطری آزادی ہوتی ہے اور فطری آزادی کو زندان کی سلاخوں میں بند نہیں کیا جا سکتا۔

امام حسینؑ کے اقدام میں شہادت طلبی کا عنصر واضح تھا، جس سے غلامی کے طوفان

Presented by Ziaraat.com

معطر فضا میں بدل گئے اور حسب ونسب کے پاکیزہ لوگوں نے سکھ کا سانس لیا، کیونکہ خود امامؑ نے فرمایا:

"اگر موت انسانیت کی اصلاح کی خاطر ہو تو بہت میٹھی ہوتی ہے اور اگر راہ خدا میں موت اتنی میٹھی ہوتی ہے تو پھر انسان موت کے ڈر سے غلامی کی زندگی کیوں اختیار کر لیتا ہے"؟

آزادی ایک ایسا شعلہ ور تیر ہے جس سے آگ پھیلتی ہے۔ اسے جدھر پھینکا جائے وہ آگ پھیلاتا ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه یہ شہید پرور کلمہ ہے، یہ کلمہ دانش گاہ شہادت کی شناخت اور اس کا عنوان ہے کیونکہ اس کلمہ شریفہ کا معنی یہ ہے کہ:

"غیر خدا کے سامنے سر نہ جھکاؤ"۔

صرف خداوند متعال کے سامنے سر جھکانے کا دوسرا نام "آزادی" ہے۔ اس لیے کہ جو شخص فقط خداوند متعال کے سامنے ہی سر جھکاتا ہے وہ خدائی طاقت کے ذریعہ اپنی حفاظت بھی کر سکتا ہے اور خدائی قدرت سے مقدرت مند بھی بن جاتا ہے۔ شہداء اس یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں، جسے آزادی کے عاشقوں نے تعمیر کیا اور پھر جہاں آزادی دیکھی خود اس کی طرف چلے گئے یا اسے اپنی طرف بلا لیا۔

حسینی مدرسہ کا دوسرا درس ایثار وقربانی اور دوسروں کو اپنے اُوپر مقدم جاننا ہے۔ "ایثار وقربانی" کی ضد "خود پسندی" جیسی بری صفت ہے۔ خود پسندی اور خود خواہی یعنی اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دینا، اپنے آپ کو دوسروں سے برتر و بہتر سمجھنا۔ انقلاب امام حسینؑ ان لوگوں کا قیام تھا جو ایثار وقربانی کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ جنہوں نے اپنی جانیں لوگوں کی بہتری پر قربان کر دیں۔

امام حسینؑ اور آپؑ کے باوفا ساتھیوں نے اُمتِ رسولؐ کی اصلاح کی خاطر لوگوں کی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح دی اور کربلا کی طرف روانہ ہوئے، تاکہ "عاشورا" وجود

Presented by Ziaraat.com

میں آئے اور حضرتؑ نے اپنے اس ایثار سے ثابت کر دیا کہ: "تمام اَدیانِ الٰہی کے کمال کا نام حسین ابن علیؑ ہے"۔ حسینی انقلاب سے اصلاح انسانی کمال اور فکری عروج کا درس ملتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد فکری پس ماندگی، جمود اور اندھی تقلید سے نجات حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

⑧ کیا اَدیانِ الٰہی کی حقیقت یہ نہیں کہ قوموں کو "دائمی بیداری" دی جائے؟ اگر اَدیانِ الٰہی کی حقیقت یہی ہے تو پھر کیا امام حسینؑ نے روز عاشورہ، اسی حقیقت کو بچانے کے لیے اپنی جان قربان نہیں کی تھی تاکہ ظلم سے نجات و آزادی، جو انقلاب آفرینِ حسینؑ نے ہمیں سمجھائی ہے کیا درس انجیل اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہے؟

⑨ جناب انٹن بارا نے اپنی اس کتاب میں ایسے مسائل پر بحث کی ہے جو بشر کو نجات بخش کتب میں غور وفکر کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "کیا لوگ تاریخ کے حوادث میں غور وفکر نہیں کرتے؟"

Presented by Ziaraat.com

فصل اول

مصنف کا مقدمہ

انقلاب حسینی" میں شک کرنا ذات امام حسینؑ میں شک کرنے کے مترادف ہے اور اسی طرح ذات امامؑ میں شک کرنا انقلاب امامؑ میں شک کرنے کے مترادف ہے کیونکہ یہ انقلاب شخصیت امامؑ کا آئینہ دار ہے اور امامؑ کی شخصیت انقلاب کی آئینہ دار ہے، کیونکہ ہر شخص کی شخصیت اس کے انقلاب کے اہداف سے معلوم ہوتی ہے اور ان اہداف سے لوگ اپنی فکر کو جہت دیتے ہیں۔ شخصیت کی گہرائی دیکھ کر روشن فکر لوگ، شخص کو قبول کر لیتے ہیں، بلکہ اس کے سامنے جھک جاتے ہیں۔

یہ ایک واضح بات ہے کہ ایک انقلاب کے لیے تمام نفسیاتی، زمانی، اجتماعی، مادی اور جہادی اسباب کا ہونا لازم ہے۔ بنابرایں اگرچہ بافکر وباصلاحیت افراد کی آراء کافی حد تک شخصیت امامؑ کو واضح کرتی ہیں۔ لیکن درحقیقت امامؑ کا انقلاب ہی امامؑ کی شخصیت کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس انقلاب کی دائمی بقا کا سبب کیا ہے؟

جواب واضح ہے کہ انقلاب کی دائمی بقا کا سبب امامؑ کی بے مثال شخصیت ہے جس کی وجہ سے یہ انقلاب قیامت تک رواں دواں رہے گا۔ حضرتؑ کی شخصیت، فکر، قیام اور امام کے جذبہ حریت وآزادی کے متعلق جتنا مواد ہمیں میسر آیا وہ اس کتاب کا محور ہے۔ آپ اسے حضرت امام حسین علیہ السلام کی سیرت بھی کہہ سکتے ہیں اور امامؑ کا انقلاب بھی۔ انقلاب اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کیونکہ حضرت کے قیام اور قیام کے اہداف

Presented by Ziaraat.com

دستانج پر روشنی ڈالی گئی ہے اور سیرت اس اعتبار سے کہ امامؑ کی شخصیت، صفات اور ذاتی کمالات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

ہم نے اپنی کتاب کا نام حضرتؑ کے قیام کی بجائے آپ کے نام پر رکھا ہے تا کہ حضرتؑ کی ذاتِ والا صفات سے فیضیاب ہوں۔ کتاب کا موجودہ نام ہے: ''امام حسینؑ ایک عیسائی محقق کی نظر میں''۔ کیونکہ یہ تحریک ایک انسانی تحریک تھی۔ جس کا مقصد انسان سازی تھا اور اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے یہ تحریک ایک بے مثال اور لازوال تحریک بن گئی۔ لیکن چونکہ......

(الف) ہمارا ہدف امام حسینؑ کے متعلق مسیحیت کا نقطہ نظر واضح کرنا ہے۔

(ب) مسیحی افکار بھی انسانی افکار کا حصہ ہیں۔

اسی لیے کتاب کے نام میں لفظ ''مسیحی'' رکھا ہے۔ مسیحی ایک ایسا دین ہے جو بہت سارے مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد انسان کے ہاتھوں میں پہنچا ہے۔ دینِ یہود کا اصلی محور ''ایک خدا'' ہے جس نے برگزیدہ ہستیوں کو بشر کی ہدایت کے لیے بھیجا'' لیکن مسیحی دین کا مرکز ومحور ایک ایسا خدا ہے جو مادی نہیں ہے اور چونکہ مادی نہیں ہے اس لیے مسئلہ تثلیث یعنی تین خداؤں، خدا، عیسیٰؑ اور روح القدس کا مسئلہ پیش آیا۔ نظریۂ تثلیث کو ہم آگے چل کر واضح کریں گے۔ یہ سب کچھ اپنے مقام پر لیکن دینِ محمدی میں اُصولِ دین اپنے بلندترین مرتبہ تک پہنچے ہیں، کیونکہ قرآنِ حکیم نے فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

''آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کی تکمیل کی اور اسلام کو تمہارے لیے پسندیدہ دین قرار دیا''۔ (سورہ مائدہ: ۳)

ایمان کا دوسرا نام حقیقی اسلام ہے اور ایک مسلمان کا اسلام اس وقت تک

Presented by Ziaraat.com

قابل قبول نہیں ہوتا جب تک وہ حق کے سامنے جھک نہ جائے جبکہ ایک مسیحی کی نصرانیت بھی اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوتی جب تک وہ حق کے سامنے جھک نہ جائے۔ حق سے مراد ذاتِ خداوند متعال ہے جو خود سازی کے ذریعہ انسان کو درجۂ کمال پر دیکھنا چاہتی ہے۔ بنا بر ایں امام حسینؑ کی شخصیت اور انقلاب کے متعلق مسیحیت کے نظریات کو واضح کیا جائے گا۔ رہا کتاب کے نام کا مسئلہ تو ہم نے موجودہ نام کو اس لیے تجویز کیا تا کہ مذکورہ اہداف کے پیش نظر ہم اپنی تحقیقات کو ثمر آور بنا سکیں۔

امام حسینؑ کے انقلاب کے متعلق ہم نے مسیحی افکار پر تحقیق کرنی ہے لیکن اگر تحقیقات کے دوران ہمیں اس انقلاب کے انسانی انقلاب ہونے پر ممکنہ حد تک دلیلیں میسر آجائیں تو پھر کوئی فرق نہیں رہے گا کہ انقلاب امام حسینؑ پر مسیحی افکار کی روشنی میں بحث کی جائے یا انسانی افکار کی روشنی میں، کیونکہ مسیحی فکر انسانی فکر سے جدا نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ مشترک ہے۔

حسینی انقلاب سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اس انقلاب کو جس طرح مسیحی فکر کے آئینے میں دیکھا جاتا ہے اسی طرح انسانی فکر کے آئینے میں بھی دیکھا جائے، کیونکہ یہ ایسا انسانیت ساز انقلاب ہے جس کی مثال تاریخ بشریت میں نہیں ملتی۔ آسمانی اَدیان کے تمام پیروکار خداوند متعال کی پیروی پر متفق ہیں، اس لیے کہ اَدیان کا تبدیل ہوتے رہنا ممکن ہے جبکہ ذاتِ خداوند میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا

"یعنی اس نے تمہارے لیے دین کا وہی دستور معین کیا جس کا اُس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا اور جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے اور

Presented by Ziaraat.com

جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو حکم دیا تھا کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا"۔ (سورۂ شوریٰ: ۱۳)

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ مسیحی اور غیر مسیحی قارئین کے ذہن میں سب سے پہلے جو چیز آتی ہے وہ یہ کہ قیامِ امام حسینؑ اور اہلِ کتاب کے افکار میں مطابقت کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ ایک مسیحی مفکر، عالمِ اسلام کی ایک عظیم شخصیت پر تحقیق کرے چہ جائیکہ اس موضوع پر ایک ایسی مستقل کتاب لکھ دے جس سے گزشتہ تمام تحقیقات کی تکمیل ہو جاتی ہو۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کتاب کا مصنف ایک عرب عیسائی ہے اور یہی خصوصیت سبب بنی ہے کہ امام کی زندگی کا جدید انداز میں تجزیہ کیا جائے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شخصیتِ امامؑ پر ایک عرب عیسائی کی تحقیق اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ یہ کتاب غیر جانبدارانہ تحقیقات کا نتیجہ ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک مسلمان اپنے احساسات و جذبات کی وجہ سے تحقیقات میں جانبداری کرے لیکن یہ چیز ایک مسیحی سے بعید ہے۔

یاد رہے کہ مصنف خالصتاً ایک عرب محقق ہے نہ کہ یورپ کا ایک اسلام شناس محقق کہ جو تاریخِ اسلام کو مغربی افکار کے زاویے میں دیکھے اور خاندانِ رسولؐ کی پاک و مقدس شخصیات کے معنوی اور روحانی پہلو اُجاگر نہ کرے۔ لہٰذا شخصیتِ امام حسینؑ کے متعلق مسیحیت کے افکار سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ ایک عیسائی عرب کی فکر یہ ہے کہ خاندانِ رسولؐ خدا کی قداست و طہارت کو ایسا اُجاگر کیا جائے جیسا ایک مسلمان کرتا ہے اور ان کی پاک سیرت سے اسی طرح استفادہ کیا جائے جیسے عالمِ اسلام کے حقیقی مسلمان کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں عرب مسیحی کی فکر، عرب مسلمان کی تہذیب و تمدن سے الہام لیتی ہے

Presented by Ziaraat.com

اور جیسے ایک مسلمان کے افکار انحراف کی زد میں آسکتے ہیں اسی طرح ایک عیسائی کے افکار بھی انحراف کی زد میں آسکتے ہیں جبکہ سرزمین مغرب سے تعلق رکھنے والے مسیحی مسلمانوں کے بزرگان دین سے ایسی عقیدت نہیں رکھتے، کیونکہ ان کے افکار پر ان کے اپنے معاشرے کا اثر ہوتا ہے مثلاً جب سرکار دوعالم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ ہو تو اس معاشرے کے مسیحی آپؐ کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں لگاتے جبکہ خاندان رسولؐ کی مقدس ہستیوں کے پاک ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" لکھنا تو گویا وہ گناہ سمجھتے ہیں۔

بنابرایں رسولؐ وآل رسولؑ کو مقدس نگاہوں سے دیکھنے یا نہ دیکھنے کا اختلاف اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اسلام کے تاریخی حقائق کے مطالعہ میں محققین کے درمیان بڑا تفاوت پایا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کون کس انداز میں مطالعہ کرتا ہے؟ غیر جانبدار نگاہوں سے یا تعصب اور طرف دار نگاہوں سے؟

ایک مسیحی مفکر جو اسلام کی عظیم شخصیات پر تحقیق کرنا چاہتا ہے اس کے ذہن میں مختلف سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں نے اپنے بزرگان کے متعلق غفلت سے کیوں کام لیا؟ خصوصاً امام حسینؑ کی شخصیت کے متعلق منصفانہ تحقیقات کر کے اس کے روشن صفحات "عربی" مسیحیت اور "غربی" مسیحیت کے سامنے پیش کیوں نہ کیے؟

امام حسینؑ کی شخصیت، اخلاق نبوی اور انقلاب نبوی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ آسمان اخلاق و اعتقاد کا ایسا درخشاں ستارہ کہ جس کی شخصیت کا اہم ترین نشان وہی ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حُسَیْنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْن

"حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں"۔

فرزند کمال انسانیت کی اتنی بلندی کو جا پہنچا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمانا پڑا:

Presented by Ziaraat.com

"میں اس سے ہوں"۔

اور امامؑ رسولؐ کی رسالت کا ایسا وارث بنا کہ آپؐ نے فرمایا:

"وہ مجھ سے ہے"۔

یعنی میرے بعد میری رسالت کا وارث ہے۔ اسی معنی کی تائید میں علامہ بحر العلوم نے کیا خوب کہا:

غَرَسَ سَقَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ يَدِهٖ وَطَابَ مِنْ بَعْدِ طِيْبِ الْاَصْلِ فَارِغُهٗ

"یعنی رسولؐ خدا نے اپنے ہاتھ سے ایک پودا لگایا اور خود ہی اس کی آبیاری کی۔ اس کی مقدس شاخیں پروان چڑھیں کیونکہ اس کی جڑیں پاک تھیں"۔

ایک مسیحی مفکر جس کا تعلق مغرب سے ہے اُس نے اسلام کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں ایسے محققین اسلامی منابع کی ان مخدوش ضعیف اور من گھڑت روایات کا سہارا لیتے ہیں جو بنو اُمیہ کے دور میں گھڑی گئی تھیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے نظریات وہی ہیں جو ظالم و جابر حکمرانوں کے تھے، جیسا کہ امیر شام نے جب کوفہ پر قبضہ کر لیا تو لوگوں سے کہا:

"لوگو! میں نے اس لیے جنگ نہیں لڑی کہ تم نمازی اور روزہ دار بن جاؤ بلکہ اس لیے جنگ کی ہے تاکہ تم پر حکومت کروں"۔

ظاہر سی بات ہے کہ ایسی روایات کا مطالعہ کرنے والے محقق کو اسلام کا اصلی چہرہ نظر نہیں آئے گا تو وہ اسلام کے متعلق غلط نظریہ قائم کرے گا۔ ابوسفیان نے بھی اپنی زندگی میں اس سے ملتا جلتا ایک جملہ کہا تھا۔

دراصل بات یہ ہے کہ جب فتح مکہ کے دوران ہنگامی حالات پیدا ہوئے اور

Presented by Ziaraat.com

ابوسفیان نے لشکر اسلام کی برتری دیکھی اور اسلام لانے پر مجبور ہوا تو حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"تمہارے بھائی عبداللہ کی شاہی ہر جگہ قائم ہو گی"۔

ابوسفیان کے اس جملے سے عمومی افکار پر مسلط مفاد پرستی کی عکاسی ہوتی ہے گویا وہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ رسولؐ خدا کی تمام جنگیں دنیاوی مقاصد اور ریاست طلبی کی خاطر تھیں لیکن معنویتِ الٰہی کی حاکمیت اور معرفت کی بنیاد پر لوگوں کی عبودیت و بندگی، ابوسفیان جیسوں کو کبھی نظر نہیں آئے گی:

وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (سورۂ عنکبوت: ۴۳)

"یہ باتیں صاحبانِ علم کے سوا اور کوئی نہیں سمجھتا"۔

ابوسفیان کا یہی نظریہ خاندانِ اہل بیتؑ اور خاندانِ ابوسفیان کے درمیان جنگ و جدال کا سبب بنا۔ خاندانِ اہل بیتؑ کا نظریہ یہ تھا کہ خلافت اگر احکامِ الٰہی کے مطابق ہو تو اس سواری کی مانند ہے جو انسان کو آخرت کی کامیابی کی طرف لے جاتی ہے۔ جبکہ بنواُمیہ حکومت کو ایسی سواری سمجھتے تھے جو حکومت و فرمانروائی اور ریاست و سلطنت تک پہنچائے اور یہ لوگ ریاست کے ذریعہ دنیا کو اپنی ہوا و ہوس کے قبضے میں لے آتے تھے، حالانکہ اگر احکام خداوندی خواہشاتِ نفسانی کے تابع ہو جائیں تو اس سے پیکرِ اسلام پر ایسی ضربیں لگتی ہیں جن کا مداوا ممکن نہیں ہوتا۔ اسی نظریہ کے تحت لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ قرآن کہتا ہے:

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ

"تم میں سے ایک گروہ دنیا کو چاہتا ہے اور دوسرا آخرت کو"۔ (سورہ آل عمران: ۱۵۲)

مشرق شناس محققین واقعۂ کربلا کو ایک فوجی کاروائی کے طور پر دیکھتے ہیں کہ

Presented by Ziaraat.com

جس میں ایک طرف کی کثیر فوج نے دوسری طرف کی قلیل فوج پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ ان محققین نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی کہ خدا وند متعال کی خاص رحمت ایک گروہ کے شامل حال تھی۔ ایسا گروہ کہ جس کا مقصد احکام الٰہی کو دنیا پر حاکم کرنا تھا۔ یہیں سے ایک مسیحی عرب کی فکری کاوش کا پتہ چلتا ہے کہ جس نے غیر منصفانہ اور جانبدارانہ بحث کی بجائے تحقیقاتی اور موضوعاتی بحث کی ہے۔

احساس ذمہ داری نے اُسے مجبور کیا کہ اس واقعے کے متعلق ہزاروں کتابیں دیکھے اور تمام روایات کی سند اور اختلاف روایات پر مکمل تحقیق کرے۔ یہ یقیناً ایک مشکل کام ہے، کیونکہ لاکھوں روایات کو کھنگال کر ان میں سے معتبر روایات کو تحقیقات کا منبع قرار دینا ہوتا ہے۔ ایسے کام سے محقق کی علمی بصیرت کا پتہ چلتا ہے، پھر آخری تجزیے کا مرحلہ آتا ہے۔ اس مرحلے میں مصنف کو ثقافتی اور معاشرتی ماحول سے دُور رہ کر عقل کو اپنی تحقیقات کا محور قرار دینا ہوتا ہے۔ ایسا محقق "عقل" اس چیز کی کڑی نگرانی کرتا ہے کہ کہیں بے جا طرف داری نہ کر دے۔ بلکہ بہت سارے مقامات پر وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ نئے موضوعات کو واضح کرنے کے لیے کہیں افراط و تفریط نہ ہو جائے۔ ایسے مرحلے میں اس کا مکمل طور پر غیر جانبدار رہنا لازم ہوتا ہے۔

مسلمانوں کے بزرگان دین میں سے کسی بزرگ ہستی پر ایک غیر مسلم مفکر و محقق اگر کچھ لکھنا چاہے تو اس کے قلم کو بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ خصوصاً اس وقت جب انبیاء اور شہداء کے اہداف کے درمیان پائے جانے والے رابطے کو اُجاگر کرنا مقصود ہو، کیونکہ واضح سی بات ہے کہ جب بھی کوئی نئی کاوش سامنے آئے گی اس پر بہت تنقید ہو گی۔ شاید میں بھی ایسی تنقید سے محفوظ نہ رہ سکوں، لیکن اگر مقصد یہ ہو کہ ذاتِ خداوند راضی ہو جائے تو پھر کوئی پرواہ نہیں کہ تنقید کرنے والے مثبت تنقید کریں یا منفی۔ قرآن مجید نے کیا خوب کہا ہے:

Presented by Ziaraat.com

قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

"میرے حبیب! کہہ دو: عمل انجام دو عنقریب خدا، رسولؐ اور مومنین تمہارا عمل دیکھیں گے۔ عنقریب تمہیں اس خدا کی طرف پلٹا دیا جائے گا جو غیب و شہود کا علم رکھتا ہے پھر وہ تمہیں اپنے اعمال سے آگاہ کرے گا"۔ (سورۂ توبہ:۱۰۵)

یہ مقدمہ اس لیے لکھا ہے، تاکہ کتاب کے اہم مطالب واضح ہو جائیں کہ جنہیں میں نے بڑی باریک بینی سے تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کی ایک فصل کا عنوان ہے:

"کیا حضرت عیسیٰ مسیح نے امام حسینؑ کے متعلق خبر دی؟"

اس عنوان نے بہت سارے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ بعض لوگوں نے اسے سراہا ہے اور داد تحسین دی ہے۔ بعض لوگوں نے سخت تنقیدی حملے کیے ہیں۔ اس موضوع کے متعلق بہت سارے مباحثے اور بہت سے سوال وجواب سامنے آئے ہیں، خصوصاً اس خطاب کے متعلق جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے ارشاد فرمایا:

"جس کے الفاظ قلیل اور معانی کثیر ہیں"۔

میں نے اس خطبے کی تفسیر بعض الہامی کتب کی مدد سے اس انداز میں کی ہے کہ جس سے اس کے حقیقی معانی واضح ہوئے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"جس ذات نے مجھے اس دنیا میں بھیجا ہے میں ابھی اس کی طرف پلٹنے والا ہوں جبکہ تم میں سے کوئی بھی یہ نہیں پوچھتا کہ کدھر چلے ہو؟ لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ میں چلا

Presented by Ziaraat.com

جاؤں، اگر میں اس دنیا سے نہ جاؤں تو تمہیں تسلی دینے والا نہیں آئے گا، لیکن اگر چلا جاؤں تو وہ آجائے گا اور جب وہ آجائے گا تو وہ دنیا والوں کو گناہ ترک کرنے، نیکی کے کام کرنے اور عدل و انصاف سے حکم کرنے پر مجبور کردے گا۔

تمام بحث ومباحثے اور سوال و جواب کلام عیسیٰ میں موجود ایک جملے پر مرکوز ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟

① تسلی دینے والا“ اس سے کون مراد ہے؟ کیا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہو سکتے ہیں؟

② ”تسلی دینے والا“ اس سے امام حسین علیہ السلام مراد لیے جا سکتے ہیں؟ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر تو کریں لیکن اپنے بعد آنے والے نبی آخر الزمان کی طرف کوئی اشارہ نہ کریں؟

③ ”تسلی دینے والا“، انجیل میں اس کی تفسیر روح القدس فرشتہ سے ہوئی ہے، لیکن کیسے ممکن ہے کہ انجیل میں اس جملے سے جو کچھ مراد لیا گیا ہے اس سے الگ کوئی معنی مراد نہ لیا جا سکتا ہو؟ حالانکہ جب بھی کوئی نبی آیا اس نے اپنے بعد آنے والے نبی کی خوش خبری سنائی اور اسی طرح ہر شہید نے اپنے بعد شہید ہونے والے کے متعلق خبر دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس حکمت سے مستثنیٰ نہیں تھے کہ اپنے بعد آنے والے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت نہ دیتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سرور کائنات کی بشارت دینے میں غفلت نہیں کی، کیونکہ اس چیز میں کوئی رکاوٹ موجود نہیں تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو محبت، سلامتی اور بشارت کی علامت سمجھے جاتے تھے، حتیٰ دشمنوں کے لیے بھی، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ لوگوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر دینا جان بوجھ کر ترک کر دیں، جبکہ وہ خود اخلاق و

Presented by Ziaraat.com

فضائل نبوت سے سرشار تھے؟

اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے،آئیے ہم دیکھتے ہیں کہ اناجیل اربعہ کا منبع اور سرچشمہ کیا ہے؟ اوران کی تعلیمات جہانِ مسیحیت تک کیسے پہنچی ہیں؟

انجیل مقدس ایک یونانی لفظ EVYYEAIOV(ENGGELION) انگلش صورت سے لیا گیا ہے۔جس کا معنی خوش خبری ہے،پھر اس کا اطلاق ہر اس کتاب پر ہونے لگا جس میں یہ بشارتیں موجود ہوں،لیکن مجموعی طور پر یہ لفظ ان تمام آسمانی کتابوں کے لیے بولا جاتا ہے جو روح القدس کے ذریعہ نازل ہوئی تھیں اور یہ ۱۶ صدی قبل از میلادِ مسیح سے لے کر پہلی صدی عیسوی تک لکھی گئی تھیں اور وہ تمام کتابیں جو میلادِ مسیح سے قبل اور بعد میں لکھی گئی ہیں،ان تمام کتابوں کے نام کے ساتھ لفظ مقدس لکھا جاتا ہے اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہیں:

① عہد قدیم ② عہد جدید

عہد قدیم ۳۹ کتابوں پر مشتمل ہے،جو میلادِ مسیح سے پہلے لکھی گئی تھیں اور وہ تاریخ،حکمت،شعر اور انبیاء کے متعلق ہیں۔عہد جدید ۲۷ کتابوں پر مشتمل ہے جو میلادِ مسیح کے بعد لکھی گئی تھیں اور ان میں عیسیٰؑ روح اللہ کی تعلیمات کو ذکر کیا گیا ہے۔

انجیل کو دو حواریوں نے لکھا جن کے نام مَتّی اور یُوحنّا ہیں۔ان دونوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نزدیک سے دیکھا اور ان کے احکامات و فرمودات سنے۔ان دو حواریوں کے دو شاگرد تھے۔جن کے نام مرُقس اور لُوقا ہیں۔مرُقس پُطرُس کے قریبی دوست تھے اور انہی سے کلام عیسیٰؑ کو سنا اور لکھا اور لُوقا،پولُس کے قریبی دوست تھے اور انھوں نے بھی کلام عیسیٰؑ کو اپنے دوست پولُس ہی سے سنا۔

اناجیل اربعہ میں ظاہری طور پر جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ اس دور کے زمانی اور مکانی حالات کی وجہ سے اور ان دو شاگردوں کے مختلف اندازِ تحریر کی وجہ سے ہے۔متی

Presented by Ziaraat.com

نے آرامی زبان میں یہودیوں کے لیے انجیل لکھی اور اس کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا لیکن یہ نسخہ گم ہو گیا۔ متی کی روایت میں اس دور کا ثقافتی ماحول غالب نظر آتا ہے، کیونکہ وہ خود ایک مہذب محقق اور دانشور تھا اور اسے تین زبانوں عبرانی، یونانی اور یہودی پر عبور حاصل تھا اور اس نے یہودیوں پر واضح کیا کہ معلم الٰہی فقط وہی پیغمبر ہیں جن کی آمد کے یہودی منتظر تھے۔

متی نے تاریخی حوادث کو سلسلہ وار ترتیب سے نہیں لکھا بلکہ تمام واقعات کو بغیر تاریخ کے ذکر کیا ہے، کیونکہ اس کے نزدیک صرف اور صرف عقائد کو واضح کرنا ضروری تھا اور اس نے اسی پر زور دیا اور ترتیب کا خیال نہ رکھا۔ مشہور یہ ہے کہ متی نے انجیل مقدس کا یونانی زبان میں بھی ترجمہ کیا تھا۔ جناب مرقس نے انجیل کا یونانی زبان میں ترجمہ کر کے اسے روم والوں کے پاس بھیجا کہ جو اس دور میں بڑی قدرت وعظمت کے مالک تھے۔

لوقا: یہ ایک مہذب اور سلجھے ہوئے شخص تھے۔ ایک اچھے طبیب اور فن مصوری کے ماہر تھے۔ یونانی زبان سے خوب واقف تھے۔ انہوں نے اپنی انجیل کو ان یونانیوں اور رومیوں کے پاس بھیجا جو تازہ مسیحی ہوئے تھے۔ اور اس میں لکھا:

"بندۂ خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رحمت وبرکت ایک گروہ میں منحصر نہیں ہے بلکہ سب کو شامل ہوتی ہے"۔

یوحنا: انہوں نے عیسیٰ مسیح کے ۱۰۰ سال بعد انجیل لکھی، اس لیے ان کی انجیل گذشتہ تمام اناجیل سے بہت مختلف ہے۔ یونانی زبان میں اس لیے لکھی تا کہ ان لوگوں کا مقابلہ کیا جائے جو حضرت عیسیٰ کے ناسوت (بشری جنبہ) اور لاہوت (معنوی اور الٰہی جنبہ) کے منکر تھے۔ انہوں نے تاریخی حالات وواقعات پر خاصی توجہ دی اور حصولِ مقصد کے لیے یونانی فلسفہ سے بہت زیادہ مدد لی۔ ان کے دور میں قلاویون کا

Presented by Ziaraat.com

ایک گروہ موجود تھا جو حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کے منکر تھے۔ ان کے دور میں عامیانہ تخیلاتی داستانوں کا بہت رواج تھا۔ انھوں نے "اپوکریف" کے نام سے انجیل تالیف کی اور ان کے دور میں انجیل کے مختلف نسخے بڑی تعداد میں پائے جاتے تھے۔

انجیل کے قلمی نسخے

انجیل کا وہ نسخہ جو آج ہمارے پاس موجود ہے یہ ان نسخوں سے نقل ہوا ہے جو چوتھی صدی میں چمڑے پر لکھے گئے تھے۔ ان قلمی نسخوں میں سے ایک "ویٹکن" (vatican) کا نسخہ ہے جو ۳۲۸ء میں لکھا گیا تھا۔ اسی طرح نسخہ سینائی ہے جو تقریباً ۱۳۳ء میں لکھا گیا تھا اور نسخہ اسکندریہ پانچویں صدی کے بعد لکھا گیا تھا۔

اسکندریہ میں چار مشہور قلمی نسخے موجود تھے جنہیں "افرامی" نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان کا اصلی متن بہت مدہم ہو چکا ہے اور اس پر "مقدس عنادی" کی نصیحتیں درج ہیں لیکن اس کے باوجود محققین حضرات اس کا اصلی متن پڑھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

چوتھی سے دسویں صدی کے درمیان دیگر قلمی نسخوں کی تعداد ۴۰ ہے اور دوسرے قلمی نسخے آٹھ ہزار ہیں۔ ویٹکن سٹی (vatican city) اور اسی طرح برطانیہ اور پیرس کے میوزیم میں تین قلمی نسخے موجود ہیں جن میں اناجیل کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے اور یہ کوئی تیسری صدی کی بات ہے کہ جب "چسٹر بیٹی" (chester betti) نے انھیں کشف کیا اور ۱۹۵۶ء میں "مارٹن بورسر" (martin boursier) نے "پاپی روس" کے اوراق کشف کیے کہ جو انجیل یوحنا کے مکمل متن اور انجیل لوقا کے کچھ حصوں پر مشتمل تھے۔

علاوہ ازیں حضرت داؤدؑ کی کتاب "زبور" کوفی رسم الخط کے ساتھ یونانی متن کی

Presented by Ziaraat.com

صورت میں ۸۰۰ء میں "دیرسینا" میں دیکھی گئی۔ اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ اناجیل اربعہ پوری امانت وصداقت کے ساتھ مذکورہ بالا سفیران حق کے ذریعہ تدوین ہوئیں اور ان میں حضرت عیسیٰؑ کا مکمل زندگی نامہ شامل کیا گیا لیکن جناب یوحنا کی وفات کے بعد اناجیل کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا، کیونکہ ان کے بعد پروٹسٹنٹس (protestants) نے بعض عبارتوں کو باطل کہہ کر اس لیے حذف کر دیا تا کہ انجیل ان کے عقائد کے مطابق ڈھل جائے۔

عصر حاضر کی مسیحیت میں فقط پروٹسٹنٹس (protestants) کے کوئی ہزار فرقے ہیں اور ہر فرقے کی الگ الگ پرستان انجیل ہے جو دوسروں سے مختلف ہے۔ عالم مسیحیت کا ایک دور وہ بھی تھا جب لوتیروس کشیش نے کیتھولک (catholic) کے لوگوں کی غیر شرعی حرکات کی اصلاح کا نعرہ بلند کیا، کیونکہ کاتولیک لوگوں کے ساتھ خداوند متعال کی بخشش کا معاملہ کرتے تھے اس طرح کہ بہشت کا رسمی سرٹیفکیٹ جاری کرتے تھے جس کے بدلے انھیں بھاری معاوضہ ادا کیا جاتا تھا اور سرٹیفکیٹ "سند بخشش" کے نام سے مشہور تھی۔

اس بگاڑ کو ٹھیک کرنے کے لیے کشیش لوتیروس، پوپ کے پاس آیا اور بہشتی سرٹیفکیٹ کی ساری ظلم بھری داستان اس کے سامنے پیش کرتے ہوئے اصلاح کا تقاضا کیا لیکن کلیسا کے پادریوں کا بہشتی سرٹیفکیٹ والا دھندا اتنا عروج پر تھا کہ پوپ کو بھی اس کے خلاف آواز اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ لہٰذا پوپ نے بھی لوتیروس کشیش کا ساتھ نہ دیا۔ البتہ تیئیسواں یوحنا کہ جس کی وفات کو ۱۰ سال گزر رہے تھے۔ اگر اس کے دور میں لوتیروس (Loteros) یہ بات اٹھاتا تو شاید کامیاب ہو جاتا اور یوحنا بھی اصلاح کا حکم دے کر دین کو تفرقہ سے بچا لیتے لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا اور پادریوں نے اپنی لوٹ مار جاری رکھی۔

Presented by Ziaraat.com

لوتھروس کے بعد کالفن، مورمون، باپتیسٹ، سلیسٹ اور ان جیسے دیگر فرقے پیدا ہوئے۔ ان میں سے ہر فرقے نے اپنے اپنے عقیدے کے مطابق انجیل میں تحریف کی۔ بعض نے حضرت مریم علیہا السلام کے دامنِ عصمت کے پاک ہونے کی نفی کی اور بعض نے حضرت مریم علیہا السلام کے غار میں خواب دیکھنے کے تاریخی واقعہ کی نفی کی وغیرہ وغیرہ۔

جب یہ صورتِ حال پیش آئی تو کلیسا نے مسیحی علماء کی ایک جماعت تشکیل دی جو تمام اناجیل کی چھان بین کریں اور اصلی انجیل کے مطالب کو یکجا کریں اور حقیقی انجیل لوگوں میں متعارف کرائیں تاکہ جعلی اور من گھڑت اناجیل کو رد کیا جا سکے۔ چنانچہ اس جماعت نے اپنے کام کو انجام دیا اور تمام جعلی اناجیل کو رد کر دیا یہاں تک کہ انجیل برناباس کو بھی رد کر دیا اور اس کے متعلق یوں لکھا:

"یہ انجیل ایک ایسے شخص نے لکھی ہے جو دینِ مسیحیت چھوڑ چکا تھا اور توریت کا بہت مطالعہ رکھتا تھا اور اس نے مختلف علاقوں کے دینی، ثقافتی، تاریخی، جغرافیائی اور اجتماعی حالات یوں لکھے ہیں جیسے ان علاقوں کو نزدیک سے دیکھ چکا ہو"۔

علاوہ ازیں یوحنا اپنی انجیل کے آخر میں لکھتے ہیں:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام افعال و کردار اور اقوال و فرامین اتنے زیادہ ہیں کہ اگر انھیں جمع کیا جائے تو دنیا کی تمام کتابوں کی گنجائش سے کہیں زیادہ ہوں گے اور ان تمام کتابوں میں سما نہیں سکیں گے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ بلند مرتبہ نبی ہیں جو سہو و نسیان اور خطا و عصیان سے معصوم ہیں، تو پھر انجیلوں کا یہ خوفناک سیلاب کیوں آیا ہے کہ جن کی تطہیر کے لیے مجبوراً کلیسا کو علماء کی ایک کمیٹی بنانا پڑی، جس نے جعلی اور اصلی انجیلوں میں تمیز پیدا کی؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اناجیل کی تطہیر کے کام سے مسیحیت کے عقیدے میں کس چیز کا اضافہ

Presented by Ziaraat.com

ہوا؟ دینِ مسیحیت کے قوانین اور اس کے اسرار و رموز میں سے کون سی چیز حذف کی گئی؟ اور ان حذف شدہ چیزوں کا تعلیماتِ مسیحیت کے عروج و زوال میں کیا کردار تھا؟

یہ تمام سوالات انسان کے ذہن میں اٹھتے ہیں اور ان کا کوئی جواب بھی موجود نہیں ہے۔ سچے اور حقیقی مسلمانوں کی طرح ہم یقین رکھتے ہیں کہ موجودہ چار انجیلیں، حضرت عیسیٰؑ کے چار سچی شاگردوں سے نقل ہوئی ہیں اور مسیحیت کے لیے سب سے صحیح اور کامل یہی انجیلیں ہیں۔ ان کے علاوہ کسی انجیل پر کوئی اعتماد نہیں ہے۔ یاد رہے گذشتہ سوالات جو اٹھائے ہیں وہ فقط مسیحیت کی حقیقی معرفت اور حقیقی شناخت حاصل کرنے کے لیے تھے ورنہ ہم مسیحیت کے منکر نہیں ہیں۔

اگر موجودہ اناجیل میں کوئی واضح بات نہ ہوتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے نبی کی نہ فقط بشارت دی بلکہ ان کا نام بھی بتا دیا تو پھر یہ کہنا درست ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اشاروں کنایوں اور مثالوں کا سہارا لیا، جیسا کہ انجیل متی میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام باتوں کی وضاحت مثالوں کے ذریعہ کرتے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت عیسیٰ نے فرمایا:

> "اے لوگو! میری مثالوں پر توجہ دو اور میں اپنی زبان کو مثالیں بیان کرنے کے لیے کھولوں گا، تاکہ قدیم کے چھپے ہوئے رازوں کو واضح کروں"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ آسمانوں میں بسنے والی مخلوقات اور ان کے عالم ملکوت کو ایسی زراعت سے تشبیہ دیتے تھے کہ جس کی گندم کٹ چکی ہو وغیرہ وغیرہ۔ انبیاء، اولیاء، شہداء اور دیگر تمام سفیرانِ حق کو خداوند متعال نے ایسی نورانی و معنوی قدرت عطا فرمائی کہ جس کے ذریعہ وہ غیبی رازوں سے پردے ہٹا کر انھیں واضح کرتے تھے۔ جیسا کہ خداوند متعال نے فرمایا:

Presented by Ziaraat.com

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن ۲۶)

"خداوند متعال غیب کا علم رکھتا ہے اور وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر انبیاء میں سے جس کے لیے چاہے وہ ظاہر کر دیتا ہے"۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ عالم غیب کے دروازے انبیاء اور اولیاء پر کھلے ہیں اور وہ تمام بزرگ ہستیاں آئندہ کے مذہبی، تاریخی، اعتقادی، جغرافیائی اور سیاسی حالات کا علم رکھتے ہیں ۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ زبور داؤد، امثال سلیمانؑ، الواح تورات اور دیگر آسمانی صحیفوں میں ماضی، حال اور استقبال کے تمام حالات بیان ہوئے ہیں۔ بنا برایں اگر ایک آسمانی کتاب میں آئندہ کے حالات بیان ہوئے ہوں تو وہ نبی جس پر ایسی کتاب نازل ہوئی ہو، اسے بطریق اولیٰ ان حالات کا علم ہونا چاہیے۔

انجیل میں پیغمبرِ اسلام کا نام

آسمانی کتابوں قرآن، تورات اور انجیل میں جن بعض حوادث کا تذکرہ ہوا ہے وہ یہ ہیں: بت پرستی، سرزمین سدوم و عمورا، طوفانِ نوح، مختلف ادیان کا وجود میں آنا، قوم بنی اسرائیل کا دریائے نیل کو عبور کرنا، یروشلم (اسرائیلی دارالخلافہ) کا نابود ہونا، یہودیوں کا پراگندہ ہو کر دربدر ہونا، دریائے نیل کی طغیانی، براعظم اٹلانٹک (Atlantic) کا سیلابی طوفان میں زیر آب آنا، اسرائیل کا وجود، ترکی کے آتش فشاں، زمین سے تیل کا نکالا جانا، دجال کا ظاہر ہونا، بادشاہوں کے تخت و تاج اور ان کی حکومتوں کا نابود ہونا، ہوائی جہاز کی ایجاد، ایٹم بم کا انکشاف، انسان کا چاند تک پہنچنا، میڈیکل اور دیگر علوم کی پیش رفت، کفر اور بے دینی کا رواج، ان کے علاوہ بہت سے حوادث جو بشر کو پیش آچکے ہیں۔ مذکورہ آسمانی کتابوں میں ان حوادث کی پیشگوئیاں بھی ہوئی ہیں جو موجودہ صدی

Presented by Ziaraat.com

سے بیسویں صدی تک وجود میں آئیں گے۔ انجیل کو اگر ہم اس نگاہ سے دیکھیں تو وہ ہمیں آئندہ کی پیشگوئیوں کا ایسا عظیم خزانہ نظر آئے گی جس میں قیامت تک کے حالات موجود ہوں۔ انجیل میں غور وفکر کرنا غیبی خبروں میں غور وفکر کے مترادف ہے۔

خداوند متعال نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ انھیں قیامت تک کے تمام اُمور کا علم تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ پیروکار جو ان کی تعلیمات کے فریفتہ تھے اور ان کے پیغام پر ایمان لائے، وہ ان کے غیبی حالات وواقعات کے اشاروں کو خوب سمجھتے تھے۔

یاد رہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی تکمیل ہوئی اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت، مختتم رسالت عیسیٰ علیہ السلام کا سبب بنی۔ جس کی وجہ سے نظریۂ توحید رکھنے والوں کی سرحدوں میں اضافہ ہوا، اور یکتا پرستی میں پیش رفت ہوئی۔

ہم نے انجیل مقدس میں قرآن کریم کے متعلق اشارے دیکھے ہیں کہ ایک آسمانی کتاب نازل ہوگی جو آئندہ نسلوں کی ہدایت کرے گی، لیکن فریسیان جو حضرت عیسیٰ کے ہم عصر تھے اس کتاب ہدایت سے بہرہ مند نہیں ہوں گے۔ اس کے علاوہ یہ کہ نبی مرسلؐ کے علاوہ کوئی بھی وحیِ الٰہی کی وضاحت کرنے کا اہل نہیں ہوگا۔

جب یہودیوں نے اپنے کاہنوں کو یروشلم سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس اس لیے بھیجا تاکہ وہ ان کی ذاتی شناخت کے متعلق انھیں سے معلومات حاصل کریں تو حضرت یحییٰ علیہ السلام اور کاہنوں کے درمیان جو جو مکالمہ ہوا وہ توریت یوحنا باب اول میں موجود ہے، اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

کاہن: آپ کون ہیں؟

حضرت یحییٰؑ: میں مسیح نہیں ہوں۔

Presented by Ziaraat.com

کاہن: تو پھر کیا آپ ایلیا (علیؑ) ہیں؟

حضرت یحییٰ علیہ السلام: نہیں، میں ایلیا نہیں ہوں۔

کاہن: کیا آپ وہی (آخری) نبی ہیں؟

حضرت یحییٰؑ: نہیں میں وہ نبی نہیں ہوں؟

کاہن: جن یہودیوں نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے ہم انھیں جا کر کیا جواب دیں؟ اور آپ خود کون سے نبی ہیں؟ اپنے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

حضرت یحییٰؑ: میں تم جیسا ہوں تمہارے درمیان ایک "شخصیت" موجود ہے جس کی تم معرفت نہیں رکھتے اور ہمارے بعد ایک ایسے شخص (نبیؐ) آنے والے ہیں کہ ہم اس لائق بھی نہیں ہیں کہ ان کی نعلین مبارک کے جا کر تسمہ کھولیں۔ یاد رکھو! میں نہ مسیح ہوں، نہ ایلیا ہوں، اور نہ ہی پیغمبر خاتم"۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مکالمے کے دوران حضرت یحییٰ بن زکریا نے جو یہ فرمایا کہ تمہارے درمیان ایک شخصیت موجود ہے جس کی تم معرفت نہیں رکھتے، اس شخصیت سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح ہیں لہٰذا حضرت یحییٰ علیہ السلام کے کلام میں، عیسیٰ مسیح کا ذکر آیا ہے اور پھر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی خوش خبری دی۔ اس کے علاوہ بھی کتاب مقدس انجیل میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اشارے پائے جاتے ہیں اور اسی طرح جگہ جگہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرے بھی موجود ہیں۔

الحمد للہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو پڑھا اور سمجھا اور وہ اہداف کہ جن کی خاطر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے انھیں دل و دماغ میں جگہ دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت اور فرامین میں غور و فکر کیا۔ میری بات اور میری سوچ کتاب مقدس انجیل سے آگے نہیں بڑھے گی، کیونکہ میں اپنی تاویلات کو کتاب مقدس کی آیات پر تھوپنا نہیں چاہتا، بلکہ انجیل میں رسالتِ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو آیات ہیں، میں

Presented by Ziaraat.com

انھیں دل و جان سے قبول کرتا ہوں۔ متنِ انجیل سے مطالب و استنباط کرنے کے لیے شک و تردید سے باہر آنا ہوگا اور یہ کام ایک ایسا اہلِ منطق شخص ہی کر سکتا ہے جو شجاع و بہادر، زندہ و روشن وجدان کا مالک ہو ایسا شخص جو اپنے تجزیوں کے متعلق پُر اعتماد ہو۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر اعتماد ان کے عشق و محبت کا نتیجہ ہو یا کسی دوسرے کے بغض و کینہ کا نتیجہ بلکہ حبّ و بغض سے بالاتر ہو کر آسمانی صحیفوں کی تعلیمات کا نتیجہ ہے کیونکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ہم انبیاء کی شریعتوں کو ختم کرنے آئے ہیں، بلکہ ہم ان کی شریعتوں کو کامل کرنے آئے ہیں"۔

اسلام اور مسیحیت میں مشابہت

اگرچہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ تمام اَدیان بشر کی ہدایت کے لیے آئے ہیں لیکن یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ تمام اَدیان اور تمام آسمانی کتابوں کا نتیجہ دین مبین اسلام ہے۔ اسی دین پر آکر تمام اَدیان اور تمام کتابیں ختم ہو جاتی ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوری بشریت کو خطاب کر کے کہا:

"میں اس لیے نہیں آیا کہ کہ دین کی کسی چیز کو کم کروں بلکہ اس لیے آیا ہوں تا کہ دین کو مکمل کروں"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اس بیان سے لوگوں کو سمجھا دیا کہ وہ توحیدی دین کی تکمیل کے لیے آئے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن نے بشر کو کیا پیغام دیا ہے؟

قرآن حکیم نے فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۚ (المائدہ:۵)

Presented by Ziaraat.com

"آج میں نے دین کو تمہارے لیے کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر
تمام کر دیا اور میں اس پر راضی ہوں کہ تمہارا دین اسلام ہو"۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ توحیدی اَدیان میں آیا تھا وہ سب کا سب اسلام میں موجود ہے۔ اسلام کے آنے سے تمام اَدیان کی تکمیل ہو گئی۔ یہ جو آیت کے پہلے مرحلے میں کہا گیا: "آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا"۔ اس سے کیا مراد ہے؟

اس جملے سے اس بات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ دین اس سے پہلے بھی موجود تھا لیکن نامکمل تھا۔ جو آج مکمل ہو رہا ہے۔ یہودیت اور مسیحیت اپنے زمانے میں ایسے روحانی و معنوی طبیب تھے، جنہوں نے انسانیت کو ہلاکت سے نجات دی اور خطاؤں سے دُور رکھا۔ اُدھر اسلام کا ظہور ہوا تو اس نے ان کی تکمیل کر دی اور دلوں کو معنوی غذا فراہم کی اور جن بیماریوں سے دل مردہ ہو جاتے ہیں ان سے انسان کو نجات دی۔ پس مذکورہ تینوں اَدیان اپنے ہمراہ رحمت لے کر آئے تا کہ لوگ بلا استثناء خدا کی عبادت کریں اور کسی قوم کو مستثنیٰ قرار نہ دیا بلکہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ

"اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو"۔

یعنی تمام انسانوں کو بلا استثنا عبادت کی دعوت دی۔ آسمانی اَدیان نے بشر کو سمجھایا کہ خداوند متعال یکتا ہے اور انبیاء ان کی ہدایت کے لیے الٰہی اَدیان لے کر آئے ہیں اور یہ قرآن حکیم کی اس آیت کا مصداق ہے جس میں خداوند متعال نے ارشاد فرمایا:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ

Presented by Ziaraat.com

يُنِيبُ ۝

"خدا نے تمہارے لیے دین کا وہی دستور معین کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا" (الشوریٰ:۱۳)

آپ نے دیکھا اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ انبیائے کرام دین کے ہادی ہیں۔ اسی مضمون کی ایک اور آیت کریمہ ملاحظہ کیجیے:

وَلَا تُجَادِلُوٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

"اہل کتاب کے ساتھ اچھی زبان میں گفتگو کرو مگر ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے تم پر ظلم کیا، اور تم کہو ہم ایمان لائے ہیں اس پر جو ہم پہ نازل ہوا اور جو تم پر نازل ہوا تمہارا اور ہمارا خدا ایک ہے اور اس کے سامنے ہم سب سر تسلیم خم ہیں"۔ (العنکبوت:۴۶)

توجہ فرمایئے! مذکورہ آیت میں دو جملے بہت اہم ہیں:

۱۔ جو کچھ ہم پر نازل ہوا اور تم پر نازل ہوا ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔

۲۔ تمہارا اور ہمارا خدا ایک ہے۔

آیت کریمہ کے مذکورہ جملے خداوند متعال کی توحید پر بہترین دلیل ہیں نیز اس بات کی دلیل ہیں کہ تمام ادیان مساوی ہیں اور یہ کہ تمام ادیان کی وحی میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور مزید یہ کہ مسیحیت و اسلام میں اتحاد و یگانگت پائی جاتی ہے۔ مزید سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۸۲، ۸۳ ملاحظہ کیجیے:

Presented by Ziaraat.com

"اہلِ ایمان میں سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے آپ ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں ہم مسیحی ہیں اس لیے کہ ان میں بعض دانا اور متقی لوگ موجود ہیں اور وہ حق کے مقابلے میں سرکشی نہیں کرتے۔ جب بھی وہ پیغمبر پر نازل ہونے والی آیات کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھوں کو دیکھیں گے کہ وہ شوق و محبت کے آنسو بہا رہی ہوتی ہیں اور جس حقیقت کو انھوں نے دریافت کیا ہے اس کے سبب وہ کہتے ہیں: پروردگار! ہم ایمان لائے ہیں اور ہمارا نام ایمان کی گواہی دینے والوں میں لکھ دے"۔

توجہ کیجیے اس آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایک مسلمان کا اسلام اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت پر ایمان نہ لائے اور ایک مسیحی کی نصرانیت اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی جب تک وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان نہ لائیں۔

اس آیت کو ملاحظہ کیجیے:

"اگر خداوند چاہتا تو سب کو ایک اُمت بنا دیتا لیکن جو چیز تمہارے پاس آتی ہے اس کے متعلق خداوند تمہیں آزمانا چاہتا ہے" (مائدہ)

اس آیت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ قرآن نے کسی دین یا کسی شریعت کی نفی نہیں کی بلکہ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ جو ادیان کے آئین و قانون میں "ظاہری" سا اختلاف پایا جاتا ہے اس کی مثال دریا کی مختلف لہروں جیسی ہے۔ سب کی سب لہریں ایک دفعہ سمندر میں جا کر یکجا ہو جاتی ہیں اور یہ لہریں حقیقی معنی میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں بلکہ اس کی مثال ان متعدد ستونوں جیسی ہے جو مل کر ایک چھت کا بوجھ اُٹھاتے ہیں اور اسے اپنے مقام پر محفوظ رکھتے ہیں۔ مختلف ادیانِ الٰہی،

Presented by Ziaraat.com

ان کی تعلیمات اور ان کے مقدمات اور ان کے الگ الگ آئین وقانون ایسے ہیں جیسے ایک چھت کے مختلف ستون ہوں یا ایک دریا کی مختلف لہریں ہوں۔

مسیحی علماء کی ایک جماعت نے مسیحیت کا دیگر ادیان کے ساتھ موازنہ کرنے کی خاطر تین توحیدی ادیان (یہودیت مسیحیت اور اسلام) پر تحقیق کی ہے اور ان کے درمیان پائے جانے والے مشترکات کا اعلان کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

① خدائے واحد لاشریک کی پرستش کی دعوت۔

② روح کا ہمیشہ ہونا۔

③ آخرت اور آخرت کی سزا و جزا۔

④ خداوند متعال کا خالق ہونا۔

⑤ اخلاقی فضائل و کمالات۔

⑥ زکات وصدقات۔

⑦ نیک کام۔

⑧ فرشتوں اور شیاطین کا وجود۔

⑨ امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔

⑩ ایک دوسرے کے ساتھ نیک رفتاری۔

⑪ قتل، چوری اور جھوٹی گواہی کا حرام ہونا۔

⑫ والدین کا احترام۔

مسیحی علماء کی مذکورہ جماعت نے مزید کہا:

اسلام اور مسیحیت کے انداز معاشرت میں کافی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے مثلاً انجیل میں آیا ہے: "اپنے دشمن سے محبت کرو"۔

اُدھر قرآن حکیم میں یوں آیا ہے:

Presented by Ziaraat.com

"اچھائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتے تم برائی کا جواب اچھائی میں دو،
تا کہ تمہاری دشمنی حقیقی دوستی میں بدل جائے" (فصلت: ۳۴)

آپ نے دیکھا کہ دونوں کتابوں نے ہمیں محبت اور دوستی کی دعوت دی ہے، اور پھر دونوں کتابوں نے غور وفکر کی دعوت بھی دی ہے ۔اسی طرح تخلیقِ انسان کے متعلق دونوں کتابوں نے ایک بات کی ہے کہ اس کی تخلیق چھے روز پر مشتمل ہے اور ساتویں روز اس کی تخلیق مکمل ہوئی۔ جو شخص ان دونوں کتابوں سے آگاہی رکھتا ہے اسے حالات و واقعات کے اعتبار سے ان میں کافی حد تک مشابہت نظر آئے گی جیسا کہ آدمؑ کے خلیفۃ اللہ کے عنوان سے زمین پر اترنے والی داستان ۔یہ داستان دونوں کتابوں میں بیان ہوئی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ارادۂ خداوندی یہ ہو کہ لوگوں کو سب سے پہلے انجیل اور پھر قرآنِ حکیم کے ذریعہ توحید پرستی کی دعوت دی جائے۔

ادیان کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کے باوجود ہمیشہ "اسلام" ہی بشر کا مشترکہ دین رہا ہے ۔دین اسلام وہی دین ہے جس کی ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو اور انھوں نے حضرت یعقوبؑ کو سفارش کی۔ قرآنِ کریم میں آیا ہے:

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنۢ بَعْدِى ۖ قَالُوا۟ نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ ءَابَآئِكَ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ ۝

"جب یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا: میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ سب نے جواب دیا، تیرے اور تیرے آباؤ اجداد حضرت ابراہیمؑ، اسماعیلؑ و اسحاقؑ کے خدا کی پرستش کریں گے وہی ذات یکتا ہے اور ہم سب اسی کے سامنے سر جھکائیں گے"۔ (البقرہ: ۱۳۳)

Presented by Ziaraat.com

اُمتِ ابراہیمؑ کی ہدایت کا واحد ذریعہ اسلام ہے جس کے ابراہیمؑ و اولادِ ابراہیمؑ علمدار تھے۔ قرآن نے کیا خوب فرمایا:

"ہم انبیاء کے درمیان کوئی فرق نہیں دیکھتے۔ کیونکہ وہ تمام خداوند متعال کے سامنے سر جھکاتے تھے اور ان تمام پر اسلام کا رنگ چڑھا ہوا تھا اور جو لوگ اس مطلب پر ایمان لائے ہیں وہ ہدایت یافتہ مومن ہیں۔ وہ خداوند متعال کے متعلق عداوت یا تعصب سے بات نہیں کرتے بلکہ وہ خداوند متعال کو فطرتِ الٰہیہ کی بنیاد پر مانتے ہیں اور اس میں انہیں کوئی اختلاف نہیں ہے"۔ (کتاب تفسیر قرآن ڈاکٹر اسعد علی)

یہ جو مذکورہ عبارت میں فطرتِ الٰہیہ کا لفظ آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ خداوند متعال نے نسل آدمؑ سے انبیاء کا ایک کاروان بھیجا جو یکے بعد دیگرے اپنا اپنا پیغام لے کر آئے۔ قرآن مجید میں آیا ہے:

اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

"بے شک اللہ نے آدمؑ، نوحؑ، آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمرانؑ کو عالمین پر برگزیدہ فرمایا ہے، وہ اولاد جو ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے"۔ (آل عمران ۳۳-۳۴)

مسئلہ تثلیث

رسالتِ محمدیؐ کے دوران نظریہ توحید اپنے عروج کو پہنچا (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) اور مسیحیت میں بھی نظریہ توحید پایا جاتا ہے، اگرچہ اپنے ابتدائی مرحلے میں ہی سہی، جیسا کہ انجیل میں وارد ہوا ہے:

Presented by Ziaraat.com

"وحدہٗ لاشریک معبود پر ہم ایمان لائے ہیں جو زمین و آسمان کا محافظ ہے اور ہر اس چیز کا جو نظر آتی ہے یا نظر نہیں آتی"۔

لیکن تثلیث کا نظریہ یعنی باپ بیٹا اور روح القدس یہ ایک مجازی تعبیر ہے۔ جیسا کہ مجاز لفظی کے طور پر سورج کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سورج آگ، نور اور حرارت کا مرکب ہے۔ یعنی یہ تین چیزیں ہوں تو سورج بنتا ہے اور انہی عناصر ثلاثہ کے ذریعے سورج کی پہچان ہوتی ہے۔ ان کے سوا سورج کا کوئی وجود نہیں ہے۔

خداوند متعال کا یکتا (وحدہٗ لاشریک) ہونا ایسی حقیقت ہے جس کی تعلیم کتاب مقدس دیتی ہے جیسا کہ خداوند متعال کا فرمان ہے:

"میں اول و آخر ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے"۔

حضرت عیسیٰ مسیح نے بھی اسی حقیقت کو یوں واضح کیا:

"ہمارا پروردگار ہمارا خدا ہے اور ہمارا پروردگار واحدہٗ لاشریک ہے"۔

حواریین نے بھی حضرت عیسیٰ سے یہی درس سیکھا اور اسی کی تبلیغ و ترویج کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ نے جب جناب پولس کو تبلیغ کے لیے "افسس" شہر کی طرف بھیجا تو انھوں نے جا کر لوگوں سے کہا:

"سب کا پروردگار ایک ہے، ایمان ایک ہے اور معبود ایک ہے جو ہر چیز سے بالاتر ہے۔ ہر چیز کے ساتھ ہے اور ہر چیز میں ہے" اور کورنتس شہر کے لوگوں سے یوں کہا: "ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں بت کی کوئی قدرت نہیں ہے اور ایک خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے"۔

ابتدائی دس وصیتوں میں فرمانِ خدا اس طرح وارد ہوا ہے:

میں تیرا خدا اور تیرا پروردگار ہوں، آسمان کے پروردگار کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.com

جناب لوقا نے لکھا:

"اپنے خدا اور اپنے پروردگار کو سجدہ کرو اور فقط اسی کی بندگی کرو"۔

چونکہ انسان کی عقل محدود ہے اس لیے ذاتِ خداوندی کو درک نہیں کر سکتا اور اس کی حقیقت و ماہیت کے رازوں سے آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔ پس خدا نے چاہا کہ اس کی ذات کی معرفت حاصل کی جائے تو اس ذاتِ لازوال نے انبیاء کے ذریعہ بشر سے گفتگو کی۔ جب ایک گروہ نے حقیقت کا انکار کیا تو بزرگانِ کلیسا نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عقیدۂ تثلیث کو محدود کیا جائے اور پھر انھوں نے خدا کا معنی سمجھانے کے لیے دو لفظوں 'اقنوم' اور 'طبیعت' کے ذریعہ خداوند متعال کو یاد کرنا شروع کیا اور ہر دعا سے پہلے کہتے تھے:

"باپ، بیٹے، روح القدس اور واحدِ لاشریک خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں"۔

توریت میں مذکورہ تین اقانیم کی طرف اشارے ہوئے ہیں لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اقانیم ثلاثہ سے مافوق ایک طاقت حتماً موجود ہے جس نے انھیں بشر کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔

رہا یہ سوال کہ اقانیم ثلاثہ کا (ذاتِ خدا کی) اس طاقت سے کیسا رابطہ ہے؟ علم الٰہیات کے محقق علماء اس کی یوں مثال دیتے ہیں کہ مثلث اسے کہتے ہیں جس کے تین مساوی اضلاع ہوتے ہیں اور ہر زاویہ دو ضلعوں کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ زاویے جہاں ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں وہاں ایک دوسرے سے ملے ہوئے بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا خداوند متعال کا اقانیم ثلاثہ کے ساتھ اسی طرح کا ایک تعلق ہوتا ہے کہ خدا ان سے جدا بھی ہے اور ان کے ساتھ بھی ہے۔

کتاب لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

Presented by Ziaraat.com

آخر میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی اسلامی شخصیت پر کتاب لکھنا بھی تھی تو وہ امام حسینؑ پر کیوں لکھی گئی کسی دوسری شخصیت پر کیوں نہ لکھی گئی؟

جواب دینے سے پہلے ہم سوال کرتے ہیں کہ آخر امام حسین علیہ السلام پر کتاب کیوں نہ لکھی جائے؟ پرچم حق کی سربلندی سے کسی کو کیوں تکلیف ہوتی ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص آسمانی اَدیان پر ایمان رکھتا ہو لیکن حسین بن علیؑ سے محبت نہ کرتا ہو؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنا حصہ قرار دیا ہے (حُسَیْنٌ مِنِّی) اور اپنے آپ کو ان کا حصہ (وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ) کیا یہ ممکن ہے کہ ایک انسان، بالخصوص ایک مسیحی ایسے مومن کو نظر انداز کر دے جس کے دل میں شہادتِ حسینؑ کی وجہ سے کبھی ختم نہ ہونے والی حرارت پائی جاتی ہو؟

نہیں نہیں ایسا بالکل ممکن نہیں، کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ حَرَارَةً فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَبْرُدُ أَبَداً

"قتل حسینؑ کی وجہ سے مومنین کے دل میں حرارت ہوتی ہے جو کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی"۔

وہ کیسا انسان ہے جو حسینؑ جیسے مظلوم کو دوست نہ رکھتا ہو؟ حالانکہ ان کی دوستی سے دل کو اطمینان اور وجدان کو سکون ملتا ہے کیونکہ امام حسینؑ ایسے باکمال انسان ہیں کہ خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شخصیت سازی کی، جو شخص امام حسینؑ کی معرفت رکھتا ہے وہ حق کے معاملے میں کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔ کبھی سستی کا مظاہرہ نہیں کرے گا اور ہمیشہ حضرتؑ کا دل دادہ عاشق رہے گا اور اس عشق و محبت کی وجہ سے خاندانِ رسولؐ کی محبت کو پالے گا، کیونکہ قرآن میں آیا ہے:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

"اے میرے رسولؐ! لوگوں سے کہہ دیں: اپنے قرابتداروں کی محبت

Presented by Ziaraat.com

تم سے تعویذ یا تعویذ رسالت چاہتا ہوں"۔

لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کتاب لکھنے کی سوچ آپ میں کب اور کیسے پیدا ہوئی؟ میں انھیں یہ جواب دیتا ہوں کہ حادثۂ کربلا سے مکمل آگاہی کے لیے میں نے عادت بنائی تھی کہ اپنے چوبیس گھنٹوں میں سے دو گھنٹے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ گزاروں، تاکہ ان کی ولولہ انگیز ملکوتی شخصیت سے آگاہی حاصل ہو۔

کچھ عرصہ مطالعہ کرنے کے بعد میرے اندر ایسا عقیدہ پیدا ہوا جس کا میرے سابقہ فکری نظریات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ جب میں مطالعات کر رہا تھا اور کتاب لکھ رہا تھا تو اس وقت بڑی شدت سے مجھے احساس ہوا کہ مسلمان تاریخ نویسوں نے نواسۂ رسولؐ کی شخصیت کے خصوصی پہلو ذکر کرنے میں کوتاہی کی ہے۔ جس کی علت شاید یہ ہوسکتی ہے کہ انھوں نے مسلمان اور امام حسینؑ کے ارادت مند ہونے کے ناطے ان کی عمومی زندگی پر تحقیق کی ہے لیکن اگر وہ غیر جانبدار ہو کر تحقیق کرتے تو شاید اس سے کہیں زیادہ حقائق سامنے آتے۔

ابوالشہداءؑ کی زندگی کے متعلق دو سال مطالعہ کرنے کے بعد میں نے بکھرے ہوئے اپنے افکار و آراء کی ترتیب و تدوین شروع کی جس پر ایک سال لگا جس کے نتیجے میں یہ کتاب سامنے آئی جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس طرح وہ افکار و الہامات جو خدا کے لطف و کرم سے حاصل ہوئے تھے آپ پڑھنے والوں کی خدمت میں پیش کرنے کا موقع ملا۔

اب جب میں تصحیح کی خاطر کتاب کا دوبارہ مطالعہ کر رہا ہوں تو یہ بات اچھی طرح مجھ پر واضح ہو رہی ہے کہ کتاب تحریر کرتے وقت خدائی الہامات میرے شامل حال رہے نیز ذاتی احساسات و جذبات نے بھی اپنا اثر دکھایا، جس پر میں ذاتِ الٰہی کا شکر گزار ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ کام جگر گوشۂ رسولؐ کے صدقے انجام پایا ہے ورنہ

Presented by Ziaraat.com

ممکن نہیں تھا۔

یہ الہامات ہمیشہ اور ہر حال میرے ہمراہ رہے اور ان سے میری تشویق ہوتی رہی۔ اس کے علاوہ امام حسینؑ جیسی خوب صورت وخوب سیرت ذات سے پھوٹنے والی عطر وعنبر کی خوش بونے میرے پورے وجود کو گھیرے میں لیے رکھا۔ خلاصہ یہ کہ یہ الہامات کتاب کے تکمیلی مراحل تک میری مدد کرتے رہے۔

انداز تحریر

جب میں نے یہ کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تو انداز تحریر کی بات سامنے آئی۔ میں نے طے کیا کہ شخصیت امام حسینؑ کو تجزیاتی اور موضوعاتی انداز سے پیش کیا جائے۔ پھر میں نے اپنے آپ سے پوچھا کہ کتاب کس زبان میں لکھوں؟ کیا تاریخی اصطلاحات کو بروئے کار لاؤں تاکہ میری کتاب تاریخ کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے؟ یا ادبیانہ زبان میں لکھوں؟ یا فلسفیانہ زبان سے مدد لوں؟

بالآخر اس نتیجے تک پہنچا کہ آسان اور سادہ زبان میں لکھوں، کیونکہ جس موضوع پر لکھنا چاہتا ہوں وہ انتہائی سادہ اور آسان ہے اور وہ ہے شخصیت امام حسینؑ کہ جو اسی طرح واضح ہے جس طرح حق واضح ہے اور اسی طرح روشن ہے جس طرح سورج کا نور روشن ہے، لہٰذا وہ زبان جو ان صفات کو واضح کرے وہ انتہائی سادہ اور آسان ہونی چاہیے۔ جس کتاب کی زبان ایسی ہو، اس میں ادبیات اور مقالہ نگاری کی دونوں خوبیاں خود بخود آجاتی ہیں۔

جب خداوند متعال نے قربانی کے لیے حضرت اسماعیلؑ کو منتخب فرمایا اور حضرت ابراہیمؑ نے وحی کے مطابق قربانی کے لیے اپنے لخت جگر کو زمین پر لٹایا اور چھری چلائی تو خداوند متعال نے اپنی قدرت کاملہ سے اسماعیلؑ کو نجات دی۔ قابل توجہ طلب بات یہ ہے کہ

Presented by Ziaraat.com

جو خدا ذبحِ اسماعیلؑ پر راضی نہ تھا وہ قتلِ حسینؑ پر راضی ہو سکتا ہے؟ وہ حسینؑ جو صادق و امین تھے اور سنتِ رسولؐ پر کاربند تھے ان کے قتل پر خداوند متعال کتنا غضب ناک ہوا ہوگا؟

شہادتِ امام حسینؑ کا واقعہ اس لائق ہے کہ اُمت اس کا غم منائے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اُمت کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آئے۔

امام حسینؑ نے اپنی پاک و پاکیزہ جان کو کمالِ بشریت پر فدا کیا، تاکہ دینِ خدا کو عزت حاصل ہو جائے، یہ ایسی قربانی ہے جس سے بشریت کو عزت و سربلندی حاصل ہوئی۔ خدا کا یہ وعدہ حتمی ہے کہ "نورِ خدا کامل ہو کر رہے گا"۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الشُّهَدَاء

"سید الشہداء پر سلام ہو"۔

اَلسَّلَامُ عَلَیهِ یَوْمَ وُلِدَ

"سلام ہو اس دن پر جس دن وہ پیدا ہوئے"۔

اَلسَّلَامُ عَلَیهِ یَوْمَ یَمُوْتُ

"ان پر سلام ہو اس دن جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوں گے"۔

اَلسَّلَامُ عَلَیهِ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا

"ان پر سلام ہو اس دن جب وہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے"۔

والسلام علیکم!

انطون بارا

دمشق 1979-07-7

Presented by Ziaraat.com

فصلِ دوم

قیامِ امام حسین علیہ السلام کا سبب؟

شہادتِ امام عالی مقام جیسا کوئی اور دل خراش واقعہ، جدید و قدیم تاریخ نے نہیں دیکھا کہ جس کے ساتھ اتنی زیادہ انسانی ہمدردیاں ہوں۔ جس میں انسانیت کے لیے اتنا بڑا درس ہو۔ اُمت اسلامیہ کے لیے جہادِ حسینؑ ایک انقلابی تحریک ہے جس کی بنیاد انسانی وجدان اور انسانی ضمیر ہے۔ اگر یہ انقلاب وجود میں نہ آتا تو اسلامی حقائق چھپ جاتے اور اسلام حقیقی دین اور جاندار مذہب نہ ہوتا اور ایسا ایمانی عقیدہ نہ ہوتا جو ہر مسلمان کے وجدان و ضمیر کی آواز بن جائے بلکہ ایک نمائشی اور بے روح دین ہوتا۔

تحریکِ حسینؑ ایک ایسا بنیادی انقلاب ہے جس سے بیدار قوموں نے جھوٹی حکومتوں اور مکار حکمرانوں کو پہچان لیا۔ جس کے سامنے ظالم اُموی حکومت کی طاقت ور فوجیں بے بس ہو گئیں اور ان میں لوگوں کے حقوق پامال کرنے کی ہمت نہ رہی۔

تحریکِ حسینؑ ایک حقیقی انقلاب ہے جس کا دیگر انقلابات سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ انقلاب اتنا عظیم ہے کہ اسے بشری معیار پر نہیں پرکھا جاسکتا اور چند محدود الفاظ و اصطلاحات میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

انقلاب امام حسین علیہ السلام اتنا بلند ہے کہ جس کی بلندی تک کوئی انقلاب نہیں پہنچ سکتا، اس لیے کہ انقلابِ امام حسینؑ کے سوا اور کون سا انقلاب ہے جس میں قربانی دینے والے لوگ خاندانِ رسولؐ سے ہوں بلکہ خاندانِ رسولؐ کے بہترین، برترین اور چنے ہوئے لوگ ہوں؟

Presented by Ziaraat.com

کون سا انقلاب ہے جو اُمت نبی کی حفاظت کے لیے برپا ہوا ہو؟

○ اور کون سا انقلاب ہے جو مسلمانوں کے عقیدے کی پاسداری کے لیے وجود میں آیا ہو؟

○ اور کون سا انقلاب ہے جو سنت نبویؐ کی تائید و تصدیق کے لیے اور ذاتِ نبیؐ کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے برپا ہوا ہو؟

ہاں! یہ انقلابِ کربلا ہے جو مذکورہ اُہداف کی خاطر برپا ہوا۔ قیامِ امام حسینؑ کو جب تک ہم ایک تحریک کے عنوان سے دیکھتے رہیں گے اس کی عظمت کو نہیں سمجھ سکیں گے۔ وہ تحریکیں جنہوں نے تاریخ کو اپنی طرف متوجہ کیا اور قوموں کو تبدیل کر دیا، عام طور پر ان کی شناخت مدتِ قیام سے ہوتی ہے کہ قیام کتنے عرصہ تک جاری رہا؟ یا ان کی شناخت ان کے اُہداف سے ہوتی ہے کہ ان کا ہدفِ قیام کیا تھا؟ یا پھر اس سے کہ معاشرے کے افراد ان تحریکوں پر کتنا یقین رکھتے ہیں؟ لیکن تحریکِ کربلا کا معیار فقط اور فقط امام حسینؑ کی ذاتِ والا صفات ہے۔ اس تحریک کی شناخت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے وجود میں لانے والی ہستی ذاتِ حسین ابن علیؑ ہے۔

انسانی تاریخ میں جو بڑے بڑے انقلاب برپا ہوئے، یہ حسینیؑ انقلاب ان سب سے زیادہ قابلِ اعتماد ہے اور یہ ایسا بے مثال انقلاب ہے جو ہمیشہ رہے گا جس طرح اس کا رہبر ہمیشہ رہے گا۔

تمام اَدیانِ عالم کی تاریخ میں صرف یہی انقلاب ہے جو دین و شریعت کے عنوان سے وجود میں آیا ہے۔ عقیدے اور اہمیت و عظمت کے اعتبار سے اس انقلاب کو خاص مقام حاصل ہے۔ یہ انقلاب لوگوں میں انقلابی روح پیدا کرتا ہے اور اس انقلاب کی عظمت و محبت مسلمانوں کے سینوں میں موجزن ہے۔ اس انقلاب نے مسلمانوں کو بتایا کہ جنگ ہو یا صلح ہر حال میں اپنی عظمت اور عزتِ نفس کو برقرار رکھیں، نیز دین کے

Presented by Ziaraat.com

نام پر ظاہر ہونے والے فتنوں کے مقابلے میں ایک مسلمان مضبوط پہاڑ کی مانند ہو اور شرک وکفر کے مقابلے میں اپنے عقیدے کا یوں دفاع کرے کہ گویا ایک قدرت مند فوج ہے۔ یہ قیام لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ کفر، شرک اور فتنہ انگیزی کے پرچم سرنگوں کیے جائیں۔ گمراہی کے ستون گرائے جائیں۔ دین وشریعت کے دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ دین کو کھلونا سمجھنے والوں اور دین کا مذاق اُڑانے والوں کا راستہ روکا جائے۔

قیامِ حسینیؑ اس اعتبار سے بے مثال ہے کہ مسلمان کے افکار پر اس کی حکومت تھی۔ وہ افکار جن پر اسلام کے دشمن اور ظالم حکمران مسلط تھے۔ ان باطل افکار کو نیست ونابود کرنے کے لیے ایک نوری دھماکے کی ضرورت تھی۔ جس سے باطل افکار کی تاریکی نور میں بدل جائے اور یہ ہدف نہضت حسینیؑ سے حاصل ہوا۔ اسی وجہ سے امام حسینؑ اور قیام حسینؑ کی محبت اس نسل سے لے کر آج تک کی نسلوں میں قائم ودائم ہے۔

نہضتِ حسینیؑ دَر حقیقت مدرسۂ حسینیؑ ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا اس لیے کہ اس میں اول سے آخر تک بات صرف انسانیت کی ہے۔ ان لوگوں کی انسانیت جو اپنی انسانیت سے دُور جا چکے تھے اور اب اپنے خدا کے ہاں واپس آنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جب تک انسانیت باقی ہے حسینیت باقی ہے۔

اسی ہدف کے حصول کے لیے امام حسینؑ کا جسم خاک وخون میں غلطاں ہوا، اور آپ کی زندگی کا اختتام شہادت پر ہوا۔ یہ بے مثال شہادت مسلمانوں کے ذہنوں میں نقش ہو گئی ہے۔ جس سے انسانی افکار ونظریات میں نئے باب کا اضافہ ہوا۔ یہ قیام ایسا قیام تھا جو غیر خدا کی پرستش، غلامی وبردگی اور خطا ولغزش سے پاک تھا۔

وہ سنہری حروف سے لکھا گیا، تاکہ انسان کے وجدان کو مضبوط ومستحکم کرے۔ حسینی نہضت، اخلاقی نہضت تھی اسی لیے یہ ہمیشہ باقی رہے گی۔ قیامِ امام حسینؑ نے مسلمانوں کے لیے جدید اخلاقی باب کھولے اور مسلمانوں کو یہ درس دیا کہ خطرناک

Presented by Ziaraat.com

ترین حالات میں جب انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو اس وقت جان لٹا دینا لازم ہوتا ہے، تا کہ انسانیت بچ جائے نیز مسلمانوں کو یہ درس دیا کہ شہادت سے انسان خوش بخت ہوتا ہے بد بخت نہیں ہوتا اور یہ کہ ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا ذلت ہے اور عزت کی زندگی سے ذلت کی موت بہتر ہوتی ہے۔

یہ انقلاب کربلا کے ابتدائی اہداف تھے کہ جنہیں معلم انقلاب حضرت امام حسینؑ نے معین فرمایا تا کہ نادان لوگ اس پر عمل کریں۔

یہ انقلاب اس لیے برپا ہوا تا کہ لوگوں میں عدالت قائم ہو جائے ،اور اس انقلاب کے صدقے معاشرے پر رحمتِ خدا نازل ہو۔

اگر نہضت حسینی کو اجتماعی اور نفسیاتی اعتبار سے دیکھا جائے تو اس میں بے شمار اخلاقی و اجتماعی درس نظر آتے ہیں۔

بنو اُمیہ کی حکومت اور اس کے ظالم کارندوں نے اس وقت ایک ظالمانہ سیاسی نظام قائم کر رکھا تھا، جو اُمت اسلامیہ اور اس کے قیام کے درمیان بڑی رکاوٹ تھا اور روز بروز اس ناپاک نظام کی ناپاک فکر لوگوں میں پھیلتی جا رہی تھی۔اس دور کے مسلمان اصحابِ کہف جیسے لمبے خواب میں چلے گئے تھے اور وہ انقلابی ارادے جو آغاز بعثت میں دین داری کی علامت تھے آہستہ آہستہ سست ہونے لگے اور پھر انقلابی ارادوں کا سُست ہو جانا ایک اجتماعی اور نفسیاتی آفت میں بدل گیا جس سے عقیدۂ اسلامیہ کے لیے شدید خطرات پیدا ہو گئے۔

یہ آفت انسان کے اندر سے گویا بول بول کے کہہ رہی تھی کہ تو اپنی، اپنے مفادات کی اور اپنے اجتماعی مقام و منصب کی حفاظت کر، تجھے دوسروں سے کیا غرض؟

اور یہ آفت جہاد و قیام کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی ،اس لیے کہ یہ ممکن نہ تھا کہ انسان ہوائے نفس کے تابع رہ کر اور دنیا کے زرق برق کی محبت دل میں

Presented by Ziaraat.com

رکھ کر حق کی خاطر جنگ کرے۔ پورے معاشرے کی اس صورتِ حال کے پیش نظر لوگ مجبور تھے کہ معاشرے کے ہم رکاب ہو کر چلیں۔ اس طرح کہ معاشرے کو اس بات کا پتہ نہ چلے کہ لوگ کسی دوسری طرف جا رہے ہیں۔

ان حالات میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک بڑی تحریک کی ضرورت ہے جس سے لوگوں میں فکری تبدیلی آئے اور لوگ خوابِ غفلت سے بیدار ہوں۔ بنابرایں امامؑ نے تحریک کا آغاز کر دیا، کیونکہ جو اُمت کا رہبر ہوتا ہے اور اُمت کا آئیڈیل ہوتا ہے اس کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ معاشرے کو اسلامی اقدار کے راستہ پر چلائے۔ جب اس تحریک کا آغاز ہو گیا اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہو گئی تو اس سے مسلمانوں کو یہ پیغام ملا:

"اے مسلمان! اُٹھ کھڑا ہو! ظلم کی حکومت کو قبول نہ کر! باطل کے سامنے سر نہ جھکا۔ ظالم حکمرانوں کی تائید نہ کر اور نہ تیرے عقائد ونظریات ضائع ہو جائیں گے، تو نے اپنے وجود کی پرورش ایمان کے سائے تلے کی ہے۔ پس اسے سرکش شیطان کے ہاتھوں فروخت نہ کر! ہمت کر، ڈٹ جا، ذلت آمیز زندگی پر راضی نہ رہ! یہ عیاش و ظالم حکمران جو روحِ انسانی کے قاتل ہیں ان کے ساتھ مل کر زندگی نہ گزار!"

یہ وہ زمانہ تھا جب امیر المومنین علی علیہ السلام کی شہادت کو ایک صدی کی چوتھائی گزر رہی تھی اور بنو اُمیہ لوگوں کی گردن پر پوری طرح سوار ہو چکے تھے۔ اتنے میں صدائے حق، ذلت میں زندگی گزارنے والے لوگوں تک پہنچی تو ان میں بیداری کی لہر دوڑ گئی۔

یہ وہ دور تھا جس میں قتل و کشتار، ظلم و ستم اور بیت المال کی لوٹ مار جیسے جرائم عادی کام سمجھے جاتے تھے۔ اتنے میں قیامِ حسینیؑ کی بادِ نسیم نے طوفانی شکل اختیار کر لی۔ جس نے معاشرے کے بڑے بڑے بت اپنی جگہ سے اُکھاڑ پھینکے۔ وہ لوگ جو

Presented by Ziaraat.com

ذلت، خوشامد اور چاپلوسی کے عادی ہو چکے تھے وہ ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگے۔

اس دور میں بنوامیہ کے طرف دار بڑے بڑے سوال اٹھاتے ہیں۔ ان کا زعم باطل یہ ہے کہ ان سوالات سے لوگوں کے اذہان انقلاب کربلا سے دور ہو جائیں گے۔
وہ سوال کرتے ہیں:

"امام حسینؑ اگر یہ قدم نہ اٹھاتے تو کیا ہوتا؟

بنوامیہ نے خواہ مخواہ اپنی حکومت کا نام خلافت رکھا تھا۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ وہ حکومت خلافت کہلانے کی حقدار نہیں تھی لیکن بہر حال وہ ایک مسلم حکومت تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر بنوامیہ کی مسلم حکومت جاری رہتی تو کیا ہوتا؟ اگر وہ حکومت جاری رہتی تو دور حاضر کے لوگوں پر اس کے کون سے بڑے اثرات مرتب ہوتے"؟

ان تمام سوالات کا مختصر جواب یہ ہے:

بفرض محال اگر اُموی حکومت کی فرماں روائی جاری رہتی اور ان کی وہ سیاست جاری رہتی جس کا ہدف یہ تھا کہ لوگ شہوت رانی میں غرق اور لذت پرستی میں مست رہیں تو اُمت اسلامیہ تباہ ہو جاتی اور دشمن بغیر کسی مزاحمت کے سرزمین اسلامی پر قبضہ کر لیتے اور مسلمان اپنی سرزمین سے بے دخل کر دیئے جاتے۔

اب ہم جواب کا ذرا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں:

میرے خیال میں انقلاب حسینؑ کا اُموی حکومت کے ساتھ موازنہ کرنا اور اس قیام کا اُموی حکومت کے ساتھ تقابلی جائزہ لینا غلط ہے ورنہ یہ انقلاب زمان و مکان میں محدود ہو کر مادی شکل اختیار کرے گا۔ اگر اس انقلاب کو خاص زمانہ میں محدود کر دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اُموی حکومت کے خاتمے پر انقلاب بھی ختم ہو جائے گا اور اگر خاص مکان میں محدود کر دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سرزمین شام کو

Presented by Ziaraat.com

فتح کرنے کے بعد وہ انقلاب بھی ختم ہوجائے گا جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں اور اسلامی معاشرے پر شریعت کی حاکمیت قائم ہوجائے۔

اگر انقلاب اسی نوعیت کا ہوتا تو امام حسینؑ کبھی اپنی جان قربان نہ کرتے کیونکہ امامؑ کو معلوم تھا کہ اس جنگ میں وہ خود بظاہر کامیاب نہیں ہوں گے لیکن اسلام ضرور کامیاب ہوجائے گا۔

اس بات کی دلیل یہ ہے کہ امامؑ اپنی جان بچانا چاہتے تو بچا سکتے تھے۔ جس طرح یزید نے جنگ لڑی اسی طرح آپؑ بھی جنگ لڑ سکتے تھے۔ جس طرح یزید نے جنگ کے لیے کرائے کے لوگ جمع کیے اور کچھ لوگوں کو درہم و دینار کے ذریعہ خریدا، امام بھی اسی طرح کر سکتے تھے بلکہ لوگوں کا ایمان خریدنے کے لیے بیت المال بھی خرچ کیا جاسکتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ جو چالیں دشمن نے چلیں اور جو حربے دشمن نے اپنائے امامؑ بھی وہ حربے اپنا سکتے تھے لیکن امامؑ ایک مستقل اور پائیدار انقلاب کے لیے ان عارضی چیزوں کا سہارا لینا نہیں چاہتے تھے۔ بیعت کرنے والوں سے اپنے تفصیلی خطاب میں امامؑ نے ان تمام اُمور کا تذکرہ فرمایا تھا، تاکہ لوگ یہ تہمت نہ لگائیں کہ امامؑ نے اپنے افکار کی تقویت کے لیے کرائے کے لوگ جمع کیے تھے۔

علاوہ اَزیں امام عالی مقامؑ جانتے تھے کہ ظاہری حساب کتاب کے اعتبار سے خود نقصان اُٹھائیں گے لیکن مستقبل میں بہت فائدہ ہوگا اور وہ فائدہ دائمی ہوگا ورنہ امامؑ چاہتے تو سرزمین حجاز میں ڈیرے ڈال دیتے اور ایسے انداز میں قیام کرتے جس سے امامؑ کی ذات اور امامؑ کے خاندان کو خطرات لاحق نہ ہوتے۔ لیکن امامؑ ایسا ہرگز کرنا نہیں چاہتے تھے، اس لیے کہ امامؑ اس طرح احکامِ الٰہی بجالانا چاہتے تھے کہ اُمت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ظلم سے نجات حاصل ہوجائے۔

اس کے برعکس امامؑ کا خاندان اور آپؑ کے رشتہ دار آپؑ کے وجود کی حفاظت

Presented by Ziaraat.com

چاہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ امامؑ مکہ سے باہر نہ جائیں تا کہ امامؑ کی جان کو خطرہ لاحق نہ ہو اور یہ کہ امامؑ جنگ و جہاد کی بجائے کسی دور ترین علاقے میں بیٹھ کر اپنی تحریک کی قیادت کریں اور مجاہدین کو فقط احکامات صادر کریں۔

امامؑ جان بچانے کے یہ سارے راستے جانتے تھے لیکن اس سے بالاتر کسی حقیقت کو دیکھ رہے تھے کیونکہ انقلابِ امامؑ حکمتِ الٰہیہ کے مطابق تھا، اور وہ حکمت عقلِ بشری سے بالاتر تھی۔ لوگوں کی محدود نگاہ اسے نہیں دیکھ سکتی تھی اور نہ ہی انسانی محدود فکر اسے درک کر سکتی تھی، اسی وجہ سے امامؑ اس راستے پر چلے جس پر چلنے کا آپ کو الہام ہوا تھا، لیکن اگر عام لوگوں کی طرح اندھی تقلید کے نتیجے میں اپنے راستے معین کیے ہوتے تو اتنی بڑی قربانی کے باوجود بھی کامیابی حاصل نہ ہوتی۔

الٰہی الہام سے انقلاب امامؑ کے لیے زمان و مکان معین ہوئے، جس سے عقل مند لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں اور لوگوں کا یہ وہم و گمان بھی ختم ہوا کہ امامؑ اُموی حکومت کی مخالفت میں انقلاب لانا چاہتے ہیں اور جو لوگ یہ گمان کر رہے تھے کہ اس انقلاب کو روک لیں گے اور اس کے شعلے بجھا دیں گے ان کو یہ بات سمجھ میں آگئی کہ یہ انقلاب رُکنے والا نہیں ہے اس لیے کہ لوگوں کے دلوں پر اس کی حکومت قائم ہو چکی ہے۔

یہ انقلاب، ایسا الہام ہے جس سے دنیا کے تمام مظلوم اختلاف دین و مذہب کے باوجود قوت لیتے ہیں۔ یہ انقلاب ایسا چراغ ہے جو لوگوں کا راستہ واضح کرتا ہے اور ایسی حرارت ہے جو لوگوں کے دلوں میں شعلہ ور ہو چکی ہے۔ کیا رسولِ خدا نے نہیں فرمایا تھا:

اِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَیْنِ حَرَارَۃً فِی قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَبْرُدُ اَبَدًا

"شہادتِ امام حسینؑ کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایسی حرارت پیدا ہو گئی ہے جو کبھی ختم نہیں ہو گی"۔

وہ لوگ جو انقلابِ امام حسینؑ کو حصولِ اقتدار کی جنگ قرار دیتے ہیں، کیا انھیں

Presented by Ziaraat.com

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کی وجہ سے مومنین کے دلوں میں ہمیشہ باقی رہنے والا یہ سوز وگداز کیوں پیدا ہوا؟ کیا ان تک امام کے وہ پر مغز کلمات نہیں پہنچے جن میں امامؑ نے اپنے انقلاب کے اہداف بیان کیے؟ حالانکہ ایسے لوگوں کا نظریہ تو یہ ہے کہ یہ انقلاب دینی و مذہبی اقدار پر مبنی ایک روحانی انقلاب نہیں ہے کہ جس کا محور انسانیت ہو بلکہ حصول اقتدار کی ایک عارضی جنگ تھی۔

وہ بہت سے لوگ جنہوں نے قریب سے یہ انقلاب دیکھا، اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے تاریخ کربلا پر ریسرچ کی اور کتابیں لکھیں کیا انھیں یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اس انقلاب کا کسی بھی دوسرے مادی انقلاب کے ساتھ موازنہ نہیں کیا جاسکتا؟ اس لیے کہ یہ انقلاب در حقیقت خیر وشر کی جنگ تھی۔ ایک کردار کی دوسرے کردار کے خلاف جنگ تھی۔ سب سے پاک انسان کی سب سے پلید انسان کے خلاف جنگ تھی۔ ان غیر انسانی صفات کے خلاف جنگ تھی جن سے انسانیت تباہ ہو جاتی ہے۔ کیا انھیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اتنا لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود اور اتنے دور دراز علاقے میں وقوع پذیر ہونے کے باوجود یہ حادثہ پرانا کیوں نہیں ہوا؟ مزید یہ کہ امامؑ اور آپؑ کے خاندان کی شہادت حق وعدالت کا معیار کیسے قرار پائی؟

دشت نینوا میں ہونے والی یہ قربانی ہر آزاد ضمیر اور باعزت انسان کے لیے کبھی خاموش نہ ہونے والی مشعل راہ کیسے بنی؟ ایسی شہادت کو خداوند متعال نے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیٓ آدَمَ (ہم نے اولاد آدمؑ کو سربلندی بخشی ہے) کا مصداق کیوں قرار دیا؟ جوانان جنت کے سردارؑ کی سیرت وشہادت کہ جس نے امام کی زندگی میں عطر وعنبر کی خوشبو پیدا کردی، تاریخ میں اس شہادت جیسی اور کوئی شہادت نہیں ہے کہ جو راہ خدا میں عزم واستقامت کی روشن دلیل اور فکر وعقیدے کے تحفظ کا عظیم نمونہ ہو۔

امام حسین علیہ السلام سے اس عنوان سے محبت کرنا کہ آپؑ کا قیام، حق کی خاطر تھا

Presented by Ziaraat.com

ہر انسان پر واجب ہے اور شہید سے محبت تو ویسے بھی ہمارے ضمیر کی آواز ہے۔ امامؑ اسلام کی وہ روشن شمع ہیں جس نے تمام ادیان عالم کو روشن کر دیا اور حقیقی اسلام کے عقیدے کو توہین سے نکال کر عزت مند بنا دیا اور دین کو نابودی کے خطرات سے بچا لیا اور دشتِ کربلا میں عارضی طور پر اس شمع ہدایت کا خاموش ہو جانا، حقیقت میں اس کے شعلہ ور ہونے کا آغاز تھا جیسے خاکستر میں دبی ہوئی چنگاری شعلہ ور ہوتی ہے یا انسان مرنے کے بعد زندہ ہوتا ہے۔

اگر فرزند رسولؐ کے مدنظر توحید نہ ہوتی یا آپؑ مضبوط و مستحکم فکر کے مالک نہ ہوتے تو آپؑ کے انقلاب میں شاید حصولِ اقتدار کا شائبہ پیدا ہو جاتا اور اس طرح سے دوسرا دین پیدا ہو جاتا، اور خود ذاتِ امامؑ کو بھی بزرگی و کرامت کا اتنا عظیم مرتبہ حاصل نہ ہوتا کہ جو کرۂ ارض پر چھا جائے۔ وہ لوگ جو یزید کے قریبی شمار ہوتے تھے وہ اپنی چاپلوسی کی وجہ سے اس کے قریب ہوئے اور یہ لوگ معاویہ کے دور میں بھی ایسے ہی تھے۔ یزید کے سامنے اگر امامؑ ہلکا سا سر جھکا لیتے یا فقط اپنے بابا کے شیعوں کی امامت کی حد تک محدود ہو جاتے تو یقیناً کسی محلے کے فرمانروا بن جاتے لیکن اس وقت ایک جھوٹے خلیفہ کے ہاتھوں دینِ خدا کی توہین ہو جاتی۔

واضح سی بات ہے کہ امامؑ اُس کے سامنے جھکنے پر راضی نہ ہوئے اور نہ ہی سکھ چین کی زندگی کو آپؑ نے ترجیح دی۔ امامؑ کے پاکیزہ افکار میں دنیاوی مقاصد نہیں تھے بلکہ حضرتؑ کے اہداف اس سے کہیں زیادہ بلند تھے۔ جو رسالت حضرتؑ کے ذمہ تھی اسے حضرتؑ نے بخوبی نبھایا۔ عام انسانی عقل کا اس کی بلندی تک پہنچنا ناممکن ہے۔

امامؑ اپنے انقلاب کے ذریعہ اُمت سے شاید یہ کہہ رہے تھے کہ رسولؐ کی سنت ہمیشہ برقرار رہے اور اسلام ہمیشہ پیش رفت کرتا رہے، لہٰذا ایک مسلمان کا شرعی وظیفہ یہ ہے کہ وہ آئندہ نسلوں کے لیے سنتِ پیغمبرؐ اور فکرِ پیغمبرؐ کی حفاظت کرے۔

Presented by Ziaraat.com

امامؑ کا انقلابی نعرہ ہر دور میں تمام فرزندان آدمؑ کے لیے روشن چراغ ہے چاہے ان کا جس عقیدے سے تعلق ہو اس لیے کہ تمام آسمانی ادیان کا ہدف بھی یہی ہے۔

(الف) محبت۔

(ب) یہ کہ انسان کا خدا کے ساتھ اور پھر اپنے برادر دینی کے ساتھ مستحکم رابطہ برقرار ہو اور یہ ہدف صرف انقلاب امامؑ سے حاصل ہوا۔

ذرا بتایئے! وہ کون سا انقلاب ہے جس کے اہداف میں دنیاوی مفادات نہ ہوں؟ وہ کون سا انقلاب ہے جو لوگوں کا دل جیتنے کے لیے برپا ہوا ہو؟ جبکہ امام حسینؑ کی دعوت فقط اس لیے تھی کہ حق و باطل اپنی پوری شناخت کے ساتھ ایک دوسرے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائیں۔ کیا اس انقلاب کے متعلق یہ جملہ جذباتی انداز میں کہا گیا یا اپنے حقیقی معنوں میں کہ:

"آغاز اسلام محمدیؐ ہے اور بقائے اسلام حسینیؑ ہے"۔

یعنی اسلام کا آغاز محمدؐ نے کیا اور اسے باقی حسینؑ نے رکھا۔ ان لوگوں کا نظریہ رد کیا جا چکا ہے جو کہتے ہیں: امام حسینؑ نے اپنی اور اپنے خاندان کی قربانی ایسی جنگ میں دی جس کا نتیجہ اسباب ظاہری کی شکست کی صورت میں سب کو معلوم تھا اور اس جنگ میں بعض روایات کے مطابق پچاس ہزار دشمن کے مقابلے میں بہتر افراد نے اپنی بہادری اور عزم و استقامت کا مظاہرہ کیا۔

ناپختہ فکر کے مالک یہ وہ لوگ ہیں جو قیام حسینیؑ کو حقیقی معنوں میں نہیں دیکھتے بلکہ ایک ظاہری تحریک کے عنوان سے دیکھتے ہیں حالانکہ اسلام کے دامن میں اگر قیام امام حسینؑ نہ ہوتا تو مؤرخین کے پاس اسلام کے متعلق لکھنے کے لیے کچھ نہ ہوتا۔

جرمنی کے مسٹر ماربین (Mr.Marben) نے اپنی کتاب "سیاست اسلامی" میں اس انقلاب کے متعلق کیا خوب لکھا ہے وہ کہتا ہے:

Presented by Ziaraat.com

"یزید کے خلاف امامؑ کی جو تحریک تھی وہ پاک و مقدس دل رکھنے والے حسینؑ کے آہنی ارادے کی عکاس تھی۔ امامؑ کو اس تحریک سے اگرچہ فوراً کامیابی حاصل نہ ہو سکی، لیکن شہادت کے بعد اُس کی کامیابی کے نتائج سامنے آگئے۔ اس تحریک کی وجہ سے عقیدۂ آخرت کا انکار کرنے والوں کو شکست ہوئی اور عقیدۂ آخرت پر ایمان لانے والوں کو فتح نصیب ہوئی"۔

یہاں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر قیامِ امام حسینؑ نہ ہوتا تو اسلام اپنے تمام تر حقائق کے ساتھ شکست کھا جاتا۔ جب امامؑ نے قیام کا آغاز کر دیا تو ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے جن میں شہادت کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ امامؑ اپنے لشکر کی صورتِ حال کو بہت اچھی طرح جانتے تھے کہ ظاہری طور پر ایک کمزور لشکر ہے جبکہ معنوی طور پر روحانیت و معنویت سے اس طرح مرکب ہے کہ کامیابی اس کا مقدر ہے اور عزم و استقامت میں پہاڑ کی چٹان سے زیادہ سخت ہے نیز شہادت کے علاوہ انقلاب کے اَہداف تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

امام حسین علیہ السلام نے تخت و تاج حاصل کرنے کے لیے قیام نہیں کیا تھا اور اس قیام کے اَہداف بھی عارضی نہیں تھے بلکہ ان کا تعلق آئندہ نسلوں سے تھا تا کہ انھیں اپنے عقیدے کے لیے قربانی دینے کا ڈھنگ معلوم ہو جائے۔

یہ تھا ان پاک شہیدوں کا عقیدہ جنھوں نے پُر فریب دنیا سے دھوکا نہ کھایا اور جو عقیدے کے میدان میں کسی سازش کا شکار نہ ہوئے۔ سازش قبول نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی جان اور اپنے وجود کی قربانی دے تا کہ حق و عدالت ہمیشہ کے لیے باقی رہ جائے۔ ان حقائق کو سمجھنا اپنے مقام پر بہت مشکل ہے خصوصاً اس زمانے میں جب حق کا معیار ظالم حکمرانوں کے ہاتھوں میں ہو۔

Presented by Ziaraat.com

امام حسین علیہ السلام نے اپنے انقلاب کے ذریعہ ہمیشہ کے لیے جو اَہداف حاصل کیے وہ اَہداف خدا کی برگزیدہ اور پاک مخلوق کے علاوہ اور کوئی حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ حق کو امامؑ نے زندہ کر دیا اس طرح کہ شہادت کے بعد اُمتِ اسلامیہ نے خود اس بات کا مشاہدہ کیا۔ بات یہاں تک تمام نہیں ہوتی بلکہ اس دور سے لے کر آج تک ہر مسلمان کے اندر سے اس کا وجدان صدا دیتا ہے کہ جہاں بھی ظلم اور سنت نبیؐ سے انحراف ہو وہاں ایسا قیام لازم ہوتا ہے۔

شہادتِ امام حسینؑ ایک مسیحی کے نزدیک

دشتِ کربلا میں جو حادثہ رُونما ہوا کیا اس کا تعلق بشر کے خاص گروہ کے ساتھ ہے یا ہر اس انسان کے ساتھ اس کا تعلق ہے جس کی خاطر یہ قیام وجود میں آیا؟ اور اس انقلاب کے جو نتائج سامنے آئے کیا وہ بھی خاص گروہ کے لیے ہیں یا پوری بشریت کے لیے؟ کیا ممکن نہیں ہے کہ اس انقلاب کی خصوصیات سے دوسرے طبقات کو بھی فائدہ پہنچے؟ اس طرح کہ وہ طبقات اس انقلاب کے اخلاقی اقدار کو اپنے عقیدے اور کردار کا حصّہ بنالیں؟

قارئین کرام! تھوڑا سا گہرائی کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

کیا شہادتِ امام حسینؑ کا واقعہ سرزمین کربلا تک ہی محدود ہے؟ کیا فقط اُمت اسلامیہ کو چاہیے کہ وہ اس حادثے سے عبرت حاصل کرے، کیونکہ یہ حادثہ اسلامی عقیدے کی حمایت اور حفاظت کی خاطر رُونما ہوا؟ اور فقط مسلمان ہی اس حادثے کو ہر جگہ موضوعِ سخن بنا کر اس کے حقائق لوگوں پر واضح کریں؟ قیامِ امام حسینؑ کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے مزید یہ سوالات پیش آتے ہیں۔

- کیا انقلابِ کربلا ایک مادی انقلاب تھا؟

Presented by Ziaraat.com

- کیا یہ حکومت کے خلاف ایک قسم کی بغاوت تھی؟
- یا دین کی تقویت کے لیے ایک زوردار انقلاب تھا؟
- یہ انقلاب ایک خاص زمانے میں اور خاص انداز میں وقوع پذیر ہوا۔
- کیا اس خاص زمانے کا انتخاب غلط تھا یا صحیح؟
- کیا اس انقلاب کی ظاہری شکست پہلے سے معلوم تھی؟

اگر ہم اس انقلاب کو اس نگاہ سے دیکھیں کہ یہ انقلاب سرزمین کربلا پر واقع ہوا اور اسی سرزمین پر تمام ہو گیا تو پھر ہر دور میں جب بھی حق و باطل کی جنگ ہوئی اہلِ حق کا میدانِ کربلائے دوئم کہلائے گا، حالانکہ اہلِ حق کا یہ میدان "میدانِ کربلا کی ایک جھلک" ہے نہ کہ دوسری کربلا۔

اگر آپ یہ کہیں کہ یہ انقلاب حقیقت میں حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت تھا تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے یہ انقلاب اس دور سے لے کر آج تک جاری ہے اور اس وقت تک جاری رہے گا جب تک زمین پر ظالم اور فاسد حکومتیں موجود ہیں۔ پس یہ انقلاب فقط اس دور کی ظالم حکومت کے خلاف بغاوت نہیں تھا بلکہ ہر دور کے ظالم حکمرانوں کے خلاف ہمیشہ باقی رہنے والا انقلاب ہے۔ رہا یہ سوال کہ کیا یہ انقلاب تقویتِ دین کے لیے تھا؟

اس کا جواب واضح ہے کہ ہر وہ انقلاب، ہر وہ تحریک جو معاشرے اور حکومت کی اصلاح کے لیے برپا ہو اس سے دین کی تقویت ہوتی ہے اور اس انقلاب کا جوش و ولولہ اس وقت تک باقی رہے گا جب تک دین کی حاکمیت قائم نہ ہو جائے۔ یہ سوال کہ انقلاب کے لیے وہ زمانہ سازگار نہیں تھا لہٰذا غلط وقت میں انقلاب کے لیے قدم اٹھایا گیا۔ خصوصاً اس وقت جب لشکر کی ایسی صورت حال نہ ہو جو اتنے بڑے طاقت ور دشمن کا مقابلہ کر سکے۔ پس یہ اقدام جنگی اعتبار سے ایک ٹیکنیکل غلطی کا حامل تھا۔

Presented by Ziaraat.com

اس کا جواب یہ بھی ہے کہ اگر یہ اقدام کوئی غلطی تھی تو یہ "غلطی" حق وصداقت کی کامل تصویر تھی۔ حق وصداقت کے لفظ میں اتنا حسن نہیں ہے جتنا اس "غلطی" میں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس انقلاب اور اس تحریک کی شکست پہلے سے معلوم تھی، لہٰذا ہر وہ کام جس میں کامیابی ممکن نہ ہو اس کے لیے اقدام کرنا خطا ہے۔

ہم جواب دیں گے کہ حکمت الٰہیہ اسی میں تھی کہ یہ انقلاب "ظاہری شکست کے مرحلے" سے گزر کر "حقیقی کامیابی کی منزل" تک پہنچے، لہٰذا حکمتِ الٰہیہ کے مقابلے میں ہمارے ناقص افکار قابلِ اعتبار اور قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔

بنا برایں اس انقلاب کے جوہر اور اس کی حقیقت میں ہمیشگی اور جاودانی پائی جاتی ہے۔ ہر وہ سرزمین جہاں ایک انقلابی بھی موجود ہو وہاں کربلا ہوگی اور روزِ عاشورہ ہونے والے تلوار کے وار، ہر دور کی فاسد حکومت کے خلاف جاری رہیں گے۔ اور راہِ حق میں گرنے والا خون کا ہر قطرہ اعلان کرتا رہے گا کہ جب بھی دین اور عقیدے پر حرف آئے تو شہادت ضروری ہو جاتی ہے۔

اس کرۂ ارض پر جب تک کوئی فاسد حکومت موجود ہے اور جب تک غلط عقائد موجود ہیں، اس وقت تک انقلاب کی حرارت موجود رہے گی۔ نہضتِ حسینیؑ کا یہ جوش وولولہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ خصوصاً اس دور میں جب ہر طرف سے ظلم ہی ظلم ہو رہا ہے اور قوموں کا استحصال ہو رہا ہے اور فکری آزادی کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے اور غلط عقائد و نظریات کی ترویج کے لیے جعلی فرقے منظرِ عام پر لائے جا رہے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حق کی خاطر قیام کیا تھا اور حق کا تعلق تمام قوموں اور تمام ملتوں سے ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے خوشنودی خدا کی خاطر قیام کیا تھا لہٰذا جب تک خالق کائنات موجود رہے گا یہ انقلاب بھی موجود رہے گا اور پھر یہ انقلاب فردِ معین کے لیے نہیں تھا بلکہ تمام بندگانِ خدا کے لیے تھا۔ قیامِ امام حسینؑ ایک عالمی قیام ہے

Presented by Ziaraat.com

جس کا تعلق تمام قوموں اور تمام ملتوں سے ہے۔

تمام مظلوم، مستضعف، بے سہارا اور شکست خوردہ لوگ انقلاب حسینؑ کو اپنی مضبوط پناہ گاہ سمجھتے ہوئے اس کا رُخ کرتے ہیں چاہے ان کا تعلق جس سرزمین، جس مذہب اور جس تہذیب و تمدن سے ہو بلکہ اپنے اس فطری رجحان کی وجہ سے دَر حقیقت "عزت و عدالت" کا رُخ کرتے ہیں۔

اگر نہضت امام حسینؑ خاص سرزمین اور خاص قوم کے ساتھ مختص نہیں تو پھر گویا اس کا تعلق اسلام، یہودیت، مسیحیت اور دیگر تمام اَدیان عالم کے ساتھ ہے۔

حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ لوگوں میں مبعوث نہ ہوئے مگر ایثار و قربانی کے لیے تاکہ لوگوں تک حق و صداقت کا پیغام پہنچائیں۔ انقلاب امام حسین علیہ السلام اور انقلاب حضرت عیسیٰؑ کے درمیان کافی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے اگرچہ اسباب اور کیفیت میں دونوں بڑی حد تک ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں لیکن اَہداف کے اعتبار سے دونوں مشترک ہیں۔ سب سے بڑی شباہت ان کی ولادت میں ہے جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ:

لَمْ یُوْلَدْ مَوْلُوْدٌ لِسِتَّةِ اَشْهُرٍ وَعَاشَ اِلَّا الْحُسَیْنُ وَعِیْسٰی

"کوئی ایسا بچہ نہیں جو چھے ماہ کی مدت میں پیدا ہو کر زندہ رہا ہو سوائے امام حسینؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے"۔

جب امام حسینؑ کی ولادت ہوئی تو ابتدا میں پیغمبر اسلام اپنی انگلی امامؑ کے منہ میں دیتے تھے اور وہ چوستے تھے تو اس سے انھیں غذا ملتی۔ پیغمبر کچھ دن تک ایسا کرتے رہے لہذا امام حسینؑ کا گوشت پیغمبر خدا کے گوشت سے پیدا ہوا۔ یہ بات دَر حقیقت رسولؐ خدا کے اس فرمان کی تعبیر ہے کہ:

حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْن

Presented by Ziaraat.com

"حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں"۔

اگر امام حسینؑ کی غذا کا انتظام وجودِ پیغمبر سے ہوا تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی غذا کا انتظام قدرتِ الٰہیہ سے ہوا۔ ایک مسیحی عالم نے کیا خوب کہا:

"اگر امام حسین علیہ السلام ہمارے مسیحی دین کا حصّہ ہوتے تو ہم ہر محلّے میں ان کا پرچم نصب کرتے اور ہر دیہات میں ان کے لیے ایک منبر تیار کرتے، جس پر وہ رونق افروز ہو کر اظہارِ خیال کرتے اور لوگوں کو ہم امام حسینؑ کے ذریعہ مسیحیت کی دعوت دیتے"۔

اس عالم کی یہ بات کوئی فضول بات نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایثار و قربانی اور جہاد و شہادت دینِ مسیحیت کے بنیادی ارکان ہیں کہ جو وجودِ امام حسینؑ میں بدرجۂ اَولیٰ پائے جاتے ہیں۔ جذبۂ شہادت اور عشقِ شہادت فقط آسمانی اَدیان لانے والے انبیاء اور عالمِ انسانیت کی اصلاح کرنے والے الٰہی نمائندوں میں پایا جاتا ہے اور امام حسینؑ ان میں سے ایک الٰہی نمائندے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ اور حضرت عیسیٰ مسیحؑ میں شباہتیں

حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی ذات میں اگرچہ بعض اُمور میں اختلاف پایا جاتا ہے تاہم بہت سارے اُمور میں یہ دو بزرگوار ایک دوسرے کے کافی حد تک مشابہ ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر گہوارے میں لوگوں سے باتیں کرتے تھے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو خداوند متعال نے جو قدرت بیان، حُسن کلام اور صدائے زیبا عطا کی تھی وہ اس سے کم نہیں تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لوگوں نے توہین کی، انھیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور چاہا کہ انھیں شہید کر دیں ان کے چہرۂ اقدس پر لوگ لعاب دہن پھینکتے تھے اور اس کے علاوہ بہت جسارتیں کیا کرتے تھے۔ ادھر امام حسینؑ کو بے وطن کیا گیا، کربلا میں انھیں محاصرے میں رکھا گیا، انھیں پانی سے دور رکھا گیا، اور کربلا میں ان کی توہین و تحقیر کی گئی۔ انھیں شہید کیا گیا۔ ان کے خانوادے کو اسیر کیا گیا۔ شہادت کے بعد ان کا لباس لوٹ لیا گیا۔ ان کے مال و متاع اور خیام لوٹ لیے گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

> ”روح خداوند مجھ پر نازل ہوئی ہے، کیونکہ خدا نے مجھے مَس (خصوصی رابطہ یا وحی) کر کے بشریت کی طرف بھیجا ہے تاکہ ستمدیدہ لوگوں کو خوش خبری سناؤں اور اسیروں کو رہائی دلواؤں، مظلوموں کو رہائی کی خوش خبری دوں اور جو چیزیں خداوند کے نزدیک پسندیدہ ہیں وہ لوگوں کو بتاؤں“۔ (لوقا، ص ۱۹)

Presented by Ziaraat.com

اُدھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَلَا بَطِرًا وَلَا ظَالِماً وَلَا مُفْسِدًا بَلْ خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِیْ اُمَّةِ جَدِّیْ

"یعنی میں نے ظلم، فساد اور تباہی کی خاطر قیام نہیں کیا بلکہ میں نے اپنے نانا کی اُمت کی اصلاح کے لیے قیام کیا ہے"۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا:

وَاُرِیْدُ اَنْ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَسِیْرَ بِسِیْرَةِ اَبِیْ وَجَدِّیْ

"اور میں اس قیام کے ذریعہ تین کام کرنا چاہتا ہوں: (۱) امر بالمعروف (۲) نہی عن المنکر (۳) اپنے نانا رسولؐ اور بابا علیؑ کی سیرت کو زندہ کروں گا"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے کہا:

"اگر لوگوں نے مجھے تکلیف دی ہے تو تمہیں بھی تکلیف دیں گے۔ اگر میری باتوں کو رد کیا گیا ہے تو تمہاری باتوں کو بھی رد کیا جائے گا۔ میری وجہ سے تم پر لوگ ظلم کریں گے اور تمہیں شکنجے دیں گے چونکہ یہ لوگ اس خدا کی شناخت نہیں رکھتے جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اگر میں مبعوث نہ ہوتا اور ان تک پیغام الٰہیہ کو نہ پہنچاتا تو خطاؤں کی صورت میں ان کا کوئی گناہ نہ لکھا جاتا لیکن اب ان پر حجت تمام ہو چکی ہے"۔ (توریت یوحنا، ص ۲۲)

یہ تھا حضرت عیسیٰؑ کا بیان آیئے حسینؑ بن علیؑ کا وہ خطبہ سنیئے جو حضرتؑ نے شب عاشورا اپنے اصحاب باوفا میں ارشاد فرمایا:

Presented by Ziaraat.com

"میں نے اپنے یاروانصار سے زیادہ وفادار، بابرکت اور پاک کسی کے یار و انصار نہیں دیکھے، اور خاندانِ اہلِ بیتؑ سے زیادہ پاک اور وفادار کوئی نہیں دیکھا۔ خداوندان تمام کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یقین کرلیں! کل ان لوگوں کے ساتھ میرا معاملہ تمام ہوجائے گا اور رات اچھا پردہ ہے جسے آپ لوگ اپنی پناہ گاہ بنا سکتے ہیں، اور آپ تمام میرے اصحاب اگر جانا چاہیں تو چلے جائیں اور جوانانِ بنی ہاشم میں سے ہر جوان اپنے خاندان کی ایک مستور کو اپنے ہمراہ لے کر یہاں سے جا سکتا ہے۔ خداوند آپ سب کو جزائے خیر دے۔ آپ لوگ اپنے اپنے شہروں کی طرف پلٹ جائیں! اس لیے کہ یہ لوگ فقط مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر انھیں مجھ تک رسائی حاصل ہوجائے تو تم لوگوں سے انھیں کوئی سروکار نہیں ہوگا"۔ ①

یہ جو ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے درمیان شباہتیں ذکر کررہے ہیں ان میں سے ایک شباہت یہ ہے:

حضرت عیسیٰؑ کے نزدیک ترین شاگرد پطرُس نے آپ کا انکار کیا اور اُدھر امام حسینؑ کو کوفہ والوں نے دعوت دی اور پھر ان سے خیانت کی اور انھیں تنہا چھوڑ دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل ② کرنے کے بعد آپ کے پیراہن کے چار افراد نے ٹکڑے ٹکڑے کردیے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ٹکڑا تھا، اور حضرتؑ کا ایک لمبا کُرتہ تھا اس کے متعلق حوارین نے کہا: "قرعہ اندازی کرتے ہیں، قرعہ جس کے نام نکلے گا

---

① تاریخ طبری، ج6 ص238۔ ابن اثیر کامل ج4 ص34

② یوحنا 19۔24۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل ہونے کا عقیدہ مسیحیت کا ہے جبکہ قرآن مجید کہتا ہے: بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَآءِ "خدا نے انھیں آسمان کی طرف اٹھالیا"۔

Presented by Ziaraat.com

کرتے کا مالک وہی بنے گا"۔

ادھر امام حسینؑ سرزمینِ کربلا میں جب شہید ہو گئے اور آپؑ کا جسد اطہر خاک و خون میں غلطاں !! ابھی قتل گاہ ہی میں تھا تو ظالموں نے بڑی بے حیائی اور بے شرمی سے آپؑ کا لباس لوٹنا شروع کر دیا اور دیکھتے دیکھتے وہ پرانا لباس جو امامؑ آخری وقت زیب تن کر کے آئے تھے وہ بھی لوٹ کر لے گئے۔ ①

حضرت عیسٰی علیہ السلام پیاسے اس دنیا سے رخصت ہوئے اور آپؑ آخری وقت تو فریادیں کرتے تھے کہ میں پیاسا ہوں مجھے پانی دو لیکن انھیں پانی نہ دیا گیا

ادھر امام حسین علیہ السلام بھی اسی طرح جب نیزوں، تیروں اور تلواروں سے آپؑ کی گردن، گلا، پہلو، حلق، سر، پیشانی اور پشت بلکہ پورے کا پورا بدن زخمی ہوا اور خون آپؑ کے بدن سے تیزی سے بہہ رہا تھا جس سے آپؑ کی ریش مبارک رنگین ہو رہی تھی، اس وقت آپؑ نے اُمت سے پانی مانگا تو اُنھوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور حصین بن نمیر نامی لعین نے یہاں تک کہہ دیا:

"اے حسینؑ! تجھے پانی نہیں ملے گا یہاں تک کہ تو جہنم میں داخل ہو جائے (العیاذ باللہ) اور جہنم کا کھولتا ہوا پانی پیئے"۔ (ابن نما:۳۹)

انبیاء، اَولیاء، شہداء اور خدا کے برگزیدہ بندے جانتے تھے کہ ان کا خاکی بدن مرنے کے بعد ختم ہو جائے گا لیکن ان کی صدائے حق کہ جس کا تعلق انسانی ضمیر و وجدان سے ہے وہ ہمیشہ باقی رہے گی اور لوگوں کے دلوں پر اس کا بہت گہرا اثر ہوگا اور اَولیائے الٰہیہ کی وہ صدائے حق معاشرے میں اسی طرح پھیلے گی جیسے نُورِ فجر پھیلتا ہے۔ نُورِ سحر پھیلتا ہے۔ تنویرِ آفتاب پھیلتی ہے۔ صبح کی روشنی پھیلتی ہے۔

---

① مقتل لہوف ص 73، مقتل خوارزمی ج 2 ص 38۔ مناقب ابن شہر آشوب ج 2 ص 34

Presented by Ziaraat.com

جب یزیدی کارندوں نے کاروانِ حسینیؑ کا محاصرہ کیا تو امامؑ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے لوگو! تمہیں معلوم ہے میں کون ہوں؟ اگر میری شخصیت کا تعارف تمہیں سمجھ میں آ گیا تو تم اپنے آپ کو اس ظلم پر سرزنش ضرور کرو گے۔ ذرا غور کرو! کیا مجھے قتل کرنا اور میری حرمت کو پامال کرنا تمہارے لیے جائز ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا میں اس کا بیٹا نہیں ہوں جو رسولؐ کے وصیؑ، چچازاد بھائی، ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور آیاتِ خدا کی تصدیق کرنے والے تھے؟ کیا حمزہؑ سید الشہداء میرے والد کے چچازاد نہیں تھے؟ کیا حضرت جعفر طیارؓ میرے چچازاد نہیں ہیں؟ کیا یہ فرمانِ رسول تم نے نہیں سنا کہ "حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں؟ ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور آیاتِ خدا کی تصدیق کرنے والے تھے؟ کیا حمزہؑ سید الشہداء میرے بابا کے چچازاد نہیں تھے"؟

شمر لعین نے بڑی بے شرمی سے کہا:

"حسینؑ صرف زبان اور الفاظ سے خدا کو مانتا ہے، اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ نیز اس نے کہا: ہم سب کچھ جانتے ہیں لیکن پھر بھی تجھے ضرور قتل کریں گے"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

"کیا تمہیں اس بات میں شک ہے کہ میں نواسۂ رسولؐ ہوں؟ خدا کی قسم مشرق سے مغرب تک ابھی میرے سوا اور کوئی نواسۂ رسولؐ نہیں ہے۔ تف ہو تم پر کیا میں نے تمہارا کوئی شخص قتل کیا ہے جس کا تم مجھ سے

Presented by Ziaraat.com

بدلہ لینا چاہتے ہو؟ کیا میں نے تمہارا مال غصب کیا ہے جس کی تم مجھ پر "حد" جاری کرنا چاہتے ہو؟ یا کسی کو میں نے زخمی کیا ہے جس کا قصاص لینا چاہتے ہو؟" (۱)

قوم اشقیاء نے امامؑ کی پرترنم صدائے حق کو سننے سے اپنے کان بند کر لیے یعنی حق و حقیقت سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ پاک ہے وہ ذات جو راہِ حق کے شہیدوں کا سخت ترین حالات میں امتحان لیتی ہے۔ شہداء، انبیاء اور صالحین جہاں مظلوموں اور مفسدوں کے سامنے قیام کرتے ہیں تا کہ ان سنگ دلوں کے دل حق کی طرف جھکا دیں تو کینے اور شر سے بھرے ہوئے سینے دعوتِ حق کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ جیسا کہ دشمنانِ امام حسینؑ نے کیا ان ظالموں نے امام پر گھیرا تنگ کر دیا اور امام کا مذاق اُڑایا۔ دینِ مصطفیؐ کے نام پر وہ نواسۂ مصطفیؐ اور امامؑ وقت کے قتل پر تیار ہو گئے، جبکہ رحلتِ رسولؐ کو کچھ لمبا عرصہ نہیں گزرا تھا۔ ان کی حالت ان لوگوں جیسی تھی جن سے حضرت مسیحؑ نے فرمایا:

"تم سن لیتے ہو لیکن سمجھتے نہیں ہو، دیکھ لیتے ہو لیکن تمہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا چیز دیکھ رہے ہو"۔

ایسا ہی کلام امام حسینؑ نے بھی ارشاد فرمایا:

"یقیناً ان لوگوں کے دل سخت ہو گئے ہیں، اور ان کے کان سننے کے قابل نہیں رہے، انھوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں کہ کہیں حق کو دیکھ نہ لیں، اور کان بند کر لیے ہیں کہ کہیں حق کی آواز سن نہ لیں"۔ (۲)

---

(۱) مثیر الاحزان، ص 26؛ تاریخ طبری، ج 6، ص 243

(۲) تاریخ طبری، ج 6، ص 226

Presented by Ziaraat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان جیسے مشکل حالات میں گھر گئے۔ جب یہودی انھیں گرفتار کرنے کے لیے جمع ہوئے تو انھوں نے ان کے علماء، لشکر کے جرنیلوں اور دین یہود کے بزرگوں سے فرمایا:

"کیا تم لوگ تلواروں اور ڈنڈوں کے ساتھ کسی چور کو گرفتار کرنے آئے ہو؟" جب میں تمہارے ساتھ معبد میں تھا تو تم نے مجھے گرفتار نہ کیا اور اب تم لشکر کے ساتھ رات کی تاریکی میں مجھے گرفتار کرنے آئے ہو؟ یہ ظلم اس لیے کہ شیطان نے تم پر اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے"۔[1]

نیز آپ نے ارشاد فرمایا:

"کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے لیے شریعت نہ لائے؟ تم میں سے کوئی بھی ان کی شریعت پر عمل نہیں کرتا پس مجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کرنا چاہتے ہو؟"

افسوس یہ ہے کہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہی جواب دیا جو شمر لعین نے امام حسین علیہ السلام کو دیا تھا کہ تم حق پر نہیں ہو بلکہ شیطان تمہارے ساتھ ہے۔

ایک شخص نے حضرت عیسیٰؑ پر اعتراض کیا کہ انھوں نے اتوار کے دن ایک شخص کو کیوں شفا دی ہے؟ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا:

"میری باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آتیں، اس لیے کہ تم میں سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور تم ابلیس کے حقیقی بیٹے ہو اور تم چاہتے ہو کہ اپنے آباؤ اجداد کی خواہش پوری کرو جبکہ وہ جھوٹے تھے۔ میری

---

[1] متی، ص13، 15

Presented by Ziaraat.com

باتوں کی تم تصدیق نہیں کرتے ہو اس لیے کہ میں حق بات کہتا ہوں۔
اور تم چاہتے ہو کہ اپنے آباؤ اجداد کی خواہش پوری کرو جبکہ وہ جھوٹے
تھے۔ میری باتوں کی تم تصدیق نہیں کرتے، اس لیے کہ میں حق بات
کہتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ تم ابراہیمؑ کی اولاد ہو لیکن مجھے قتل کرنا
چاہتے ہو"۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام جو کہ سفیر محبت تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام جو کہ سید الشہداءؑ تھے، ان دونوں بزرگوں کی ایک جیسی آواز تھی، جو ان سنگ دلوں کے دل سے ٹکرائی لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا کیونکہ یہ ظالم لوگ حق سننے اور اس پر عمل کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھے تھے اور اُدھر موت نے ان دونوں بزرگواروں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔

یہ دونوں بزرگوار اگر حق وصداقت کے پیغام کو چھپانا چاہتے تو چھپا سکتے تھے لیکن اپنی زندگی میں انھیں بیانِ حق کا الٰہی وظیفہ ادا کرنا تھا اور لوگوں کے دل وجان میں نیکی کا بیج کاشت کرنا تھا جو انھوں نے کر دیا۔

چاہتے تھے کہ اخلاقِ انسانی کو تباہ کرنے والے جراثیم ختم کردیں لوگوں کے مسموم سینوں کو شفا بخشیں اور ظلم کے اندھیروں میں روشن چراغ بن جائیں۔ مشیتِ الٰہی اور حکمتِ الٰہی کے تحت بندگانِ خاص پر حقائق الہام ہوتے ہیں اور ان کی زبان پر ایسا کلام جاری ہوتا ہے جسے آئندہ کی پیشگوئی کہا جاسکتا ہے اور ایسے خطرات اور مشکلات کہ جن میں بہادر ترین لوگوں کے دل کانپ اُٹھتے ہیں۔ ان میں شہیدوں کے دل پختہ اور فکر نورانی رہتی ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام نے جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنے قاتلوں کو نصیحت کی تھی اور بتایا تھا:

"اگر تم میرے قتل میں اپنے ہاتھ رنگین کرو گے تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

شاید اس طرح یہ نصیحت حاصل کریں اور اپنی خطا کی طرف متوجہ ہوجائیں؟ شاید

Presented by Ziaraat.com

یہ اس ظلم سے ہاتھ اُٹھا لیں اور اپنے خدا کی طرف اور اپنی فطرت مسلمہ کی طرف پلٹ آئیں؟ لیکن کہاں امام کی نصیحت اور کہاں ان کے سخت دل؟ اگر ان کے دل بیدار ہوتے تو وہ فرزند رسولؐ کی نصیحت کو ضرور قبول کر لیتے حضرتؑ نے انھیں اپنے خطاب میں فرمایا:

"آگاہ رہو! خدا کی قسم: میرے قتل کے بعد تم لوگ اتنی دیر زندہ رہو گے جتنی دیر گھوڑے پر سوار ہوتے لگتی ہے۔ تم حادثات زمانہ میں سرگردان ہو جاؤ گے"۔

میرے بابا نے رسولِ خدا سے نقل کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"تم اپنے حامیوں کے ساتھ ہاتھوں میں ہاتھ دے کر ہر طرف سے مجھے گھیر لو گے اور ہر طرف سے مجھ پر حملے کرو گے کیونکہ جس کے دل میں خوفِ خدا اور توکل کا جذبہ ہو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ زمین پر ہر جاندار کا اختیار میرے خدا کے پاس ہے اور میرا پروردگار صراطِ مستقیم والا ہے"۔

پھر جب اُنھوں نے کچھ نہ سنا تو امامؑ نے دست دُعا بلند کرتے ہوئے کہا:

"خدایا! بارانِ رحمت کو ان سے روک لے اور انھیں اسی طرح قحط میں مبتلا کر دے جس طرح حضرت یوسفؑ کے زمانے میں قوم مبتلا ہوئی تھی اور ان پر ایک جابر حاکم مسلط کر دے جو ان پر رحم نہ کرے اور انھیں موت کے ذائقے چکھاوے اس لیے کہ ان لوگوں نے ہمیں جھوٹا کہا ہے: خدایا! ہم تجھ پر توکل کرتے ہیں اور ہمیں تیری طرف پلٹ کر جانا ہے"۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی قوم کو بددعا دی اور کہا:

"خداوند متعال اس قوم کے ہر شخص سے میرا انتقام لے گا اور ہر شہید

Presented by Ziaraat.com

کے بدلے ان کا ایک ہلاک کرے گا اور ان کے ہر حملے کے بدلے خداوند ان پر ایک ضرب لگائے گا اس لیے کہ وہ میرا اور میرے ساتھیوں کا حامی و ناصر ہے"۔

جب یہودی علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سزائے موت کا اعلان کیا تو حضرتؑ نے فرمایا:

"اے علمائے یہود! ہلاکت ہو تم پر تم لوگوں کو میرے خلاف اکسا کر انھیں بہت بڑے جرم کے ارتکاب کی دعوت دیتے ہو، ہلاکت ہو تم پر! تم انبیاء کی قبریں تعمیر کرتے ہو جبکہ تمہارے آباؤ اجداد نے انھیں قتل کیا؟ پس معلوم ہوا کہ تم ان کے اس قبیح فعل پر راضی ہو اسی لیے خداوند متعال نے فرمایا:
میں لوگوں کے پاس انبیاء بھیجوں گا تو وہ ان میں سے بعض کو قتل کردیں گے اور بعض کو شکنجے دیں گے اور ایک دن خداوند حضرت ہابیلؑ سے لے کر حضرت زکریاؑ تک خونِ انبیاءؑ کا ان سے حساب لے گا۔ ہاں! ان تمام کا خون تمہاری گردن پر ہوگا"۔

حضرت عیسیٰ اور حضرت امام حسین علیہما السلام کا ملتا جلتا کلام جو ہم نے گذشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے، آپ اس میں غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان دونوں بزرگوں کا اگرچہ زمانہ ایک نہیں تھا اور اُنھوں نے اپنی اپنی ذمہ داری مختلف انداز میں نبھائی لیکن ان کا ہدف و مقصد ایک تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ قوم یہود کے لیے مبعوث ہوئے اور تحریف شدہ یہودیت کے خلاف جدید الٰہی نظریات لے کر آئے، تا کہ قوم یہود اپنے آباء و اجداد کے دین پر باقی رہنے کی بجائے حقیقی دین پر آجائے جس کے نتیجے میں یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

Presented by Ziaraat.com

کو شکنجے دیے اور ان پر تہمتیں لگائیں اور آخر کار ان کے لیے سزائے موت مقرر کی اور حضرت عیسیٰؑ بھی موت کو گلے لگانے کے لیے تیار ہو گئے، کیونکہ وہ موت کو اپنے ہدف تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ سمجھتے تھے۔

بالآخر حضرتؑ نے اپنی جان قربان کر دی تاکہ ہمیشہ کے لیے مثال بن جائے کہ اپنے عقیدے کے دفاع کے لیے جان کی قربانی کیسے دی جاتی ہے؟ اور کتنی ضروری ہوتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جب یہودیوں کے عقائد مخدوش ہونے لگے اور وہ اپنے آپ کو کمزور محسوس کرنے لگے تو انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی یاد آئی "عید فصح"۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی کی عید) بہترین مناسبت ہوگی کہ جس میں حضرتؑ کا سوگ منایا جائے، ان سے عبرت حاصل کی جائے اور عقیدہ کے انحراف کو درست کیا جائے۔

جان کی بازی لگا کر اپنے نظریے کی حفاظت کرنے کے متعلق انبیائے کرام، جیسے حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شہداء جیسے حضرت زکریا، حضرت امام علیؑ بن ابی طالب، حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، حضرت عباس علمدارؑ نے اسی طرح اپنی اپنی ذمہ داری ادا کی جیسے خداوند متعال چاہتا تھا۔ انبیائے کرامؑ نے اپنی جانیں قربان کی دین پہنچانے کی خاطر اور دین مبین کے مبلغین نے اپنی شہادت کا ہدیہ پیش کیا دین کو بچانے اور اسے محفوظ رکھنے کی خاطر۔

وہ آئندہ نسلیں جو تحریکِ حسینیؑ پر تحقیق کریں گی کہ امام حسینؑ نے اپنا خاندان کیسے قربان کیا؟ ان نسلوں کے واسطے اس انقلاب کو بیان کرنے کے لیے الفاظ کا دامن تنگ پڑ جاتا ہے۔ ہمارے پاس ایسے الفاظ اور ایسی تعبیریں نہیں ہیں جن کے ذریعہ حق مطلب ادا ہو سکے۔ لوگوں کے فکری انحراف کو درست کرنے کے لیے حضرت نے بہتر (۷۲) پاک ترین افراد کی قربانی دی کہ جن کا تعلق خاندانِ رسولؐ سے تھا اور دین کے دشمن، دین کے نام پر ان کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ دین کے دشمنوں نے

Presented by Ziaraat.com

اس ہستی کے خلاف جنگ کی جس کے متعلق رسولؐ خدا نے فرمایا:

''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں''۔

کیا کوئی معیار موجود ہے جس کے تحت ان تمام شہداء کی عظمت کی حد معین کی جاسکے؟ اگر کسی معیار کے تحت ان کی اور ان کے انقلاب کی عظمت کو جانچنا بھی چاہیں تو جانچنے کے بعد معلوم ہوگا کہ وہ بھی بے مثال تھے اور ان کا انقلاب بھی بے مثالی تھا خصوصاً فرزندِ رسولؐ، نواسہ رسولؐ، جگر گوشہ بتول کی تو کوئی مثال ہی نہیں تھی۔ ان کی شہادت سے گذشتہ تمام شہداء کی شہادت کی تکمیل ہوئی۔

اس انقلاب نے بچوں، بوڑھوں، عورتوں، مردوں حتیٰ کہ شیر خوار بچے کی قربانی نوش کی یہ قتل و کشتار بنو اُمیہ کے ہاتھوں ہوئی اور یہی لوگ بعد میں اپنے اپنے انجام کو پہنچے۔

یہ انقلاب ایسا شعلہ تھا جسے وارث انبیاء یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام نے روشن کیا، آپ آدمؑ صفی اللہ کے وارث تھے۔ نوحؑ نجی اللہ کے وارث تھے۔ ابراہیمؑ خلیل اللہ کے وارث تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کے وارث تھے اور محمدؐ رسول اللہ کے وارث تھے۔

جی ہاں! ایسی ہی شخصیت نے انقلاب کا شعلہ روشن کیا تھا۔ شہادتِ امام حسینؑ کے اندر وہ سخت مصائب و آلام تھے کہ جن کی وجہ سے آپؑ کو ایسا بلند مقام حاصل ہوا کہ آپؑ شہیدوں کے سردار و معلم قرار پائے اور آپؑ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فتح نصیب ہوئی۔

غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انقلاب امامؑ کا ہدف تمام آسمانی اَدیان کے اَقدار کی حفاظت کرنا تھا اور اَدیان کا ہدف یہ تھا کہ شہادت طلبی کے زندہ نمونے پیش کیے جائیں۔ تمام انبیاء نے جس انقلاب کا آغاز کیا تھا، امامؑ عالی مقام نے اس کی تکمیل کردی، وہ تمام انبیاء جنہوں نے شربتِ شہادت نوش فرمایا ان میں سے بعض کو قتل کیا گیا اور بعض کو جلایا گیا اور بعض کو پھانسی پر لٹکایا گیا لیکن ''کیفیتِ شہادت اور مصائب و آلام میں'' انبیاءؑ، امام حسینؑ کی حدِ برداشت تک نہیں پہنچے۔

Presented by Ziaraat.com

فرزندِ پیغمبرؐ اسلامی تحریک کے وہ عظیم راہنما تھے جن کا تعلق عام طبقے سے تھا اور بشری صفات رکھتے تھے۔ نبی بھی نہیں تھے پھر بھی وہ اپنی مثال آپ تھے۔ ان جیسا کوئی نہیں ہو سکتا۔ ان کی جنگ صرف اس گروہ کے خلاف تھی جو ضدِ بشریت تھے۔ ہمیشہ بشر کو تکلیف دینے والے تھے۔ ایسے گروہ نے حضرتؑ کو گھیر لیا اور حضرتؑ ان کے خلاف محدود اور کم ترین وسائل کے ساتھ جنگ کرنے پر مجبوراً آمادہ ہوئے، اور اس خونی جنگ کا نتیجہ حضرتؑ کی شہادت کی صورت میں سامنے آیا۔ یہ جنگ درحقیقت ایسی فاسد حکومت کے خلاف تھی، جو اسلام کے لبادے میں لوگوں کو اسلامی افکار سے منحرف کر رہی تھی۔ سیدالشہداءؑ کی ذمہ داری بہت دشوار تھی اس لیے کہ صدرِ اسلام کی فتوحات کے بعد ابھی تازہ اسلام اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا تھا لیکن اس کے بعد اُمت اسلامیہ جمود کا شکار ہو گئی۔ اس کے مرکز میں اختلاف ہو گیا اور دنیا کا زرق برق اور ہوئی و ہوس مسلمانوں کا معیار بن گیا۔ لوگوں کو جھکانے، کچلنے اور فارس کی سی شہنشاہی خلافت کو حاصل کرنے کے بعد جب بنواُمیہ کی سیاست کامیاب ہو گئی تو پھر اس خلافت نے لبرل، بت پرست اور منحرف حکومت کی شکل اختیار کر لی اور وہیں سے مسلمانوں سے دشمنی کا آغاز ہوا اور جن اُمور سے پیغمبرؐ اسلام نے اپنی زندگی میں اجتناب کیا تھا، اُموی حکومت اپنے مفادات کی خاطر ان کی مرتکب ہوئی اور وہ بھی اسلام اور خلافت کے نام پر۔

امام حسینؑ نے اسلامی بیداری کی جو ذمہ داری اپنے ذمے لی تھی وہ اسی مرحلے پر زیادہ دشوار ہو گئی کیونکہ امام امت کو صراطِ مستقیم کی طرف لے جانا چاہتے تھے جبکہ ساتھ دینے والے، خطوط لکھنے والے، دعوت دینے والے سب کے سب اس طرح امام سے الگ ہو گئے گویا وہ انھیں جانتے ہی نہیں تھے اور وہی اُنھوں نے امام کو دعوت دی تھی۔

امام حسین علیہ السلام کا قیام اس ظالم حکومت کے خلاف تھا جس کی فوج کے پاس بہت زیادہ جنگی ساز و سامان تھا اور پیشہ ور ظالم ان کے پشت پناہ اور ان کی تربیت کرنے والے تھے۔

Presented by Ziaraat.com

دراصل اس زمانے میں بنو امیہ کی ظالم وفاسد حکومت کا کوئی شخص دشمن نہیں تھا، کیونکہ اس دور کے بعض لوگ حکومت سے مال و دولت لے کر خاموش ہو گئے تھے اور بعض حکومت کے ظلم وستم کی وجہ سے خاموش ہو گئے تھے اور بعض دیگر مفادات کی خاطر۔

امام حسینؑ کو اس دور میں بہت دشوار حالات کا سامنا تھا، کیونکہ جب آپؑ نے یزید لعین کی بیعت نہ کی تو انتہائی مجبوری کے عالم میں آپؑ کو کوفہ کی طرف روانہ ہونا پڑا، اور آپؑ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے حالانکہ آپؑ جانتے تھے یہ لوگ ان سے وفا نہیں کریں گے۔ اگر ہم دوبارہ بلکہ بار بار ان حالات پر نظر ڈالیں تو امام حسینؑ کے جہاد کا طریقہ کار ہمارے لیے بخوبی روشن ہو جائے گا، کیونکہ آپؑ نے قدرت واقتدار کو مدنظر نہ رکھا۔ اپنے محدود وسائل کو نہ دیکھا اور یزیدی حکومت کے فراوان وسائل سے خوف زدہ نہ ہوئے، بلکہ ان سخت مشکلات کی پروا کیے بغیر تحریک کا آغاز کر دیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ امام حسینؑ کے پاک دل پر خداوند متعال کی حکومت قائم ہوئی۔ اسی لیے آپؑ نتائج کی پرواہ کیے بغیر بنو امیہ کے خلاف قیام کے لیے مضطرب تھے۔

خداوند متعال نے انبیاءؑ اور دیگر ہادیانِ دین کو لوگوں کی ہدایت کے لیے فوق العادہ معجزات دے کر بھیجا لیکن امام حسینؑ اپنی شہادت کے آخری لحظات تک اپنے ان مافوق اختیارات کو بروئے کار نہ لائے بلکہ اپنے محدود بشری اختیارات کے اندر رہتے ہوئے جنگ لڑی، تاکہ آپؑ امتحان الٰہی میں کامیاب ہو جائیں۔

معرفت کا یہ مرتبہ تصور بشری سے بالاتر ہے، اور رضائے الٰہی بھی اسی میں تھی کہ امام حسینؑ قیام کریں۔

ہر نبی ایسا معجزہ لے کر آیا جو اسی زمانے کے ساتھ مخصوص تھا، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادو پورے مصر میں پھیلا ہوا تھا تو خداوند متعال نے اپنے نبی کو بھی اسی طرح کا معجزہ عطا فرمایا کہ حضرتؑ جب بھی ضرورت محسوس کرتے تو وہ اپنے ڈنڈے کو

Presented by Ziaraat.com

زمین پر پھینکتے تو وہ سانپ بن کر حرکت کرنے لگ جاتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں طب کا فوق العادہ رواج تھا تو خداوند متعال نے اپنے اس نبی کو بھی اسی طرح کا معجزہ عطا کیا۔ اس طرح کہ اللہ کے نبی نابینے کو بینائی دیتے اور برص وجذام والے کو شفا دیتے، اور مردے کو زندہ کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس معجزے کے ذریعہ ایسے پیچیدہ امراض میں مبتلا افراد کو شفا دیتے کہ اگر وہ افراد اس دور میں ہوتے تو شاید میڈیکل سائنس کے ماہرین بھی ان کا علاج نہ کر سکتے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ کے زمانے میں فصاحت و بلاغت اور شعر و شاعری کا عروج۔ اس طرح کہ خاص بازاروں اور خاص چوکوں میں شعراء کا آپس میں مقابلہ ہوتا اور ہر شاعر آ کر اپنا شاہکار پیش کرتا اور وہ سات قصیدے جو خانہ کعبہ میں لکھ کر لٹکا دیے گئے تھے وہ بھی اسی مقابلے کا حصہ تھے۔ خداوند متعال نے اپنے رسولؐ کو قرآن کا معجزہ دے کر بھیجا کہ جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے بڑے بڑے سخن پرداز ادیب دنگ رہ گئے۔ اسی طرح خداوند متعال نے اپنے انبیاء کو عقل بشری سے بالاتر معجزات عطا فرما کر ان کی تائید فرمائی اور وہ انبیاء اپنی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے معجزات دکھاتے تھے لیکن پھر بھی ناحق قتل کر دیے جاتے۔

واہ! کیا کہنے: امام حسینؑ نے معنوی طاقت رکھنے کے باوجود بھی معجزات نہ دکھائے، بلکہ ایک عام انسان کے طور پر جنگ لڑتے رہے۔ آپ نبی نہیں تھے لیکن انبیاء سے بڑا کام کر گئے۔ پوری اُمت اسلامیہ کو بددعا دی اور نہ ہی انھیں معجزہ دکھایا البتہ بار بار یہ کہتے تھے کہ:

"مجھے پہچانو میں تمہارے رسولؐ کا نواسہ ہوں"۔

اگر امامؑ امت کو بددعا دیتے تو ایک دشمن بھی زندہ نہ رہتا۔ البتہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپؑ میں بشری کمزوریاں پائی جاتی تھیں بلکہ آپؑ کے سینے میں شہادت کی

Presented by Ziaraat.com

حرارت جوش مار رہی تھی۔ آپؑ کے لیے لباسِ شہادت ولادت سے پہلے تیار کیا گیا تھا اور آپؑ عالم ملکوت کی طرف پرواز کرنے کے لیے پہلے سے تیار تھے اور آپ نے عام بشری انداز میں شہادت کا انتخاب کیا، تاکہ دنیا کے وہ لوگ جو قیام و جہاد سے گھبراتے ہیں وہ دیکھ لیں کہ مردانِ خدا رضائے خدا کے لیے موت کے سمندر میں کس طرح غوطے لگاتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے دلیل و منطق، حق و صداقت اور فصاحت و بلاغت کے ذریعہ سنت محمدی کا دفاع کیا۔ حضرتؑ کی یہ جنگ جسمانی جنگ نہیں تھی جو آپؑ نے زور بازو سے جیت لی، بلکہ دنیا کے وہ لوگ جو حق کی اہمیت کے قائل ہیں ان کے لیے حضرتؑ نے عقلی، وجدانی اور نفسیاتی انقلاب برپا کیا، تاکہ وہ حق کے اردگرد جمع ہو جائیں اور باطل کی گندگی سے دُور رہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"لوگو! میں نے اپنے نانا محمد مصطفیٰ ﷺ سے سنا تھا کہ آپؐ نے فرمایا: جو لوگ ظالم حکمران کو دیکھیں کہ جو خدا کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرے، خدا کے عہد و پیمان کو توڑ دے اور رسولِ خدا سے دشمنی کرے اور بندگانِ خدا کے ساتھ گناہ، ظلم اور دشمنی سے پیش آئے لیکن وہ اس پر اعتراض نہ کریں تو خداوند متعال حق رکھتا ہے کہ ان کا ٹھکانا اسی جہنم کو قرار دے جو ظالم حاکم کا ہو"۔ ①

ایک اور مقام پر آپؑ نے ارشاد فرمایا:

اَلَا تَرَوْنَ اِلَى الْحَقِّ لَا يُعْمَلُ بِهٖ وَاِلَى الْبَاطِلِ لَا يُتَنَاهٰى

① تاریخ طبری ج 6 ص 229۔ کامل ابن اثیر ج 4 ص 21

Presented by Ziaraat.com

عَنۡهُ لِيَرۡغَبَ الۡمُؤۡمِنُ فِي لِقَاءِ اللّٰهِ مُحِقًّا اَرٰى الۡمَوۡتَ اِلَّا سَعَادَةً وَالۡحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِيۡنَ اِلَّا بَرَمًا

"کیا تم حق کو نہیں دیکھتے کہ اس پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل کو نہیں دیکھتے کہ اس سے کوئی روکنے والا نہیں؟ ان حالات میں ایک مومن کو چاہیے کہ وہ اللہ کی ملاقات کے لیے تیار ہو جائے۔ میں موت کو سعادت سمجھتا ہوں، اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنے کو ذلت و رسوائی سمجھتا ہوں"۔

قارئین کرام! اب ذرا توجہ کریں! اس طرح کی باتیں صرف وہی کرتا ہے جو شہادت کے لیے تیار ہو اور اس کی زبان پر الہامات اور آسمانی کلمات جاری ہوں اور وہ جگر گوشۂ رسولؐ ہو۔ چمن رسالت کا پھول ہو اور الہاماتِ رسالت سے معطر ہو۔

جب امام حسینؑ کی ولادت ہوئی تو رسولؐ خدا نے بچے کو ہاتھوں پر لیا اور اس کے کانوں میں اسی طرح اذان و اقامت کہی جیسے نماز کے لیے کہی جاتی ہے اور اسی وقت بچے کو بعض اسرارِ نبوت عطا فرمائے۔ یہ تھے سید الشہداء امام الاولیاء حضرت امام حسینؑ جبکہ ان کے جدِ نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ تھے جنہوں نے بشر کو ہدایت کی طرف بلایا اور نجات کے راستے پہ چلنے کی دعوت دی۔ کیا امامؑ اہل بیتؑ کے وہ پانچویں فرد نہیں تھے کہ جن کی طہارت کی گواہی قرآن نے دی ہے؟ کیا امامؑ اسلام کی نشاۃ ثانیہ نہیں چاہتے تھے؟ امام عالی مقام اسلام کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ اسلام جس کا آغاز محمدیؐ ہے اور بقا حسینیؑ ہے۔ امام حسینؑ وہ عظیم انسان تھے جنہوں نے زندگی کو شہادت کے لیے وقف کر دیا تھا اور آپؑ نے پوری طاقت کے ساتھ میدانِ شہادت کی طرف قدم بڑھائے۔ اپنے آپ کو اور اپنے خانوادہ کو اس راستے پر قربان کر دیا۔ وہ شہید جس نے اپنی شہادت سے انبیاء کی شہادت کی تفسیر کر دی، جس نے تمام ادیان

Presented by Ziaraat.com

میں واقع ہونے والی شہادتوں کی تکمیل کر دی، ظلم و ستم کے ہر قانون کو مٹا دیا، راہِ خدا میں جو کچھ قربان کرنا چاہیے تھا وہ کر دیا۔

عشق میں کیا لٹا یئے عشق میں کیا بچایئے

آلِ نبیؐ نے لکھ دیا سارا نصاب ریت پر

حضرت امام حسین علیہ السلام یزیدین کے ساتھ جس طرح پیش آنا چاہیے تھا اسی طرح پیش آئے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ مسیح نے فرمایا:

"جو کچھ قیصر کے لیے ہے وہ قیصر کے لیے ہو اور جو کچھ خدا کے لیے ہے وہ خدا کے لیے ہو۔"

یہ وہ شہید ہے جس کی شہادت ہر مسیحی کو عیسیٰ مسیح کی یاد دلاتی ہے۔ اس انقلابی معلم نے حق کی خاطر ایسا قیام کیا کہ اب ہر مسیحی کو چاہیے کہ اس پر فخر کرے۔ امام کا انقلاب اور ان کی تعلیمات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے بہت زیادہ قریب ہیں۔ امام حسینؑ نوید مستضعفین اور اُمیدِ مظلومین جہاں ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حق بچانے کی خاطر جو شہادت پیش کی اس کی وجہ سے وہ مسیحی شہید شمار ہوتے ہیں اور وہ ہم میں سے ہیں کیونکہ انھوں نے رنگ و نسل اور قوم و قبیلہ کی محدودیت سے بالاتر ہو کر قربانی دی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی مقدس شہادت مطلوب صورت میں یہ ہے جو اسلام نے مسیحیت کو پیش کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سب سے بڑی شہادت ہے، کیونکہ یہ انسانی اقدار کی خاطر تھی اور ہر قسم کے ذاتی مفادات سے بالاتر تھی۔ یہ شہادت درحقیقت دینِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی کی گواہی تھی بلکہ تمام گذشتہ انبیاء کی صداقت کی گواہی تھی۔

Presented by Ziaraat.com

وہ مسیحی شہداء جو امام حسینؑ کی خاطر قتل کیے گئے

یزید کے دربار میں روم کا سفیر موجود تھا جو مسیحی تھا اور یزید نے اُسے بھرے دربار میں قتل کرادیا تھا۔ اس کی شہادت اس بات کی دلیل ہے کہ قتلِ حسینؑ کی وجہ سے لوگوں میں بہت زیادہ جوش و ولولہ اور حرارت پائی جاتی ہے۔

سفیرِ روم نے دربار یزید میں جب دیکھا کہ یزید لعین خیزران (بید) کی چھڑی کے ساتھ امام حسینؑ کے مبارک لب و دندان سے جسارت کر رہا ہے تو اس نے فریاد بلند کی، اور کہا: یزید! کیا یہ حسینؑ تیرے نبیؐ کی بیٹیؑ کا بیٹا نہیں ہے؟

یزید نے کہا: کیوں نہیں؟

یہ سن کر سفیرِ روم نے تعجب کے عالم میں کہا:

”یزید! ایک دور دراز جزیرے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سواری کا سم موجود ہے، ہم تمام مسیحی ہر سال وہاں جا کر نذر و نیاز دیتے ہیں اور اس کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسے تم مسلمان اپنی مقدس آسمانی کتاب کا احترام کرتے ہو ہم اپنے نبی کی سواری کا اتنا احترام کرتے ہیں اور تم نے اپنے نبیؐ کی بیٹیؑ کے بیٹےؑ کے ساتھ یہ حال کیا ہے؟ پس سن لو! یزید! تم باطل پر ہو“۔ یزید نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تو وہ دوڑتا ہوا امام حسینؑ کے پاک و مطہر سر کی طرف آیا۔ اس نے سر کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور اس کے بوسے لینے لگا یہاں تک کہ جلاد نے اس پر تلوار چلا دی، جب وہ شہید ہو رہا تھا تو تمام اہل دربار نے سنا کہ امامؑ کے پاک سر سے آواز آرہی تھی:

Presented by Ziaraat.com

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ [1]

محبتِ حسینؑ میں قتل ہونے والا ایک مسیحی

ایک اور واقعہ کتب سیر و تاریخ میں ملتا ہے کہ ایک راہب اپنی عبادت گاہ (صومعہ) میں موجود تھا اسیرانِ اہل بیتؑ کا قافلہ جب اس کے معبد تک پہنچا تو رات ہو چکی تھی اور ظالموں نے امام حسینؑ کے سر مبارک کو معبد کے قریب ٹھہرا دیا۔ آدھی رات کے وقت راہب نے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهِ کی آواز سنی تو وہ باہر نکلا دیکھتے ہیں کہ یہ کس کی آواز ہے؟ اس نے دیکھا کہ امام علیہ السلام کے مبارک سر سے نور پھوٹ رہا ہے اور اُدھر کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ۔

وہ حیران ہوا کہ ماجرا کیا ہے؟ اس نے وہ رات بڑی بے چینی کے عالم میں گزاری ۔صبح ہوتے ہی وہ باہر نکلا اور پریشانی کے عالم میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ سر کس کا ہے ؟اور ماجرا کیا ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کا سر ہے، جس کی ماں فاطمہ بنت محمد مصطفیٰؐ ہے۔ اس راہب نے یہ سن کر کہا: لوگو! تمہارے لیے مرنے کا مقام ہے کہ نبیؐ کا نواسہ اس حال میں ہو؟ میں نے اس شہید کے متعلق اپنے بزرگان سے سنا ہوا ہے کہ اس کی شہادت کے وقت آسمان سے خون کی بارش برسے گی اور مجھے لگ رہا ہے کہ یہ وہی شہید ہے۔ آخر میں اُس نے ان ظالموں سے کہا: مجھے اس سر کی نزدیک سے زیارت کرنے اور بوسہ لینے کی اجازت دی جائے۔ یزیدی سپاہیوں نے اس کی بات نہ مانی اور انکار کر دیا۔ تب راہب نے کہا: مجھ سے کچھ رقم لے لو اور اس کے عوض اس مظلوم کے سر کی نزدیک سے مجھے زیارت کرنے دو۔ اب وہ راضی ہو گئے اور

---

[1] مقتل العوالم ص 151۔ مقتل خوارزمی ج 2 ص 72

Presented by Ziaraat.com

اُس راہب نے سر کی زیارت کی اور سر کے بوسے لیے اور یہ ظالم سپاہی اتنے میں کوچ کی تیاری کرنے لگے اور چل پڑے۔ جب یہ کچھ فاصلے پر پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ راہب نے جو سونے چاندی کے سکے دیے تھے ان پر لکھا ہوا ہے:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

"وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا عنقریب اس کا انجام دیکھ لیں گے"۔ ①

بعض مستشرقین (مشرق شناسی کے محققین) جب حادثۂ کربلا پر تحقیق کرنے لگے تو وہ بڑی غلط فہمی کا شکار ہو گئے مثلاً ان میں سے ایک گروہ کہتا ہے: یہ ایک جذباتی اور احساساتی اقدام تھا، جس کے نتیجے میں امام حسینؑ بنو اُمیہ کے ایک گروہ پر گھیرا تنگ کرنا چاہتے تھے اور انھیں دباؤ میں رکھنا چاہتے تھے۔

مستشرقین کا دوسرا گروہ کہتا ہے: امام حسینؑ اپنے دوستوں اور دشمنوں میں خاندانِ رسولؐ کے قتل کا درد پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کا تیسرا گروہ معتقد ہے: امام حسینؑ کی تحریک ایک اخلاقی تحریک تھی۔ معاشرے کو دینِ محمدیؐ سے ہٹا دیا گیا تھا۔ وہ اسی معاشرے کو دوبارہ راہِ راست پر لانا چاہتے تھے۔ ان مستشرقین کا ایک اور گروہ ہے، جس کا نظریہ ہے کہ امام حسینؑ نے حکومت و اقتدار حاصل کرنے کے لیے اتنا بڑا اقدام کیا تھا۔

ایک گروہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ تحریکِ کربلا انسانی ہمدردیوں کو جذب کرنے کی خاطر تھی اور اس تحریک کا کوئی جنگی شیڈول تھا اور نہ ہی جنگی حساب کتاب اور اس تحریک کی نہ نتائج پر نظر تھی اور نہ ہی پیش آنے والے خطرات پر۔

ہم کہتے ہیں: یہ مستشرقین اگر غرض و مرض میں مبتلا نہ ہوتے، بابصیرت اور

---

① تذکرۃ الخواص ص 150

Presented by Ziaraat.com

گہرے افکار کے مالک ہوتے تو حادثۂ کربلا کے اسباب ونتائج کا باریک بینی سے تجزیہ کرتے اور اتنی بڑی غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے اور اس حادثے کی حقیقت ان سے پوشیدہ نہ ہوتی، ان کے یہ تجزیے، ان کی مادی اور محدود فکر کی وجہ سے ہیں یا ایسی اندھی تقلید کی وجہ سے ہیں کہ جس کا لوگ اس وقت سہارا لیتے ہیں جب وہ گمراہ کن عقائد پھیلانا چاہیں یا غلط اَہداف تک پہنچنا چاہیں۔

لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ اپنی اسی غلط روش اور غلط انداز فکر کے ساتھ جب بھی حقائق کا تجزیہ کرنا چاہیں گے اور ظاہری طور پر ان کے اَہداف جتنے بھی مناسب اور مقدس ہوں گے لیکن دَرحقیقت وہ اقدام تنگ نظری اور بدنیتی سے خالی نہیں ہوں گے۔

جو لوگ کہتے ہیں: تحریکِ حسینیؑ ایک حادثاتی تحریک تھی جو اچانک رُونما ہوئی جس کا نہ کوئی ہدف تھا، نہ کوئی نتیجہ تھا اور نہ ہی کوئی جنگی شیڈول۔ دَرحقیقت یہ لوگ شہادتِ امام حسینؑ کے متعلق الٰہی تقدیر کی بے حرمتی کرتے ہیں، اس کا مذاق اُڑاتے ہیں اور انبیائے کرام نے جو پیشگوئی کی تھی کہ امام حسینؑ سرزمین کربلا میں پیاسے شہید کیے جائیں گے اور اُن کی لاش پامال کی جائے گی۔ یہ لوگ دَرحقیقت اس پیشگوئی کے منکر ہیں اور اَولیائے الٰہی اور خاصانِ خدا نے لوگوں کے عقائد مضبوط کرنے کی خاطر اور آسمانی اَدیان کی محافظت کی خاطر جو کچھ کہا، یہ لوگ اس کا مذاق اُڑانے والوں میں سے ہیں۔

شہیدِ مسیحیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام، جب سرزمین کربلا سے گزرے تو آپؑ نے شہادتِ امام حسینؑ کی وضاحت کی اور امام کے قاتلوں پر لعنت کی اور سرزمین کربلا کے متعلق کہا:

اَلْبُقْعَةُ كَثِيرَةُ الْخَيْرِ

''سرزمین خیر وبرکت''۔

ان اعتراضات کرنے والوں کا ایک گروہ یہ بھی کہتا ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

Presented by Ziaraat.com

فلسطین سے کربلا جانا عقلاً محال ہے، جبکہ ان جاہلوں کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت کا بچپن اور جوانی کا عرصہ کہاں گزرا؟ اور اس سلسلے میں انجیل مقدس میں کیا لکھا ہے؟

بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے حکمت اور طب کی خاطر "تبت" تک سفر کیا اور بعض دیگر روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ دین کے لیے فلسطین میں آنے سے پہلے دور دراز علاقوں کا سفر کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا صاحب معجزہ نبیؑ جسے خداوند متعال نے کئی معجزے عطا فرمائے تھے، کیا ان کے لیے کربلا تک آنا ناممکن تھا؟ کیا یہ لوگ اس بات کو غیر عاقلانہ سمجھتے ہیں کہ شہیدِ مسیحیت، شہیدِ اسلام کی قتل گاہ میں آئے حالانکہ شہید کربلا، حضرت عیسیٰؑ کے چند صدیوں بعد اسی ہدف کے لیے شہید ہوئے جس ہدف کے لیے حضرت عیسیٰؑ شہید ہوئے تھے؟

یاد رہے! فطرتِ انسانی کو عشق ہے شہداء سے، اور فطرت بشری دوست رکھتی ہے شہداء کو تو پھر گزشتہ شہداء کو، شہید کربلا اور آپؑ کے مزار کی تربت سے کیوں محبت نہ ہو جبکہ امامؑ نے اپنی شہادت سے ان کی شہادتوں کی تکمیل کی؟

کیا حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت پر گریہ نہ کیا؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قاتلانِ حسینؑ پر لعنت نہ کی؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم بنی اسرائیل کو قاتلانِ حسینؑ پر لعنت کرنے کا حکم نہ دیا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو یہاں تک فرمایا تھا:

> "اگر کوئی شخص امام حسینؑ کا زمانہ درک کرے تو اُسے چاہیے کہ وہ حضرتؑ کی رکاب میں جنگ کرے، اگر وہ مارا گیا تو گویا انبیاءؑ کی رکاب میں لڑتے ہوئے شہید ہوا"۔

امام حسینؑ کا زمانہ انبیاء کے زمانے سے بہت دور تھا اور عام افراد کو زمانی فاصلے

Presented by Ziaraat.com

آئندہ کے حالات سے دور رکھتے ہیں، اور آئندہ کے حالات سے باخبر رہنے میں رکاوٹ بنتے ہیں جبکہ انبیاء، زمانی حالات سے مکمل طور پر آگاہ رہتے ہیں اور زمانی فاصلے آئندہ کے علم میں ان کے لیے رکاوٹ نہیں بنتے۔

بنا برایں انبیائے کرامؑ لوح محفوظ اور صحیفۂ الٰہی میں درج شدہ شہداء کی فہرست کو دیکھتے تھے اور بعد کے زمانوں میں راہِ خدا میں قتل کیے جانے والے شہداء کو جانتے تھے۔ اگر نہ جانتے ہوتے تو امام حسینؑ کی مظلومیت پر گریہ نہ کرتے اور حضرتؑ کے قاتلوں پر لعنت نہ کرتے۔

قابلِ ذکر ہے یہ بات کہ انبیاء کا امامؑ پر گریہ کرنا حادثۂ کربلا سے کئی ہزار سال پہلے تھا۔ خداوند متعال کی طرف سے انبیاءؑ کے پاس ایسی روحانی قدرت ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ غیب کے حالات سے باخبر رہتے ہیں، جیسا کہ قرآن اس کی گواہی دے رہا ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔

"خداوند متعال غیب کا علم رکھتا ہے اور کسی کو اپنے غیبی رازوں سے آگاہ نہیں کرتا سوائے برگزیدہ انبیاء کے" (سورۂ جن)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا کی قسم: پروردگار نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چُن لیا اور ان کے جانشینوں کو ان کے نور سے پیدا کیا تو انھیں بھی وہی مقام عطا کیا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا تھا"۔ [1]

---

[1] بحار الانوار ج 5 ص 74

Presented by Ziaraat.com

شہادتِ امام حسینؑ کی عظمت کو کوئی شخص بیان نہیں کرسکتا چاہے جتنا بڑا فصیح و بلیغ اور نامی گرامی سخنور ہو کیونکہ ان کی شہادت کی عظمت کو صرف خدا جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ آپؑ کی ولادت سے پہلے خداوند متعال نے آپؑ کی شہادت کے متعلق بعض پاک ہستیوں کو وحی فرمادی تھی۔

شہادت کی عظمت میں شک کرنے والے ایک شخص سے میں نے خود سنا جو کہہ رہا تھا: امام حسینؑ اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو ہلاکت سے نجات دے سکتے تھے، انھیں چاہیے تھا کہ وہ اس آیت پر عمل کرتے جس میں خداوند متعال فرماتا ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ

"اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" (البقرہ:۱۹۵)

لیکن شہادت کی منطق اس آیت کریمہ کی یوں تفسیر کرتی ہے:

"اگر جان محفوظ رکھنے کی مصلحت زیادہ ہے، جان قربان کرنے کی مصلحت سے زیادہ ہے تو جان کی حفاظت واجب ہے اور جان قربان کرنا جرم ہے لیکن اگر جان قربان کرنے کی مصلحت زیادہ ہو، جان محفوظ رکھنے سے تو پھر جان قربان کرنا ہی واجب ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی شہادت کے متعلق سب کچھ جانتے تھے اور پیش آنے والے سارے مصائب و آلام سے آگاہ تھے لیکن اس کے باوجود ان کا میدان شہادت میں چلا جانا صرف اطاعتِ الٰہی کی خاطر تھا۔

امامؑ نے اپنی نانی حضرت اُم سلمہؓ کو اپنی شہادت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: نانی اماں میں وہ دن اور وہ وقت جانتا ہوں جس میں شہید کیا جاؤں گا اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرے اہل بیتؑ میں سے کون شہید ہوجائیں گے؟ نانی اماں! کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ جس چیز کا آپ کو علم ہے اس کا مجھے علم نہیں ہے؟ کیا انسان موت سے بچ سکتا ہے؟

Presented by Ziaraat.com

اگر آج میں نہ جاؤں تو کل مجھے جانا پڑے گا"۔

لیکن عام انسان کا ذہن یہ بات تسلیم نہیں کرتا کہ امام حسینؑ پیش آنے والے تمام مصائب و آلام سے آگاہ ہونے کے باوجود ان میں کود پڑے۔ حضرتؑ کا آئندہ کے حالات سے باخبر ہونا موجب نہ بنا کہ آپؑ جنگ اور شہادت کے اسباب کو ختم کردیں، بلکہ سب کچھ جاننے کے باوجود راضی برضائے خدا رہے۔

اگر سیّد الشہداء چاہتے کہ خداوند متعال انھیں اس مصیبت سے بچا لے تو ایسا ہو جاتا تھا۔ یقینی بات ہے کہ خداوند متعال کی قدرت کاملہ کے سامنے کوئی طاقت نہیں ٹک سکتی لیکن امامؑ نے ان طاقت فرسا مصائب سے بچنے کی دعا نہ کی۔ البتہ یہ راز صرف خدا جانتا ہے کہ حضرتؑ نے شہادت سے بچنے کی دعا کیوں نہ کی؟

وہ انبیاء جو کلمۂ توحید کی سربلندی اور حق و عدالت کے قیام کی وجہ سے شہید ہوئے، کیا خداوند متعال نے انھیں اپنی رحمت سے دور کر کے انھیں اپنے حال پر چھوڑ دیا؟ ہرگز نہیں: بلکہ وہ شہادت سے عشق کرتے تھے تاکہ قرب خدا حاصل کرسکیں اور خدا کا ارادہ پورا ہو جائے۔ اگر وہ چاہتے تو خدا ان سے شہادت کو دُور کر دیتا، لیکن وہ خداوند متعال کی قضا و قدر کے تابع تھے اور یہی شہادت ہے جو دین کی بقا، شریعت کی حفاظت اور عقیدے کی نجات کا سبب بنی۔ اگر شہادت نہ ہوتی تو نہ دین بچتا، نہ شریعت بچتی نہ عقیدہ بچتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو اپنی موت کی خبر دی اور پیش آنے والے تمام حادثات کی وضاحت کی اور فرمایا: "مجھے گرفتار کر کے بت پرستوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ میرا مذاق اُڑایا جائے گا، مجھے تازیانے مارے جائیں گے"۔

حضرت کے ایک خیانت کار شاگرد نے یہودا نامی شخص کو حضرت کا ٹھکانہ بتا دیا تو اس نے حضرتؑ کو گرفتار کر کے دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ آپؑ کے ایک وفادار شاگرد

Presented by Ziaraat.com

جناب پُطرس نے آپ کو پکڑ لیا تا کہ دشمنوں سے چھڑا لے تو حضرتؑ نے اسی دوران مڑ کر پیچھے دیکھا اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ پڑھا اور کہا: "اے شیطان مردود تو مجھ سے دُور ہو جا، تو میری لغزش کا سبب بنتا ہے؟"

اس سے پُطرس کو سمجھا دیا کہ میں تیرے اس کام سے راضی نہیں ہوں، پھر جب آپ کے مددگاروں میں سے ایک نے کاہن پر تلوار کھینچ کر اس کا ایک کان کاٹ دیا تھا اور اسے قتل کرنا چاہتا تھا تو حضرت مسیح علیہ السلام نے اسے فرمایا: "اپنی تلوار غلاف میں ڈال دے، جو بھی تلوار اُٹھائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا، اگر میں چاہوں تو خدوند متعال بارہ ہزار فرشتوں کی فوج کے ذریعہ میری مدد کرے گا لیکن خدا کا وعدہ اسی طرح پورا ہو گا"۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام چاہتے تو خداوند متعال انھیں یہودیوں کے شر سے ضرور نجات دیتا لیکن حضرتؑ نے ایسا نہ کیا تا کہ قادر مطلق اور واحدہٗ لاشریک خدا کا ارادہ پورا ہو، اسے کہتے ہیں: "خدا کی قضاوقدر پر راضی رہنا"۔ یہ وہ چیز تھی جسے پُطرس جیسے عام لوگ نہیں سمجھ رہے تھے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد شب بیداری اور عبادت میں مشغول تھے تو حضرتؑ نے انھیں کہا: "میرا دل غمگین اور روح بے چین ہے، گویا میری موت قریب ہے"۔

پھر حضرت ان سے کچھ دور چلے گئے اور سر سجدے میں رکھ کر عرض کرنے لگے: "خدایا: میری موت کا معاملہ اسی طرح ہو جیسے تو چاہے، اس طرح نہ ہو جیسے میں چاہوں"۔

مسیحی دین کے نبیؑ نے اپنے خدا سے یہ درخواست نہیں کی کہ موت کو ان سے دُور کر دے بلکہ کہا: "خدایا! اسی طرح ہو جس طرح تو چاہتا ہے"۔

واہ، کیا کہنے سیّد الشہداءؑ کے آپؑ نے بھی شہید مسیحیت جیسی بات اپنے بھائی

Presented by Ziaraat.com

محمد بن حنفیہؓ سے کہی۔ آپؑ نے فرمایا:

اِنَّ اللہَ قَدْ شَآءَ اَنْ یَّرَانِیْ قَتِیْلاً وَّالنِّسَآءَ سَبَایَا

''خدا چاہتا ہے کہ مجھے شہید اور میری اہلِ بیتؑ کو اسیر دیکھے''۔

قیامِ امام حسینؑ ایک عاقلانہ اور دانشمندانہ قیام تھا لیکن بعض لوگوں کو اس میں شک ہے وہ کہتے ہیں: حضرت کا یہ قیام بغیر سوچے سمجھے ایک جذباتی قیام تھا حضرتؑ نے جو یہ فرمایا: ''خدا مجھے شہید دیکھنا چاہتا ہے''۔ کیا اس کے بعد بھی اعتراض کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے؟

وہ لوگ قادرِ مطلق اور علیم و حکیم خدا کے ارادے کے متعلق کیا کہیں گے؟ خدا چاہتا تھا کہ ایسا انقلاب وجود میں آئے جس کی پیشگوئی خدا نے اپنے برگزیدہ انبیاءؑ کے ذریعہ کروائی، جنھوں نے لوگوں کو بتایا کہ خدا کے نزدیک یہ ایک اصلی اور حقیقی قربانی ہے؟ کیا ان کا کفر انھیں مجبور کرتا ہے کہ ''ارادۂ خدا'' کے متعلق حضرت کے کلام کی کسی اور انداز میں توجیہ کریں؟

امیرالمومنین حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ نے فرمایا:

''اللہ نے حضرت داؤدؑ کو وحی کی کہ ''ایک چیز تو چاہتا ہے، ایک چیز میں چاہتا ہوں، ہوگا وہی جو میں چاہتا ہوں، اگر تو اپنے آپ کو میرے سامنے جھکا دے تو میں تجھے وہ سب کچھ عطا کروں گا جو تو چاہتا ہے۔ اگر تو میری چاہت کو اپنی چاہت پر مقدم کرے گا تو تجھے وہ سب کچھ عطا کروں گا جو تو چاہتا ہے، لیکن اگر تو نے میری چاہت کو اپنی چاہت پر مقدم نہ سمجھا تو میں تجھے رنج و الم میں مبتلا کروں گا اور بالآخر وہی ہوگا جو میں چاہوں گا''۔

اور پھر فرمایا:

Presented by Ziaraat.com

"لوگوں کو راضی کر کے خدا کو ناراض نہ کرو، کیونکہ اگر خدا راضی ہو جائے تو لوگ بھی راضی ہو جائیں گے لیکن اگر لوگ راضی ہو جائیں تو ضروری نہیں کہ خدا بھی راضی ہو"۔

رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ طَلَبَ رِضَا الْمَخْلُوقِ بِسَخَطِ الْخَالِقِ سَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِ ذَالِكَ الْمَخْلُوقَ لَا يَرْحَمُهُ

"جو شخص کسی انسان کو راضی کرنے کی خاطر خدا کو ناراض کرے، خداوند اسی انسان کو اس پر اس طرح مسلط کرتا ہے کہ وہ اس پر رحم نہیں کرتا"۔

انبیاء، اولیاء، شہداء اور دیگر الٰہی نمایندے، سب کے سب بشریت کے لیے یہی اُصول لے کر آئے کہ خدا کی رضا ہر چیز پر مقدم ہے۔ اسی اُصول کے تحت اُنھوں نے دین میں تحریف کرنے والوں کے خلاف جہاد کیا اور اس الٰہی اُصول کے سامنے وہ دل وجان سے جھک گئے۔

اسی اُصول کے تحت وہ جھوٹے خداؤں کے سامنے قیام کرتے تھے اور وہی کچھ کہتے تھے جو خدا کی طرف سے انھیں الہام ہوتا تھا کیونکہ خدا نے ان کے لیے ایک رسالت معین کی تھی جس کو پہنچانے کی خاطر وہ لوگوں کے پاس بھیجے گئے۔ حسینی انقلاب اچانک برپا نہیں ہوا بلکہ یہ انقلاب لوحِ محفوظ پر لکھا جا چکا تھا جس کی خبر انبیاء نے دی اور یہ علمِ خدا اور مشیتِ خدا کے مطابق تھا کیونکہ خداوند متعال جانتا تھا کہ آخری نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کون سے اور کیسے کیسے حادثات رُونما ہوں گے۔ اس ذمہ داری کو بطریقِ احسن انجام دینے کے لیے اسی خالق کی طرف سے پہلے ہی سے امام معین ہو چکے تھے۔

Presented by Ziaraat.com

حضرت امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ بن جعفرؓ سے فرمایا:

اِنِّی رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ فِی الْمَنَامِ اَمَرَنِیْ بِاَمْرٍ اَنَا مَاضٍ لَہٗ

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ مجھے اس چیز کا امر دے رہے تھے جسے میں نے آخر وہ انجام دینا ہے"۔

ایک منزل پر امام مظلومؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

"دین پر میری جان قربان ہو جائے گی، کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے کتے کاٹ رہے ہیں اور ایک خاکی رنگ کا کتا ہے جو سب سے زیادہ کاٹ رہا ہے"۔ (تاریخ طبری ج 6 ص 226)

جب عمر بن لوذ نے امامؑ کو رائے دی کہ کوفہ جانے سے پہلے لوگوں کے متعلق کچھ تحقیق کر لیں تو اس کے جواب میں حضرتؑ نے ارشاد فرمایا:

"کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے اور کوئی چیز فرمان خدا پر غالب آنے والی نہیں ہے۔ یہ لوگ مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک میرا دل میرے سینے سے نکال نہ لیں"۔

یعنی یہ لوگ مجھے حتماً شہید کر دیں گے۔ (کامل الزیارات ص 75)

آپؑ نے مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہوتے وقت فرمایا:

کَاَنِّیْ بِاَوْصَالِیْ هٰذِهٖ تَقَطَّعُهَا عُسْلَانُ الْفَلَوَاتِ بَیْنَ النَّوَاوِیْسَ وَ کَرْبَلَاءَ فَیَمْلَأَنَّ مِنِّیْ اَکْرَاشاً جُوْفاً وَّ اَجْرِبَةً سُغْباً لَا مَحِیْصَ عَنْ یَوْمٍ خُطَّ بِالْقَلَمِ

"گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ جنگل کے بھیڑیے نواویس اور کربلا کے درمیان میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں اور اپنے خالی پیٹ اس سے پُر کر رہے ہیں، جو کچھ خدا کی تقدیر میں معین ہو چکا ہے، اس

Presented by Ziaraat.com

سے گریز ممکن نہیں ہے"۔

مذکورہ کلام میں ایک جملہ ہے:

لَا مَحِیْصَ عَنْ یَوْمٍ خُطَّ بِالْقَلَمِ جس کا معنی ہے۔

"تقدیر خدا سے کوئی گریز ممکن نہیں ہے"۔

اس جملے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام مظلوم جانتے تھے کہ جو کچھ خداوند کے نزدیک معین ہو چکا ہے اور لوح محفوظ پر لکھا جا چکا ہے اس سے انسان نہیں بچ سکتا۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اسرارِ الٰہی کے سامنے جھکا دے۔

بنا بر ایں انبیاء، شہداء اور دیگر الٰہی نمائندے کبھی نہیں پوچھتے۔ کیوں؟ اور کیسے؟ بلکہ وہ وحی کے ذریعہ جس حق کے واضح و روشن راستے پر گامزن ہوتے ہیں، اس میں قدم آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب جعدہ بنت اشعث لعنۃ اللہ علیہا نے زہر آلود دودھ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تو اُس امامؑ نے جو تقدیر الٰہی پر راضی تھے، خوشی برضا دودھ کا پیالہ لے لیا۔ اطمینان اس حد تک کہ نہ چہرے پر ملال تھا، نہ ہاتھ میں لرزہ۔ یہی الہام شدہ راز تھا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون الرشید عباسی سے زہر آلود انگور قبول کر لیے۔ امامؑ جب مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو اپنے خاندان کو جمع کیا اور فرمایا: "میری زندگی میں میری شہادت کا غم منالو"۔

امام جانتے تھے کہ مامون نے مدینہ سے خراسان مجھے کیوں بلایا ہے؟ لیکن چونکہ آپؑ رضائے الٰہی پر راضی تھے اس لیے سفر کرنے سے انکار نہیں کیا۔ قبول کرتے ہوئے چل پڑے۔

اسی طرح حضرت امام ابو جعفر محمد تقی جواد الآئمہ علیہ السلام کو جب امّ الفضل ملعونہ نے زہر آلود رومال دیا تو امامؑ نے اسے قبول کر لیا، یہاں تک کہ اسی سے امامؑ کی شہادت ہوئی۔ اور یہی چیز الٰہی تقدیر پر راضی رہنے کی علامت ہے۔ یہ تسلیم و رضا

Presented by Ziaraat.com

اس آیت کریمہ کی عملی تفسیر ہے کہ:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (سورہ احزاب ۷)

"وہ وقت یاد کرو جب ہم نے انبیاء سے عہد و پیمان لیا اور میرے حبیب آپ سے اور نوح سے موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے غرض ان تمام سے ہم نے مضبوط عہد و پیمان لیا"۔

خداوند متعال کی لازوال و بے مثال قدرت کے سامنے اور اس کی تقدیر اور 'قضاوقدر' کے سامنے تمام انبیاء اور اہل بیت نے اپنے آپ کو، دل وجان سے جھکا دیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا أُوذِيَ نَبِيٌّ قَطُّ مِثْلَمَا أُوذِيتُ

"جتنے مصائب و آلام مجھ پر پڑے اتنے کسی نبی پر نہیں پڑے"۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتنے مصائب و آلام آئے کہ خداوند متعال نے وحی کے ذریعہ تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

"میرے حبیب! صبر کریں جس طرح دیگر اولوالعزم انبیاء نے صبر کیا" (الاحقاف/35)

لیکن انبیاء کے مصائب کہاں اور امام حسینؑ کے مصائب کہاں؟ مصائب حسینؑ مصائب انبیاءؑ سے زیادہ دردناک، رنج آور اور تکلیف دہ تھے لیکن سید الشہداءؑ نے صبر کیا اور ساتھیوں سے کہا: "تم بھی خدا کی خوشنودی کی خاطر صبر کرو"۔

آپؑ نے اپنے اصحاب باوفا کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

Presented by Ziaraat.com

يَا اَوْلَادَ الْكِرَام!

"اے کریم والدین کے کریم فرزندو!"

صبر کرو، حلم و بردباری کا مظاہرہ کرو، موت صرف ایک پل ہے جو تمہیں دنیا کے مصائب و آلام سے جنت الفردوس اور اس کی نعمات کی طرف منتقل کر دے گی۔ تم میں سے کون ہے جو زندان سے شاندار محلات کی طرف منتقل نہ ہونا چاہے؟ تمہارے دشمنوں کے لیے موت ایسے ہے جیسے کوئی شاہی محلات سے جہنم کے زندان میں جا رہا ہو"۔

میرے والد بزرگوار نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان فرمائی:

"دنیا مومن کے لیے زندان اور کافر کے لیے بہشت ہے اور موت ایک پل ہے جو بعض لوگوں کو بہشت تک پہنچا دے گی اور بعض کو جہنم تک، میں نے جو کچھ کہا سچ کہا اس لیے کہ آج تک نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی کسی نے میری طرف جھوٹ کی نسبت دی ہے"۔

امام حسین خیمہ گاہ سے جب الوداع کرنے لگے تو امام اپنے اہل و عیال سے فرمایا:

"مصائب و آلام کے لیے تیار ہو جاؤ، یاد رکھو خداوند منان تمہارا حامی و ناصر ہے۔ آپ لوگوں کو خدا دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا اور تمہاری عاقبت ایمان پر ہوگی اور تمہارے دشمن عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ خدا آپ لوگوں کو ان مشکلات کے بدلے فراوان نعمات عطا فرمائے گا، بس شکایت کا ایک لفظ بھی اپنی زبان پر جاری نہ کرنا کہ جس سے اجر و پاداش میں کمی آ جائے"۔

یہ تھا بے مثال صبر جس سے انبیاء و شہداء آراستہ تھے۔ ان پر اتنے مصائب و آلام آئے لیکن انھوں نے لفظ "کیوں" تک اپنی زبان پر جاری نہ کیا۔ یہ ایمان کا وہ درجہ ہے جس کی حقیقت کو عقل بشری درک کرنے سے قاصر ہے۔

Presented by Ziaraat.com

حکمتِ الٰہیہ کو ہم اپنی ناقص عقل سے نہیں سمجھ سکتے۔ اولیائے خدا حکمت الٰہی پر اتنا خوش اور راضی رہتے تھے کہ کبھی نہ سوال کیا ہے پروردگار! ان مصائب کے عوض تو ہمیں آخرت کی کون سی نعمات عطا فرمائے گا؟

بلکہ وہ اس سوال کو بارگاہِ خدا میں بے ادبی شمار کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ شاگرد جو ان کے بعد مسیحیت کے پرچمدار شمار ہوتے تھے پیغمبر انھیں بھی صبر کی تلقین فرماتے تھے۔ زندگی کے آخری لحظات میں فرمایا:

"میری موت کا وقت قریب ہے۔ میرے بعد تم ہر طرف بکھر جاؤ گے، میں تنہا نہیں رہوں گا میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ اس دنیا میں تمھیں مشکلات پیش آئیں گی، ان مشکلات پر صبر کرنا"۔ (1)

امام حسینؑ آپؑ کے اہل بیتؑ اور آپؑ کے اصحاب کو جو مشکلات بھی پیش آئیں، وہ ان کے سامنے صبر کی چٹان بنے رہے، اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ خداوند متعال انھیں اس کے بدلے آخرت کی عظیم نعمات عطا فرمائے گا۔

شہیدِ اسلام کا یہ کلام شہید مسیحیت کے اُس کلام سے ملتا جلتا ہے جس میں اُنھوں نے اپنے حواریین سے کہا:

"تم پر ایسے مصائب و آلام آئیں گے کہ تم گریہ کرو گے لیکن ایک دن تمہارے مصائب خوشیوں میں بدل جائیں گے"۔

بنا برایں ہم ایک محقق ہونے کے ناطے اس الٰہی کردار کو کیوں کر نہ سمجھیں؟ اس میں غور و فکر کیوں نہ کریں؟ وہ لوگ جو امام حسینؑ کے انقلاب کے نفع و نقصان، جنگ اور جنگ کے نتائج کو مادی اور زمانی معیار پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں، ہم انھیں حضرت

---

(1) یوحنا 16,32,33 (یہ مسیحی نظریہ ہے۔ اسلامی نظریہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت نہیں ہوئے بلکہ آپؑ چوتھے آسمان پر زندہ ہیں۔)

Presented by Ziaraat.com

امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ فرمان سنانا ضروری سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا:

"ہمیں تعجب ہے اس گروہ کے افراد پر جو ہمیں اپنا امام و سرپرست مانتے ہیں اور ہماری اطاعت کو رسولِ خدا کی اطاعت کی طرح واجب سمجھتے ہیں لیکن انھوں نے اپنے اس عہد و پیمان کو توڑ دیا ہے اور ضعیف الایمان ہونے کی وجہ سے انھوں نے ہمارا حق غصب کر لیا ہے اور یہ لوگ جو ہماری معرفت رکھنے والے افراد کا مذاق اُڑاتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا اپنے اَولیاء کی اطاعت تو اپنے بندوں پر واجب کرے لیکن خدائی رازِ آسمانی اور ملکوتی راز ان سے چھپا لے اور لوگوں سے ان کی ہدایت کے اسباب بھی چھپا لے؟"۔ (1)

---

(1) بصائر الدرجات ص 33

Presented by Ziaraat.com

امام حسینؑ نے اپنے مقام شہادت کی خبر دی

امام علیہ السلام نے مکہ سے عازم سفر ہونے سے پہلے الہامات کی بنیاد پر اپنی شہادت کی خبر دی اور فرمایا:

"تمام تعریفیں اس خداوند متعال کی ہیں جو سب سے طاقت ور ہے۔ درود و سلام ہو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت انسان کے ساتھ اسی طرح ہے جس طرح عورت کی گردن میں گلوبند ہوتا ہے۔ میں اپنے گذشتہ بزرگان کا اسی طرح مشتاق ہوں جس طرح یعقوبؑ یوسفؑ کے مشتاق تھے۔ وہ موت جو مجھ پر آنے والی ہے اسے دوست رکھتا ہوں گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ جنگل کے بھیڑیے میرا بدن نوچ رہے ہیں اور اس سے اپنے خالی پیٹ بھر رہے ہیں۔ تقدیر الٰہی سے فرار ممکن نہیں ہے۔ خدا کی رضا ہم اہل بیتؑ کی رضا ہے۔ ہم مصائب پر صبر کریں گے تاکہ خداوند ہمیں صبر کرنے والوں کی جزا عطا فرمائے۔ اولادِ رسولؐ، رسولؐ خدا سے جدا نہیں ہوں گے بلکہ عالم ملکوت کے گلزار میں ان کا مقام معین ہے اور انہیں دیکھ کر نبیؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ خداوند متعال ان کے متعلق اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ آگاہ رہو! جو شخص چاہتا ہو ہم پر اپنی جان قربان کرے، تاکہ اُسے خدا کا دیدار نصیب ہو جائے وہ ہمارے ساتھ آجائے۔ انشاء اللہ کل صبح میں مکہ سے روانہ ہو جاؤں گا"۔

Presented by Ziaraat.com

یہ تھے اس خطبے کے چیدہ چیدہ نکات جو امام مظلومؑ نے کربلا جانے سے پہلے مکہ میں ارشاد فرمائے تھے۔ خاندان اہل بیتؑ کے بعض افراد نے یہ کہہ کر حضرت کو روکنے کی کوشش کی کہ کوفی غدار، بے وفا اور مردہ دل ہیں لیکن حضرتؑ کو خداوند متعال کی طرف سے جو کچھ الہام ہو چکا تھا اسے حتمی شکل دینے کی تیاری شروع کردی جبکہ خاندان کے ان افراد کا اظہار ہمدردی پر شکریہ بھی ادا کیا۔ رسولؐ خدا اور آلِ رسولؐ کے گذشتگان کے دیدار کے لیے بے تابی، حضرتؑ کے چہرے پر عیاں تھی اور امامؑ شوقِ شہادت میں فنا تھے۔ اسی لیے حضرتؑ نے عبداللہ بن زبیر کو جواب دیا، میرے بابا نے فرمایا تھا:

"مکہ میں اگر ایک گوسفند کو ناحق ذبح کردیا جائے تو حرم خدا کی حرمت پامال ہو جاتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ حرم خدا کے اندر ہی قتل کردیا جاؤں، میں مکہ سے کچھ فاصلے پر قتل ہو جاؤں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ مکہ کی مقدس سرزمین پر قتل ہو جاؤں۔

ابن زبیر! خدا کی قسم اگر میں کسی غار میں بھی جان بچانے کی خاطر چھپ جاؤں تو وہ مجھے وہاں سے نکال کر اپنا ارادہ پورا کریں گے۔ خدا کی قسم ان لوگوں نے میری حرمت اسی طرح پامال کردی ہے جس طرح یہودیوں نے اتوار کے دن کی حرمت پامال کی تھی"۔ ①

امام خدا کے حکم سے اپنی قتل گاہ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ نہیں چاہتے تھے کہ الٰہی رازوں کو لوگوں کے سامنے کھول دیں۔ جب حضرتؑ منزل "خزیمیہ" پر پہنچے تو حضرت زینب کبریٰ علیہا السلام حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بی بی پاکؑ نے عرض کیا: بھائی! میں نے ہاتف غیبی کی آواز سنی ہے جو یہ شعر دہرا رہا تھا:

---

① تاریخ مکہ ازرقی ج2 ص150

Presented by Ziaraat.com

أَلَا عَيْنُ فَاحْتَفِلِي بِجُهْدِيْ
فَمَنْ يَبْكِي عَلَى الشُّهَدَاءِ بَعْدِيْ
عَلَى قَوْمٍ تَسُوقُهُمُ الْمَنَايَا
بِمِقْدَارٍ إِلَى إِنْجَازِ وَعْدِيْ

"اے آنکھ! میری کوشش سے آگاہ رہ! میرے بعد شہیدوں پر کون گریہ کرے گا؟ ان لوگوں پر کون گریہ کرے گا جنہیں موت حتمی تقدیر کی طرف لے جارہی ہے"۔

حضرتؑ نے یہ سن کر اپنی بہن کو جواب دیا:

يَا أُخْتَاهُ! كُلُّ الَّذِيْ قُضِيَ فَهُوَ كَائِنٌ

"میری پیاری بہن! جو کچھ تقدیر الٰہی میں ہے وہ ہو کر رہے گا"۔[1]

جو کچھ کربلا میں ہونے والا تھا حضرتؑ نے وہ سب کچھ اسی مختصر جملے میں بیان کر دیا۔ امامؑ کا یہ مختصر جملہ، جواب ہے ان لوگوں کے لیے جو کہتے ہیں۔ امامؑ کا انقلاب، نظریاتی انقلاب نہیں تھا بلکہ ایک مادی جنگ تھی اور وہ بھی ایسی غیر منظم جنگ جس کا امامؑ کی طرف سے نہ کوئی جنگی شیڈول معین تھا اور نہ ہی جیتنے کا کوئی چانس تھا۔

یہ لوگ جو انقلاب حسینیؑ پر اس طرح کے اعتراضات کرتے ہیں، خداوند متعال نے ان کے دلوں پر مہر لگا کر ان سے بصیرت چھین لی ہے اور ان کی عقلوں پر پردے پڑ چکے ہیں۔ اب یہ لوگ نہضتِ حسینیؑ کے حقائق کو دیکھنے اور سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ:

"اس انقلاب کی طاقت اس کے کمزور لشکر میں ہے"۔

---

[1] تاریخ ابن نما ص23

Presented by Ziaraat.com

""اور اس انقلاب کی باطنی فتح، اس کی ظاہری شکست میں ہے"۔

""اس انقلاب کی کامیابی، اس کے لشکر کی اسیری میں ہے"۔

کئی سو سال گزر جانے کے باوجود بھی اس انقلاب کی عظمت ماند نہیں پڑی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مشیت الٰہی کا تقاضا یہی تھا کہ انقلابِ حسینؑ برپا بھی ہو، مطلوبہ نتیجے تک بھی پہنچے اور اس کی عظمت میں روز بروز اضافہ بھی ہوتا چلا جائے۔

نواسۂ رسولؐ، گلستانِ نبوت کا نایاب پھول، قُرَّةُ عَيْنِ الرَّسُوْلِ "ر(سولؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک)" جوانانِ جنت کے سردار، شہداء کے آقا و مولاؑ، حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کا انقلاب۔

اے کاش! ان منکر لوگوں کی سمجھ میں آجاتا؟

اے کاش! یہ لوگ اپنی حماقت، مفاد پرستی، جھوٹ، گمراہی اور کفر سے پلٹ آتے، اس سے پہلے کہ عذابِ عظیم میں گرفتار ہو جائیں؟ یہ لوگ الٰہی حکمت کو اپنے ناقص عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں اور حکمت الٰہیہ کی ایسی تشریح کرتے ہیں جس کا نتیجہ حماقت اور کفر کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

شہادت کے بعد ظالمین پر عذاب کے آثار یعنی معجزات شہادت اُولیائے الٰہی کے بعد عام طور پر لوگ عذاب کے آثار دیکھتے تھے جو غضب الٰہی کی علامت تھے کیونکہ ان کے ظلم کی وجہ سے ایک پاک انسان بے گناہ انسان قتل ہو جاتا تھا۔ شہادت کے بعد ایسے لگتا تھا جیسے آسمان سے بجلی گرنے والی ہو، تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور دیکھیں کہ وہ شہید خدا کے نزدیک کتنا بلند مقام رکھتا تھا، اور خدا کو کتنا عزیز تھا اور ان ظالموں کا ظلم کتنا عظیم تھا؟

اُولیائے الٰہی کی شہادت کے بعد عذاب کے آثار ظاہر ہوتے ہیں تاکہ خدا کی عظمت اور شہید کا مقدس مقام، لوگوں کو معلوم ہو جائے اور قاتلوں کے علاوہ معاشرے

Presented by Ziaraat.com

کے دیگر لوگ بھی خواب غفلت سے بیدار ہوں اور آئندہ ایسے مظالم سے دُور رہیں۔

شہید اسلام، حضرت امام حسینؑ اور شہید مسیحیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان پائی جانے والی شباہتوں کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ان میں ایک شباہت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ دونوں کی شہادت کے بعد لوگوں نے عذاب کے آثار دیکھے۔

جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو تین دن تک دنیا تاریک رہی۔ ہر جگہ تاریکی اور سیاہی چھائی رہی۔ اس سے لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ قیامت آگئی ہے۔ آسمان کے ستارے دن کو نظر آنے لگے، تین دن تک سورج بے نور رہا، کیونکہ جوانانِ جنت کے سردار کا جنازہ تین دن تک بے گوروکفن پڑا رہا۔

جناب زرارہ، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں:

"آسمان سرخ ہو گیا تھا، زمین و اہلِ زمین پر سیاہی اور تاریکی چھا گئی تھی، لہٰذا زمین اپنی سیاہی کے ساتھ اور سورج اپنے گرہن کے ساتھ چالیس دن تک امام حسینؑ پر گریہ کرتے رہے۔ عاشور کی عصر کو جب بی بی حضرت اُم سلمہؓ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرتؐ کی زلفیں بکھری ہوئی ہیں خاک آلود ہیں، تو حضرت ام سلمہؓ نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کو میں اس حالت میں کیوں دیکھ رہی ہوں؟

حضرتؐ نے جواب دیا: "میرا حسینؑ قتل ہو گیا ہے اسے کوئی دفن کرنے والا نہیں ہے۔ میں اس کی اور اُس کے اصحاب کی قبر کھودنے میں مصروف رہا ہوں"۔

خوف کے عالم میں اُم المومنینؓ بیدار ہوئیں اور فوراً اس شیشی کو دیکھا جس میں کربلا کی خاک تھی اور اس کے متعلق رسولؐ خدا نے فرمایا تھا: "جب یہ خاک، خون میں بدل جائے تو سمجھ جانا میرا حسینؑ مارا گیا ہے"۔

اب جو حضرت ام سلمہؓ نے شیشی کو دیکھا تو اس میں خاک نہیں تھی بلکہ تازہ خون اُبل رہا تھا۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں:

Presented by Ziaraat.com

میں نے ہاتف غیبی کی آواز سنی جو یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

أَيُّهَا الْقَاتِلُونَ جَهْلاً حُسَيْناً
أَبْشِرُوا بِالْعَذَابِ وَالتَّنْكِيلِ
قَدْ لُعِنْتُمْ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ
وَمُوسَى وَ صَاحِبِ الْإِنْجِيلِ
كُلُّ أَهْلِ السَّمَاءِ يَدْعُو عَلَيْكُمْ
مِنْ نَبِيٍّ وَ مُرْسَلٍ وَ قَتِيلٍ

"اے حسینؑ کے قاتلو! تمہیں عذاب اور ذلت و خواری کی خوش خبری ہو۔ حضرت داؤد، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے تم پر لعنت کی۔ تمام اہلِ آسمان، تمام انبیاء و رسل اور تمام شہداء تم پر لعنت کرتے ہیں"۔

روزِ عاشور حضرت ابن عباسؓ نے سرکار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرتؐ کے سر کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں تو میں نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! ایسا کیوں ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا: "میرا حسینؑ قتل ہو گیا ہے"۔

ابن عباسؓ نے حضرتؐ کے ہاتھ میں ایک خون کی شیشی دیکھی تو آپؓ نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یہ کیا ہے؟

حضرتؐ نے فرمایا:

هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ لَمْ أَزَلْ أَلْتَقِطُهُ مُنْذُ الْيَوْمِ

"یہ حسینؑ اور اصحابِ حسینؑ کا خون ہے جو آج میں جمع کرتا رہا ہوں"۔

دعبل خزاعی جو خاندانِ اہل بیت کا مرثیہ خواں شاعر تھا، وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے:

"ایک خشک درخت تھا جو رسولؐ خدا کے وضو کی برکت سے سرسبز

Presented by Ziaraat.com

ہو گیا تھا۔ جب رسولِ خدا کی رحلت ہوئی تو اس درخت کا پھل کم ہو گیا تھا اور جب امیر المومنین شہید ہوئے تو اس کا سارا پھل اس سے الگ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ لوگ یہ معجزات دیکھ کر مریضوں کی شفا کے لیے اس کے پتے لے جاتے تھے۔ کچھ عرصے بعد لوگوں نے دیکھا کہ اس کے تنے سے خون جاری ہے۔ اس بات سے لوگوں میں خوف دہراس پھیل گیا۔ جب رات ہوئی تو لوگوں نے اس درخت سے رونے کی آواز سنی اور غیبی آواز سے یہ اشعار سنے:

يَاابْنَ شَهِيْدٍ وَ يَا شَهِيْدًا عَمُّهُ
خَيْرُ الْعُمُوْمِ جَعْفَرُ الطَّيَّارِ
عَجَباً لِمَصْقُوْلٍ أَصَابَ حَدَّهُ
فِي الْوَجْهِ مِنْكَ وَقَدْ عَلَاكَ غُبَارُ

"اے شہید کے فرزند! اے شہید! کہ جس کا چچا جعفر طیارؑ سب سے اچھا تھا، مجھے تعجب ہے اس شمشیر پر جو آپؑ کے رُخسار پر پڑی اور گرد و غبار نے آپؑ کا چہرہ ڈھانپ دیا"۔

ایک شیعہ شاعر نے گزشتہ اشعار کے دوسرے مصرعہ کے ہم وزن و ہم قافیہ ملا کر مزید چند اشعار لکھے ہیں، وہ بھی کیا خوب ہیں:

عَجَبًا لِمَصْقُوْلٍ عَلَاكَ فِرِنْدُهُ
يَوْمَ الْهِيَاجِ وَقَدْ عَلَاكَ غُبَارُ
وَلِأَسْهُمٍ نَفَذَتْكَ دُوْنَ حَرَائِرٍ
يَدْعُوْنَ جَدَّكَ وَالدُّمُوْعُ غِزَارٌ

Presented by Ziaraat.com

فَلاَ تَكَسَّرَتِ السِّهَامُ وَ عَاقَهَا
عَنْ جِسْمِكَ الْإِجْلَالُ وَالْإِكْبَارُ

"تعجب ہے اس تلوار پر جو آپؑ کے چہرے پر پڑی اور اس کے گرد و غبار نے آپؑ کا چہرہ ڈھانپ دیا اور تعجب ہے ان تیروں پر جو آپؑ کے پاک جسم میں پیوست ہوئے جبکہ اہل خیام مستورات گریہ کناں اپنے جد نامدار سے مدد طلب کرتی رہیں، وہ تیر ٹوٹ کیوں نہ گئے۔ اے کاش! وہ تیر ٹوٹ کر ناکارہ ہو جاتے اور آپؑ کے بدن پر نہ پڑتے؟ یہ کیسے تیر تھے جو آپؑ کی عظمت و جلال کو دیکھ کر بھی نہ رُکے؟" (شرح قصیدہ ابو فراس، ص 148)

فقط انسان نہیں تھے جو امام حسینؑ پر روئے ہوں بلکہ جنگل کے جانور سمندر کی مچھلیاں، فضا میں پرواز کرنے والے پرندے غرض کہ کائنات کی ہر چیز نے امام حسینؑ پر گریہ کیا۔ جب رسولؐ خدا نے فرمایا تھا:

"حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں" ــــ تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب امام علیہ السلام سخت ترین مصائب میں تنہا رہ گئے تھے تو رسولؐ خدا وہاں ضرور پہنچے ہوں گے اور دشمن کی سرکشی اور اہل بیتؑ کی مظلومیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔

دشمن کی فوج نے اس دن ایک غیبی آواز سنی کہ کہنے والا کہہ رہا تھا:

"اے کوفیو! تم پر لعنت ہو، میں تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ انھوں نے نہایت ہی دکھ درد کے عالم میں اپنی ریش مبارک ہاتھ میں لی ہوئی ہے، کبھی تمہاری طرف دیکھتے ہیں اور کبھی آسمان کی طرف لیکن وہ ظالم لوگ کہ ہوا و ہوس، گمراہی اور لالچ جن کے دل و جان میں راسخ ہو چکی تھی، ان کا نفس انھیں کہہ رہا تھا: (یہ کسی

Presented by Ziaraat.com

دیوانے کی آواز ہے)۔ وہ سب یک قیاں ہو کے کہتے تھے:

"خبردار! اس آواز سے خوف نہ کھانا"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "یہ حضرت جبرائیل کی آواز تھی"۔

شام کے ایک بازار میں جب حضرت کا سر مقدس رکھا گیا تو لوگ سمجھتے ہوئے

کہ سرکس کا ہے۔ لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے مولا کے سر نے سورۂ کہف کی ان آیات

کی تلاوت کرنا شروع کی:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ

اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ

اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝١٠ فَضَرَبْنَا

عَلٰٓي اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝١١ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ

لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝١٢ نَحْنُ نَقُصُّ

عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ

هُدًى ۝١٣ (الکہف)

پھر ان ظالموں نے امام عالی مقام کے مقدس سر کو ایک درخت کے ساتھ آویزاں کیا کہ لوگ جسے دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے۔ اچانک اُن کی نگاہ امام کے نورانی چہرہ پر پڑی تو دیکھا امام کا سر مبارک یہ آیت تلاوت کر رہا ہے:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

"عنقریب ظالموں کو پتہ چل جائے گا کہ ان کا ٹھکانہ کس جگہ ہے"۔ (الشعرا/227)

بلال بن معاویہ کہتا ہے: "میں نے ایک شخص کو دیکھا جو سید الشہداء کا پاک سر اُٹھا کے مختلف بازاروں اور گلیوں میں پھرا رہا تھا۔ اچانک سر سے آواز آئی: تو نے

Presented by Ziaraat.com

میرے سر اور بدن کے درمیان جدائی ڈال دی ہے؟ اس ظالم کے ہاتھ میں تازیانہ تھا، اس نے سر پر اتنے تازیانے مارے کہ سر خاموش ہو گیا"۔ ①

ابنِ وکیدہ کہتا ہے: میں نے امام عالی مقامؑ کے سر اطہر سے سورۂ کہف کی تلاوت سنی تو مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ میں نے ادھر اُدھر دیکھا کہ شاید یہ آواز کسی اور کی ہو تو امامؑ کے سر مبارک نے تلاوت بند کر دی اور فرمایا:

یَابْنَ وَکِیْدَۃَ! اَمَا عَلِمْتَ اِنَّا مَعْشَرَ الْاَئِمَّۃِ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ؟

"اے وکیدہ کے بیٹے! کیا تم نہیں جانتے کہ ہم گروہ آئمہ زندہ ہوتے ہیں اور اپنے رب کے ہاں سے روزی حاصل کرتے ہیں"۔

ابنِ وکیدہ نے ایک دفعہ ارادہ کیا کہ امام کا سر مبارک چرا کے لے جائے اور دفن کر دے۔ اسی اثنا میں سر مبارک نے اسے خطاب کر کے کہا:

"اے وکیدہ کے بیٹے! یہ ظلم ہو کے رہے گا۔ ان لوگوں نے مجھے قتل کیا اور میرا خون بہایا، ان کا یہ گناہ خدا کے نزدیک میرے سر کی بے حرمتی سے کہیں زیادہ ہے۔ ان لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے۔ یہ لوگ جو ہمارے اسیروں کے زنجیر کھینچ کر انہیں پھرا رہے ہیں، عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ کتنے بڑے ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں"۔

منہال بن عمرو کوفی کہتے ہیں: جوانانِ جنت کے سردار کا مقدس سر میں نے دمشق کے بازار میں نیزے کے اُوپر دیکھا کہ جو سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا:

---

① خصائص سیوطی، ص 151

Presented by Ziaraat.com

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اصحاب کہف خدا کی عجیب و غریب نشانیوں میں سے ہیں؟"

تو اس کے فوراً بعد سر سے آواز آئی:

أَعْجَبُ مِنْ أَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتْلِيْ وَحَمْلِيْ

"اصحاب کہف سے زیادہ عجیب، میرا قتل اور میرے سر کا پھرایا جانا ہے"۔

جب یزید پلید نے اپنے دربار میں سفیر روم کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس وقت بھی مولا کے سر مقدس نے پڑھا:

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ①

ابن لھیعہ کہتا ہے:

"ایک شخص خانہ کعبہ کے پردے سے لپٹ کر رو رہا تھا اور استغفار کر رہا تھا پھر کہتا تھا: خدایا! مجھے اُمید نہیں ہے کہ تو مجھے معاف کر دے۔ ابن لہیعہ اسے ایک طرف لے گیا اور کہا: تو پاگل ہو گیا ہے، خدا کیسے معاف نہیں کرے گا حالانکہ وہ معاف کرنے والا ہے، چاہے تیرے گناہ بارش کے قطروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں اس نے سرد آہ کھینچی اور جواب میں کہا: میں اس گروہ میں تھا جو امامؑ کے سر کو شام لے گیا۔ جب رات ہوتی تو ہم امامؑ کا مقدس سر ایک طرف

① مقتل الحسینؑ ص 151

Presented by Ziaraat.com

رکھ دیتے اور پھر مل کر شراب پیتے ایک رات میں نگہبانی کر رہا تھا اور میرے ساتھی سو رہے تھے کہ اچانک میں نے دیکھا سر مبارک کے اردگرد چند ہستیاں جمع ہو کر گریہ کر رہی تھیں جبکہ میں خوف کے عالم میں یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا کہ اچانک ان میں سے ایک ہستی نے بلند آواز سے روتے ہوئے کہا: اے محمدؐ! اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں زلزلے کے ذریعہ اس پوری قوم کو اسی طرح تباہ کر دوں جیسے قوم لوطؑ کو تباہ کیا تھا؟

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جواب دیا: اے جبرائیلؑ! قیامت کے دن بارگاہ خدا میں ان کی شکایت کروں گا۔ میں آگے بڑھا اور کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے امان دیجیے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: دُور ہو جا، خدا تجھے معاف نہ کرے۔ یہ واقعہ سنا کر اس بدبخت نے ابنِ لہیعہ سے کہا: کیا اب بھی مجھے اُمید ہو سکتی ہے کہ خدا مجھے معاف کر دے؟" (لہوف: ص ۹۸)۔

ایک منزل پر سید الشہداءؑ کا سر مبارک زمین پر رکھا گیا، چنانچہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک دیوار سے قلم برآمد ہوا، جس نے خون سے یہ عبارت لکھ دی:

اَترجُوْ اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَیْناً

شَفَاعَةَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

"کیا وہ اُمت جس نے حسینؑ کو قتل کیا ہے کیا قیامت کے دن وہ اُن کے نانا کی شفاعت کی اُمید رکھ سکتی ہے؟"

جناب ابن قولویہ اپنی کتاب کامل الزیارت میں لکھتے ہیں: "جس دن امامؑ شہید ہوئے اسی دن مغرب کے بعد رات کو قوم جنات کے رونے کی آوازیں آئیں اور یہ

Presented by Ziaraat.com

اشعار سنے گئے:

أَبْكِيْ اِبْنَ فَاطِمَةَ الَّذِيْ
مِنْ قَتْلِهٖ شَابَ الشَّعَرُ
وَ لِقَتْلِهٖ زَلْزَلْتُمْ
وَلِقَتْلِهٖ انْخَسَفَ الْقَمَرُ

"میں اس فرزند فاطمہؑ پر روتا ہوں جس کے قتل (کی مصیبت) پر بال سفید ہو گئے اور زمین کو زلزلہ آیا اور چاند کو گرہن لگ گیا"۔

جناب ابنِ نما ابو حباب کلبی سے روایت کرتے ہیں: جب حضرتؑ شہید ہوئے تو قومِ جنات نے گریہ کیا اور نوحے پڑھے، قبر تیار کرنے کے لیے بعض لوگ جب قبرستان گئے تو جنات کی آوازیں سنیں جو اس طرح مرثیہ پڑھ رہے تھے:

مَسَحَ الْحُسَيْنُ جَبِيْنَهٗ
فَلَهٗ بَرِيْقٌ فِي الْخُدُوْدِ
وَ اَبُوْهُ مِنْ اَعْلٰى قُرَيْشٍ
وَ جَدُّهٗ خَيْرُ الْجُدُوْد

"حسینؑ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا، کیونکہ آپؑ کے چہرے پر نور تھا۔ آپؑ کے باپ قریش کے لوگوں میں سب سے بہتر فرد تھے اور آپؑ کے جدِ نامدارؐ تمام اجداد سے بہترین تھے"۔

ابو العلاء معرّی نے شہادتِ امامؑ پر ایک قصیدہ کہا، جس کے ابتدائی مصرعے یہ ہیں:

عَلِّلَانِيْ فَاِنَّ بِيْضَ الْاَمَانِيْ
فَنِيَتْ وَالظَّلَامُ لَيْسَ بِفَانٍ

Presented by Ziaraat.com

وَ عَلَى الدَّهْرِ مِنْ دِمَاءِ الشَّهِيْدَيْنِ
عَلِيٌّ وَ نَجْلُهُ شَاهِدَانِ
فَهُمَا فِي أَوَاخِرِ اللَّيْلِ فَجْرَانِ
وَ فِي أَوْلِيَائِهِ شَفَقَانِ
ثَبَتَا فِي قَمِيْصِهِ لِيَجِيْءَ الْحَشْرُ
مُسْتَعْدِيًا إِلَى الرَّحْمَانِ

"میرا علاج کرو، کیونکہ میری ساری اُمیدیں فنا ہوگئی ہیں جبکہ تاریکی کبھی فنا نہیں ہوتی۔ زمانے کے پاس دو شہیدوں، علیؑ و حسینؑ کی گواہی موجود ہے۔ وہ دو گواہ شام کی سرخی اور صبح کی سفیدی ہیں۔ وہ دو گواہ دامنِ شب میں باقی رہ گئے، تا کہ میدانِ محشر برپا ہو اور یہ دونوں خداوندِ متعال سے گواہ طلب کریں"۔

مشہور ہے کہ فرشتے، اَرواح اور جنات حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ حضرت جو کچھ فرماتے یہ اطاعت کرتے۔ ایک اشارے سے حضرت انھیں جو کچھ کہتے وہ بجالاتے۔ قابلِ توجہ بات ہے کہ جنات جتنا حضرت عیسٰیؑ کے فرمانبردار تھے اتنا ہی امام حسینؑ کے فرمانبردار تھے۔ امام حسینؑ کی شہادت پر یہ روتے اور مرثیے پڑھتے تھے۔ ابھی تک کی ہماری بحث حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادتوں کے مشترکات کے متعلق تھی، لیکن اب ہماری بحث اس بارے میں ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی شہادتوں میں جو تھوڑا سا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کے اسباب کیا ہیں؟

Presented by Ziaraat.com

اختلافِ شہادت کا راز

حضرت عیسیٰ علیہ السلام، یہودیوں کی طرف اس وقت مبعوث ہوئے جب اُن کے وجدان مر چکے تھے۔ سنت تحریف ہو چکی تھی ۔شریعت تباہ ہو چکی تھی۔ ان حالات میں وہ نئے دین کی خوش خبری لے کر آئے تو خداوند متعال نے معجزات کے ذریعہ آپ کی مدد فرمائی۔ ایسے معجزات جو نہ ان سے پہلے والے انبیاء کو دیے گئے نہ بعد میں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خداوند متعال نے ان لوگوں کی طرف مبعوث کیا جنہوں نے خدا کے احکامات کو کھلونا بنایا ہوا تھا۔ شریعت میں اپنی ہوا وہوس کے مطابق تحریف پیدا کردی تھی۔ وہ تمام انبیاء جو اُن کی ہدایت کے لیے آئے تھے اُن پر یہ لوگ ظلم کے پہاڑ ڈھاتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"ان لوگوں کو کن کے ساتھ تشبیہ دوں اور کون ان کی شبیہ ہو سکتے ہیں؟ ان کی مثال ان بچوں جیسی ہے جو گلی کوچے میں ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے ہوں اور ایک دوسرے سے کہہ رہے ہوں کہ نہ میرے ساتھ مل کر ناچتے ہو، نہ میرے ساتھ مل کر روتے ہو"۔ جناب یوحنا جو غسل بپتسمہ دیتے تھے، ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے۔ شراب کے قریب نہیں جاتے تھے۔ یہ لوگ ان کے متعلق کہتے تھے کہ ان میں شیطان نفوذ کر چکا ہے۔ اور فرزند انسان عیسیٰ مسیح جب تمہارے پاس آیا تو تم اس کے متعلق کہنے لگے۔ یہ پُرخور ہے۔ نشے میں مست رہتا ہے اور ظالموں کو دوست رکھتا ہے۔ اگر تم عقلمند ہوتے اور یہ سب کچھ نہ کہتے تو

Presented by Ziaraat.com

نہ معلوم، ہم کیا کر دکھاتے"۔ (لوقا 7,31 تا 35)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے گرفتار کیا۔ شکنجے دیے اور آپ کی توہین کی۔ وہ حضرتؑ پر لعاب دہن پھینک کر گستاخیاں کرتے تھے (نعوذ باللہ)، ان پر کانٹے اور تیز دھار کانٹے والی چیز پھینکتے تھے، ان کو تازیانے مارتے تھے۔ انھیں زمین پر گھسیٹتے، ان کا مذاق اُڑاتے تھے اور بالآخر آپ کی جان لے کر رہے۔ انھوں نے آپؑ کے پہلو میں خنجر مارا۔ آپ کی روح قبض ہونے سے پہلے چاہتے تھے کہ وہ آپ کی ٹانگیں توڑ دیں لیکن جب قریب آئے تو دیکھا آپ کی روح پرواز کر چکی ہے لہٰذا وہ لوگ یہ ظلم نہ کر سکے۔ اس سے انجیل مقدس کی یہ آیت بھی ثابت ہوئی:

"کوئی بھی اس کی ہڈی نہیں توڑ سکے گا"۔

امام حسین علیہ السلام اس وقت پیدا ہوئے جب دین نو پا تھا۔ ابھی دین کا آغاز ہوا تھا۔ مسلمانوں کی زندگی بڑی کامیاب زندگی تھی۔ اجتماعی اخلاقیات و تعلیمات پر دسترس رکھتے تھے۔ حضرتؑ کے علم و اخلاق کے سامنے دوست اور دشمن اور شرق اور غرب جھکنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

جب امام عالی مقامؑ جوان ہوئے تو آپؑ نے رسولؐ کی اُمت میں انحرافات دیکھے۔ دنیاداری اور دنیا پرستی کا غلبہ دیکھا کہ جو فلسفۂ بعثتِ رسولؐ کے بالکل خلاف تھا، ایسے حالات تقاضا کر رہے تھے کہ امام علیہ السلام اُمت کے اس انحراف اور کجروی کے خلاف قیام کریں۔ امامؑ کا عہد اور امامؑ کی ذمہ داری حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نسبتاً زیادہ مشکل تھی۔

خصوصاً اگر ہم ان وسائل کو دیکھیں جو امام عالی مقام کے پاس تھے تو یقین ہو جاتا ہے کہ امامؑ کی ذمہ داری حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں زیادہ مشکل تھی۔

امام حسین علیہ السلام نبی نہیں تھے بلکہ عام بشری وسائل لے کر ظلم کے خلاف میدان

Presented by Ziaraat.com

میں اُترے، ہاں البتہ قدرتِ الٰہیہ سے حضرتؑ کی پشت پناہی ہوتی تھی اور اسی الٰہی تائید کے سہارے حضرت اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

اگر امام علیہ السلام بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تنہائی میں شہید ہوجاتے تو ان کی شہادت سے اتنا زیادہ اُمت میں احساس گناہ پیدا نہ ہوتا جتنا اب ہے اور اتنا زیادہ ظلم کے حامیوں کی سرزنش نہ ہوتی جتنی ابھی ہوتی ہے۔

میرا نظریہ یہ ہے کہ اس زمانے میں جو اُمت اسلامیہ کے حالات تھے ان کے پیش نظر کسی فوق العادہ اور دھماکہ دار اقدام کی اشد ضرورت تھی جیسا کہ پورے لشکر کے ہر فرد کا مارا جانا۔ اس طرح کے اقدام سے وہ انحراف جو اُمت کو دیمک کی طرح اندر سے ختم کررہا تھا اس کا خاتمہ ہوگیا۔

بنابرایں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام جن حالات میں اس دنیا میں آئے وہ ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ غیبی تائیدات جو دونوں کے شامل حال تھیں۔ ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ اُمتوں کی اصلاح کے لیے دونوں کا طریقہ کار ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ دونوں بزرگانِ دین کے زمانی اور مکانی حالات میں بالکل تفاوت تھا، بالآخر دونوں کی شہادت سے پہلے اور بعد کے حالات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ کربلا کی سرزمین پر جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برعکس ان کے بدن کی ہڈیاں بھی سالم نہ رہیں۔ جو مصائب امام حسینؑ پر آئے وہ بشری طاقت وتوان سے بالاتر تھے۔ ان مصائب ومشکلات اور امامؑ کے بے مثال صبر نے امامؑ کو انبیاء کی صف میں لا کھڑا کیا۔

کس نبیؑ کے بدن پر سو سے زیادہ تیر اور چالیس سے زیادہ نیزے لگے؟ اور کون سے نبیؑ پیاسے قتل ہوئے؟

آہ مسلمانو! امام حسین علیہ السلام! یہ شہیدوں کے سالار اور شہیدوں کے سردار ہیں جن

Presented by Ziaraat.com

کی پیشانی میں تیر اور پھر پتھر لگا۔جن کے سینے میں سہ شعبہ تیر لگا۔جن کی گردن، پہلو اور ہنسلی کی ہڈی میں نیزے لگے۔جن کی انگلی انگوٹھی کی خاطر کاٹی گئی۔جن کا دایاں اور بایاں ہاتھ ملباس لوٹنے کی خاطر کاٹے گئے۔جن کا سر تن سے جدا کیا گیا۔

عرب کے طاقت ور جنگی گھوڑوں کے ذریعہ جن کی لاش پامال کر کے آپؑ کے سینے اور پشت کی ہڈیوں کو چور چور کر دیا گیا۔جن کا سر مبارک نیزہ میں گاڑھ کر شام کے بازاروں اور گلیوں میں پھرایا گیا، پھر ان کا سر فاسق و فاجر یزید لعین کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ لعین اپنی چھڑی امام کے دندان مبارک پر مارتا رہا۔جن کا سر مقدس بازار کے دروازے پر آویزاں کر دیا گیا؟؟؟

یزید لعین شراب پی پی کر بچی ہوئی شراب امامؑ کے چہرے پر ڈال کر کہتا تھا:

”حسینؑ! کیا تو اسی شراب کو حرام کہتا تھا؟“

اس کریم امامؑ کے مقدس سر کے سامنے یزید کفر آمیز کلمات بکتا رہا۔اگر کوئی شخص امامؑ کی شہادت کا دیگر شہادتوں کے ساتھ موازنہ کرنا چاہے تو اُسے اس بات میں کوئی شک نہیں ہوگا کہ تاریخ میں واقع ہونے والی تمام شہادتوں میں امامؑ کی شہادت کا مقام سب سے بلند ہے۔اگر شہادت کا مرتبہ مصائب و آلام کی اس شدت سے وابستہ ہو جو شہید برداشت کرتا ہے تو پھر یقیناً امام حسینؑ کا مرتبہ تمام شہداء سے بالاتر ہے۔کیونکہ کربلا کے صحرا میں امامؑ پر جو مصائب واقع ہوئے ان کی مثال کسی زمانے میں نہیں ملتی۔لہٰذا یہ سب سے بڑی فضیلت شہادتِ حسینؑ کو حاصل ہے اور کوئی شہادت اس کی برابری نہیں کرسکتی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصائب سے کہیں زیادہ ہیں۔ممکن ہے ان دونوں شہادتوں کا نتیجہ برابر ہو لیکن ”دلوں میں جو تاثیر شہادتِ حسینؑ کی ہے، وہ کسی اور شہادت کی نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.com

جب بھی کوئی انسان امامؑ کی شہادت کو یاد کرتا ہے وہ غم واندوہ میں ڈوب جاتا ہے اور اس کے سینے میں موجود لاعلاج گہرے زخم تازہ ہو جاتے ہیں۔

اگر امامؑ ہمام کے قاتل کافر ہوتے تو انسان کو شاید اتنا صدمہ نہ ہوتا لیکن افسوس ناک اور تکلیف دہ چیز یہ ہے کہ دین کے دعویدار اور محمد مصطفیٰؐ کے اسلام سے وابستہ مسلمانوں نے امام پاکؑ کو شہید کیا۔ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے قاتل بغض وکینہ رکھنے والے سنگ دل یہودی تھے لیکن جب ان کا موازنہ قاتلانِ امام حسینؑ کے ساتھ کرتے ہیں تو وہ ہمیں اصلاً بے ضرر نظر آتے ہیں، کیونکہ قاتلانِ امام حسینؑ خون ریزی اور درندگی میں جنگلی درندوں سے بڑھ گئے تھے۔ وہ ایسے درندے تھے کہ لفظ درندہ ان کے لیے بہت چھوٹا ہے۔ وہ لوگ درندگی سے چند قدم آگے تھے۔ ان کے لیے کوئی ایسا مناسب لفظ ڈھونڈا جائے جس سے ان کی اصلیت اور حقیقت کی عکاسی ہو سکے۔

عقلِ بشری کے پاس ہر مفہوم کو ادا کرنے کے لیے مناسب الفاظ ہوتے ہیں جن کے ذریعہ وہ اس مفہوم کو ادا کرتی ہے، سوائے قاتلانِ امام حسینؑ کے، کہ عقل بشری کے پاس ان کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کوئی لفظ موجود نہیں ہے۔

ان درندہ صفت لوگوں کی ایک چھوٹی سی مثال خولی بن یزید اصبحی ملعون کا ظلم ہے کہ جس نے عمر بن سعد لعین کے حکم سے امام کا مقدس سر دار الامارہ پہنچایا۔ جب یہ سر مبارک لے کر ابن زیاد لعین کے پاس پہنچا تو اس کے سامنے "سر مبارک کو پیش کیا" اور یہ اشعار پڑھے:

اِمْلَأْ رِكَابِي فِضَّةً أَوْ ذَهَبًا
إِنِّي قَتَلْتُ السَّيِّدَ الْمُحَجَّبَا
وَ خَيْرَهُمْ مَنْ يَذْكُرُوْنَ النَّسَبَا
قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ أُمًّا وَ أَبًا

Presented by Ziaraat.com

"رکابوں تک مجھے سونے چاندی کا ڈھیر عطا کر، کیونکہ میں نے ایسے سردار کو قتل کیا ہے جو عام نگاہوں سے پوشیدہ تھا، عرب دنیا میں سب سے بہترین فرد تھا، ماں باپ اور حسب ونسب کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بہتر تھا"۔

یہ کتنا حقیر اور پست انسان ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ جبکہ وہ فخر کر رہا ہے کہ میں نے پاک ماں باپ کے پاک بیٹے کو قتل کیا ہے؟ اس کا نجس دل، جس پر شیطان کا قبضہ تھا، وہ سونا چاندی کے انتظار میں تھا۔ اس لعین کی پست باتیں اتنا گھٹیا تھیں کہ جنھیں سن کر ابن زیاد جیسا کٹھور؟ دشمن بے چین ہو کر اُسے یہ جواب دینے پر مجبور ہوا: "اگر تو جانتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ کریم، شریف اور پاک تھا تو تو نے اسے قتل کیوں کیا؟ خدا کی قسم میری طرف سے تجھے کچھ انعام نہیں ملے گا"۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ ابن زیاد کی انسانیت جاگ اٹھی تھی اور اس کا وجدان بیدار ہو گیا تھا۔ یہ کلمات وہ اس لیے نہیں کہہ رہا تھا بلکہ وہ خولی پر اس لیے ناراض ہوا کہ اس نے بھرے دربار میں امام حسینؑ اور ان کے ماں باپ کی تعریف کیوں کی؟ اس کی توقع تھی کہ وہ گستاخانہ اور گھٹیا الفاظ کے ساتھ امامؑ عالی مقام اور آپؑ کے ماںؑ باپؑ کو یاد کرتا۔ دراصل امامؑ کی شہادت کا ایک معجزہ جو شہادت کے بعد بہت کم مدت کے اندر ہی ظاہر ہوا وہ تھا عالم اسلام کی بیداری اور مسلمانوں کی یزید سے نفرت و بیزاری جسے ہم اگلی فصل میں کھول کر بیان کریں گے۔

امام حسین علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت کے بعد جو سب سے بڑا معجزہ ظاہر ہوا، وہ ہے اُمت کی فکری اور نظریاتی تبدیلی، یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء و اَولیاء نے اتنا بڑے مصائب اس لیے برداشت کیے تا کہ لوگوں پر حقیقت عیاں ہو سکے اور یہ بات خدا کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔

Presented by Ziaraat.com

فرزندِ رسولؐ کا قیام ایک زلزلہ تھا جس سے عالمِ اسلام کی سرزمین میں لرزہ پیدا ہوا، جس کے نتیجے میں انحراف و کج روی کے بڑے بڑے شگاف نمودار ہوئے جنہیں امامؑ عالی مقام نے اپنے ایمان اور اپنے وفاداروں کے خون کے ساتھ پُر کر دیا۔

Presented by Ziaraat.com

شہادتِ امامؑ کے معجزات

یزید لعین نے کربلا کا لٹا ہوا قافلہ اور نیزوں پر چڑھے ہوئے سر دیکھے تو اُس نے بڑے تکبر وغرور سے کافرانہ اشعار پڑھے، جن میں اپنے جنگِ بدر کے مقتولین کے انتقام کی بات کی اور کہا:

"اگر وہ زندہ ہوتے تو مجھے مبارک دیتے"۔

اس نے بدر کے مقتولین کا کربلا والوں سے موازنہ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

لَیْتَ اَشْیَاخِیْ بِبَدْرٍ شَهِدُوْا
جَزَعَ الْخَزْرَجِ مَنْ وَقْعِ الْاَسَل
لَاَهَلُّوْا وَ اسْتَهَلُّوْا فَرَحاً
ثُمَّ قَالُوْا یَایَزِیْدُ! لَا تَشَلْ
قَدْ قَتَلْنَا الْقَوْمَ مِنْ سَادَاتِهِمْ
وَ عَدَلْنَاهُ بِبَدْرٍ فَاعْتَدَلْ
لَعِبَتْ بَنُوْ هَاشِمٍ بِالْمُلْكِ فَلَا
خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْیٌ نَزَلْ

"اے کاش! آج جنگ بدر کے مقتول میرے آباء واجداد موجود ہوتے تو جنگ کی شدت اور نیزوں کے آپس میں ٹکرانے سے قبیلۂ خزرج کی پریشانی کو قریب سے دیکھتے۔ آج اگر وہ ہوتے تو بہت خوش ہوتے

Presented by Ziaraat.com

اور خوشی کے عالم میں کہتے: یزید تیرے کیا کہنے؟ یزید! کبھی تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔ان کے بزرگان کو ہم نے قتل کر کے جنگِ بدر کے مقتولین کا بدلہ لے لیا ہے۔بنو ہاشم نے خلافت کا کھیل کھیلا تھا ورنہ عالم غیب سے کوئی خبر آئی اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوئی"۔

قارئین کرام! آپ نے یزید لعین کے کافرانہ اشعار کو ملاحظہ کیا کہ اس نے تکبر وغرور میں آ کر وحی، دین اور اسلام سب کچھ کا انکار کر دیا۔یزید لعین کی جانب سے عربی جاہلیت کے کافرانہ اشعار کے مقابلے میں عقیلۂ بنی ہاشم ثانی زہراء شریکۃ الحسین حضرت زینب کبریٰ علیہا افضل الصلاۃ والسلام کا وہ خطبہ بھی ملاحظہ کریں جو سیدہ نے اپنے بابا علیؑ کے لہجے میں ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ

"تمام تعریفیں عالمین کے رب کے لیے ہیں اور درود وسلام ہو رسولِ اکرمؐ اور آپؐ کی آلِ پاکؑ پر"۔

خداوند متعال نے قرآنِ حکیم میں کیا خوب فرمایا:

"وہ لوگ جنھوں نے برے کام انجام دیے ان کا انجام یہ ہوا کہ انھوں نے بالآخر آیاتِ الٰہیہ کا انکار کر دیا اور ان کا مذاق اُڑایا۔اے یزید! یہ جو تو نے اللہ کی زمین کو ہم پر تنگ کر دیا اور ہمیں اسیر کر لیا۔کیا تو اس سے گمان کرتا ہے کہ خدا نے ہمیں ذلیل ورسوا کر دیا اور تجھے سرخرو اور کامیاب کر دیا، گویا خدا کا لطف وکرم تیرے شاملِ حال ہو گیا؟

گویا تو خدا کے ہاں بڑی قدر ومنزلت رکھتا ہے کہ تیری تمنا پوری ہو گئی اور اب تو "ناک منہ چڑھا کے" تکبر سے ہمیں دیکھ رہا ہے گویا دنیا

Presented by Ziaraat.com

تیری ہتھیلی میں ہے اور تیرے سارے کام سیدھے راستے پر جا رہے ہیں اور تو اپنے آپ کو حکومت واقتدار کا مستحق سمجھتا ہے؟ تھوڑا سا ٹھہر، تھوڑا سا ٹھہر، سن اللہ کا کلام جو قرآن میں آیا ہے: وہ لوگ جو کافر ہو گئے، وہ یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے انھیں جو مہلت دی ہے، وہ ان کے نفع میں ہے بلکہ ہم انھیں اس لیے مہلت دیتے ہیں تا کہ وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کرلیں جبکہ ان کا انجام بہت دردناک ہے"۔

یہ تھا سیدہ سلام اللہ علیہا کے خطبے کا اقتباس۔ سیدہؑ نے اپنے اس بیان میں معصیت کار یزید کو اس کے مستقبل کی حقیقی تصویر دکھائی اور آئندہ زمانے میں ایسے پیش آنے والی ذلت وخواری کا نقشہ دکھایا اور اہلِ دربار کے سامنے سیاہ دل اور قبیح عمل، یزید کے باطل افکار کو باطل ثابت کیا اور وہ حقائق جو پیش آنے والے تھے انھیں سب کے سامنے واضح کر دیا۔

یزید پلید کی خوشی کے دن بہت تھوڑے تھے۔ شام میں اُسراء کے داخلے کے ابھی چند گھنٹے ہی گزرے تھے کہ جونہی قتلِ حسینؑ اور اسیری زینبؑ کی خبر اس کے محل کے اندر پھیلی تو اس کی بیویوں، کنیزوں اور دیگر عورتوں نے آئندہ پیش آنے والے خوف ناک حادثات سے ڈر کر اور اہلِ بیتؑ کی مظلومیت دیکھ کر عزاداری سیدؑ الشہداء کے لیے صفِ ماتم بچھا دی حالانکہ ابھی سیدہؑ کے خطبات پوری اسلامی مملکت میں نہیں پھیلے تھے۔

ابن الحکم نے ابنِ زیاد کو برا بھلا کہا اور پھر کہا: تم نے اپنے آپ کو رسولؐ خدا کی شفاعت سے محروم کر دیا ہے، لہٰذا میں بالکل تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔

اس کا بیٹا معاویہ رو رہا تھا۔ اس سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو اُس نے کہا: میں کربلا کے مقتولین پر نہیں رو رہا بلکہ بنی اُمیہ کی حالت پر رو رہا ہوں۔ ظالم طاغوتی

Presented by Ziaraat.com

حکومت اور اس کے کارندوں کی سب سے زیادہ سرزنش حضرت زینب عالیہؑ نے کوفہ میں کی۔ سیّدہؑ نے لوگوں کے ضمیر جھنجوڑ دیے اور ان کے دل ہلا کے رکھ دیے۔ جب لوگ اسیروں کے اردگرد جمع ہوئے تو سیّدہؑ نے ایسے دردناک لہجے میں اُن کی سرزنش کی کہ لوگ رونے لگے۔ سیّدہؑ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"حمد وثناء خداوند متعال کے لیے ہے اور درود وسلام ہو محمد مصطفیٰؐ اور آپؐ کی پاک آلؑ پر اَمّا بَعدُ! اے کوفیو! اے دھوکہ بازو! اے منافقو! کیا تم روتے ہو؟ تمہارے آنسو بند نہ ہوں اور تمہارا رونا ختم نہ ہو، تمہاری مثال اس عورت جیسی ہے جس نے روئی کاتی ہو اور پھر خود ہی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہوں۔ تم نے اپنا ایمان تباہ کر دیا ہے۔ کیا تمہارے درمیان خود پسندوں، متکبروں، جھوٹوں، مادی لذات کو پسند کرنے والوں اور خوشامد کرنے والی کنیزوں کے علاوہ بھی کوئی معزز دین دار انسان موجود ہے؟

تمہاری مثال ایسی ہے جیسے گندگی کے ڈھیر پر خوش بودار پھول اُگا ہوا ہو۔ جان لو! تم نے اپنے بُرے کام خدا کے ہاں بھیجے ہیں جو خدا کے غضب کا سبب ہیں اور تم لوگ ہمیشہ عذابِ الٰہی میں گرفتار رہو گے"۔

سیّدہؑ کے اس بیان کے بعد کوفیوں میں کہرام مچ گیا۔ ہر طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ سیّدہؑ نے لوگوں کے وجدان پر پڑے پردے ہٹا دیے۔ لوگ ایک دوسرے کو اور اپنے آپ کو سرزنش کرنے لگے۔

سیّدہؑ نے خطبے کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

"کیا تم روتے ہو؟ ہاں، خدا کی قسم تم زیادہ رؤو اور تھوڑا ہنسو کیونکہ ذلت اور ننگ و عار کا جو دھبا تمہارے دامن پر لگ چکا ہے، اسے تم

Presented by Ziaraat.com

کسی پانی سے صاف نہیں کر سکتے۔ نواسۂ رسولؐ، رسالت کے مرکز، امامت کے محور، راہِ دین کے ہدف، مشکلات میں تمہاری پناہ گاہ، جوانانِ جنت کے سردار حضرت امام حسین علیہ السلام کو تم نے شہید کر دیا ہے۔ یاد رکھو! تمہارا انجام بہت برا ہے۔

تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں اور ان پر ذلت چھا جائے، رحمتِ خدا سے دور رہو، برباد ہو جاؤ، تمہارا اسلام ختم ہو گیا، تمہاری زحمتیں نابود ہو گئیں، تمہارے ہاتھ کٹ گئے، تم نے بڑا گھاٹا اٹھایا، خدا اور رسولؐ خدا کے سامنے تم نے اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کر دیا۔

اے کوفیو! وائے ہو تم پر، تم نے جگر گوشۂ رسولؐ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کیا تمہیں معلوم ہے، کیسے نجیب و کریم انسان کو تم نے شہید کیا؟ تم نے کیسا خون زمین پر گرایا؟ تم نے کیسی حرمت پامال کی؟

یاد رکھو! تم نے بہت برا کام انجام دیا ہے۔ تم نے اتنا بڑا ظلم کیا ہے کہ قریب ہے اس کی وجہ سے آسمان گر پڑے اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ کیا اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ آسمان سے خون کی بارش کیوں ہوئی؟ گویا کہ آسمان خون کے آنسو کیوں بہاتا رہا؟

یاد رکھو! آخرت کے عذاب سے تمہاری بہت رُسوائی ہوگی اور کوئی تمہاری مدد کرنے والا نہیں ہوگا۔ پس تمہارے ذلیل و رُسوا ہونے میں ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے اور ہمیں اس بات کا افسوس بھی نہیں ہے کہ ہم تم سے انتقام نہ لے سکے، اس لیے کہ سب سے بڑا انتقام لینے والا جبار و قہار خدا ہے جو تمہاری گھات میں ہے"۔

سیدہ زینب عقیلۂ بنی ہاشمؑ کی سرزنش اور ہلا دینے والے خطبے سے ان سیاہ دل، فریب خوردہ اور لالچی لوگوں کے خوابیدہ وجدان حرکت میں آگئے۔ انھیں احساس

Presented by Ziaraat.com

ہونے لگا کہ وہ بہت بڑے ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں۔

عقیلۂ بنی ہاشم کے انداز بیان اور فصاحت و بلاغت نے انھیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور وہ سیدہؑ کی کسی ایک بات کا بھی جواب نہ دے سکے۔

سیدہؑ کے خطبے کے الفاظ بڑے تسلسل سے اس طرح سے ادا ہوتے رہے کہ کوفیوں کے دل دہل گئے اور کوفہ کے سیاسی حالات بدلنے لگے۔اس طرح کہ سیدہ کا خطبہ حکمتِ الٰہیہ کا مظہر بن گیا۔اسی حکمتِ الٰہیہ کا امام حسینؑ کو الہام ہوا تھا جس کے نتیجے میں مستورات کو امامؑ نے اپنی تحریک میں شامل کیا تا کہ یہ مستورات جب دمشق میں جائیں تو اپنے موثر خطبات کے ذریعہ نفسیاتی اور اعصابی جنگ جیت لیں اور اس سے شہدِ کربلا کے مشن کی تکمیل ہو جائے۔اور میدانِ کربلا میں بلند ہونے والے امام عالی مقامؑ کے استغاثے شام تک بھی پہنچیں، وہ استغاثے جن میں امامؑ نے مدد طلب کرتے ہوئے کہا تھا:

هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا

''کیا کوئی ایسا شخص ہے جو ہماری مدد کرے؟

هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يُعِيْنُنَا

''کیا ایسا فرد ہے جو ہماری نصرت کرے''؟

امام عالی مقامؑ کے یہ استغاثے قیدی مستورات کے ذریعہ کوفہ و شام تک پہنچے۔ بعض لوگ ان خطبات سے بیدار ہو گئے جیسے سعد بن حارث اور اُس کا بھائی ابوالحتوف ان لوگوں نے تحریک حسینیؑ کے حق میں نعرہ بلند کیا جس کی وجہ سے وہ شہید کر دیے گئے۔

یہ نکتہ یاد رکھیں!

''اسلام کا آغاز محمدیؐ ہے جبکہ اس کی بقا حسینیؑ ہے، اور اِدھر انقلابِ حسینؑ کا آغاز حسینیؑ ہے اور بقا زینبیؑ ہے''۔

Presented by Ziaraat.com

یہ بابرکت تحریک جنگی ٹیکنیک کے اعتبار سے، کربلا میں مردوں کی شہادت مستورات اور بچوں کی اسیری کے بعد یہ جنگ ختم ہو جانی چاہیے تھی لیکن تاریخ گواہ ہے کہ دوست اور دشمن اس وقت دنگ رہ گئے جب دردستانی زینبؑ اور مصیبت دیدہ زینبؑ مصائب و آلام کا دریا عبور کر کے شام پہنچی تو سیدانیاں ابھی محملوں سے اتری ہی تھیں کہ علیؑ کی بیٹی نے اپنے "قیام" کا آغاز کر دیا۔ یہ وہ زینبؑ ہے جس کے القابات ہیں: "عالمہ غیر معلمہ، فاضلہ، کاملہ، عابدہ"۔

کربلا میں جب پرچم حسینؑ کے ہاتھ سے گر رہا تھا تو عقیلۂ بنی ہاشم نے گرتا ہوا وہ سرخ پرچم خود تھام لیا اور علیؑ کی شیر دل خاتون بیٹی جب شام میں پہنچی تو خونِ حسینؑ میں رنگین وہ پرچم لہرا دیا، تاکہ اس سے خاندانِ رسولؐ کے خون کے چھینٹے شام والوں پر پڑیں اور وہ بیدار ہوں۔

یہی سیّدہ جب کربلا میں، بھائی کی لاش پر پہنچی تو آپؑ نے یہ اشعار پڑھے۔

عَلَى الطَّفِّ اَلسَّلَامُ وَ سَاكِنِيهِ
وَرُوحُ اللهِ فِي تِلْكَ الْقِبَابِ
نُفُوسٌ قُدِّسَتْ فِي الْاَرضِ قِدْساً
وَقَدْ خُلِقَتْ مِنَ النُّطَفِ الْعِذَابِ
مَضَاجِعُ فِتْيَةٍ عَبَدُوا فَنَامُوا
هُجُودًا فِي الْفَدَافِدِ وَالرَّوَابِي
عَلَتْهُمْ فِي مَضَاجِعِهِمْ كَعَابٌ
بِاَرْدَانٍ مُنَعَّمَةٍ رِطَابِ
وَصُيِّرَتِ الْقُبُورَ لَهُمْ قُصُورًا
مُنَاخًا ذَاتَ اَفْنِيَةٍ رِحَابِ

Presented by Ziaraat.com

"سرزمین کربلا اور اس میں سکونت اختیار کرنے والوں پر سلام ہو، اور ان مزاروں میں موجود روحِ خدا پر سلام ہو، وہ افراد جو اہلِ زمین میں پاک تھے اور اُن کی خلقت اور طینت پاک تھی۔ ان جوان مردوں کی خواب گاہ کہ جو خداوند متعال کی عبادت کر کے صحرا کے میدانوں اور ٹیلوں میں خوابِ عارفانہ سو گئے۔ ان کی خواب گاہوں (قبروں) میں تازہ جوان، دمکتے چہروں والی نرم و نازک حوریں نمودار ہو گئیں۔ ان کی قبریں محلات میں تبدیل ہو گئیں اور ان کے مقدس مکان اور شاندار مزاروں اور درباروں میں تبدیل ہو گئے"۔

Presented by Ziaraat.com

خاندانِ نبوتؐ کی پروردہ

زینب کبریٰؑ کی تربیت، سب سے پاک خاندان میں ہوئی۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت محمد علیہا السلام، آپؑ کے والد گرامی امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ اور آپ کے بھائی جوانانِ جنت کے سردار حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔ سیدہ زینبؑ کی پیدائش دونوں بھائیوں کے بعد ہوئی۔

سیدہ زینب علیہا السلام نے وحی کے خاندان میں پرورش پائی۔ آپؑ نے عصمت کے دودھ سے غذا حاصل کی۔ علم، حلم، اخلاق، سخاوت، عبادت غرض کہ تمام پسندیدہ صفات کو ان کے اصلی مرکز سے حاصل کیا اور اس مرکز کا نام ہے مرکز امامت و رسالت۔ سیدہؑ کی بچپن میں ہی اخلاق و صفات میں بڑی شہرت تھی۔ امام عالی مقامؑ کی شہادت کے بعد اور اپنی قید کے دوران سیدہؑ کے اہم اور مناسب اقدامات، استدلالات کی قوت اور خطاب و بیان کی طاقت نے انھیں بڑے بڑے خطرات میں محفوظ رکھا۔

سیدہؑ نے سارے سفر میں اپنے قافلے میں رہبری کا وظیفہ بخوبی ادا کیا اور بڑی شجاعت و دلیری کے ساتھ اس کی حفاظت فرمائی۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ سیدہؑ زینب دُنیا کی خواتین کے لیے آئیڈیل بن گئیں اور اپنے شہید بھائی کے لیے عزت و عظمت کا سبب بنی۔

شیخ طبرسیؒ نقل کرتے ہیں: سیدہ زینبؑ کو اپنے بھائی امام حسینؑ سے بچپن ہی سے بڑی محبت تھی۔ تقدیر الٰہی نے دونوں کو ایک ہدف کے لیے منتخب کیا۔ اس طرح کہ دونوں بہن بھائی تمام مصائب و آلام میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک رہے۔

Presented by Ziaraat.com

سیدہؑ شہادت کے بعد جب اپنے بھائی کی لاش پر آئیں تو آپ نے جنازے کے قریب کھڑے ہو کر دست دعا بلند کیے اور کہا:

اَللّٰهُمَّ! تَقَبَّلْ مِنَّا هٰذَا الْقُرْبَانَ

"خدایا! ہماری طرف سے یہ قربانی قبول فرما"۔

بعض روایات کے مطابق جب شام غریباں میں خیام کو آگ لگائی گئی تو سیدہ زینبؑ اور دیگر چند مستورات جلتے ہوئے خیام کے اندر موجود رہیں۔ اگر خدا چاہے تو ہم بھی مردوں کی طرح شہید ہو جائیں، اسی لیے سیدہؑ اپنے امام بیٹے کے پاس آئیں اور کہا:

"بیٹا جان! بتایئے، اس حالت میں کہ ہمارے سروں پر چادریں نہیں ہیں ہم باہر چلی جائیں یا جل کر مر جائیں"؟

بیمار امامؑ نے فرمایا:

"پھوپھی جان! خودکشی حرام ہے آپ لوگ خیموں سے باہر چلی جائیں"۔

یہ مضبوط اور مستحکم ایمان کی مالک زینبؑ کبریٰ تھیں کہ جو اپنے بھائی کی لاش پر آئیں تو دعا کرتے ہوئے کہا:

"خدایا! ہماری یہ قربانی قبول فرما"۔

یہی مخدومہ جب یزید پلید کے سامنے آئیں تو اس کے ظلم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے کہا:

"اے ہمارے آزاد کردہ غلاموں کی اولاد! کیا یہ عدالت ہے کہ ابوسفیان کی بہو بیٹیاں تو پردے کے اندر ہیں جبکہ نبی کی بیٹیاں بے مقنعہ و چادر اسیر ہو جائیں؟ اس حالت میں کہ ان کے سر پر ردا نہ ہو، ان کے چہرے کھلے ہوئے ہوں؟ غم واندوہ میں ان کی آواز

Presented by Ziaraat.com

گلوگیر ہو؟ ظالم انھیں شہر بہ شہر پھرائیں؟ گھٹے بازاری لوگ تماشائی ہوں ان کے ساتھ کوئی مرد ہو نہ کوئی حامی و مددگار؟"

احتجاجی، منطقی، استدلالی اور مظلومانہ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے سیدہؑ نے مزید فرمایا:

"ہند جگر خوار کے بیٹے سے خیر کی امید کہاں کہ جس کا گوشت پوست شہداء کے خون سے بنا ہو؟ تم اہل بیتؑ کی دشمنی میں کیسے کوتاہی کر سکتے ہو، جبکہ تمہارے دل میں ان کا بغض و کینہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے؟ اس سے بڑھ کر یہ کہ تو احساسِ جرم اور اظہارِ ندامت کی بجائے، اپنے آباء واجداد کو یاد کر کے کہتا ہے:

اے کاش! جنگِ بدر میں مارے جانے والے میرے کافر آباء واجداد زندہ ہوتے تو یہ منظر دیکھ کر خوش ہوتے؟

جنت کے سردار حضرت ابو عبداللہ الحسینؑ کے دندانِ مبارک پر تو چھڑی مارتا ہے اور گستاخی کرتا ہے؟ تو نے اپنی یاوہ گوئی سے ہمارے زخم تازہ کر دیے ہیں۔ تو نے محمدؐ رسولِ خدا کے فرزندوں کا خون بہایا ہے۔ خاندانِ عبدالمطلب کے وہ لوگ تو نے شہید کر دیے ہیں جو اہلِ زمین کے لیے ستاروں کی طرح رہنما کی حیثیت رکھتے تھے؟

ہاں! عنقریب تو جہنم میں اپنے کافر آباء و اجداد سے جا کر ملاقات کرے گا اور کہے گا: اے کاش! میرے ہاتھ شل ہو گئے ہوتے، میری زبان گنگ ہو گئی ہوتی اور میں نے یہ باتیں نہ کی ہوتیں۔

خدایا! تو خود ان سے ہمارا حق لے۔ انہوں نے جو ہم پر ظلم کیے ہیں ان کا انتقام تو خود ان سے لے۔

Presented by Ziaraat.com

خدایا! تو اپنا غضب ان پر نازل کر، کیونکہ انھوں نے ہمارا خون بہایا ہے اور ہمارے مددگاروں کو قتل کیا ہے۔

اے یزید! خدا کی قسم تو نے ہمارے جوانوں کے نہیں بلکہ اپنے بدن کے ٹکڑے کیے ہیں۔ خاندان رسولؐ کے خون کا جرم تیری گردن پر ہے تو رسولؐ کی بارگاہ میں اس حالت میں جائے گا کہ تیری گردن پر ان کی آل کی حرمت پامال کرنے کا جرم ہوگا، خداوند متعال تجھے اور انھیں ایک دن جمع کرے گا اور ان کا حق تجھ سے لے گا"۔

پھر سیدہؑ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انھیں مردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں"۔ (آل عمران: ۱۶۹)

تیرے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ قیامت کے دن خدا ہمارا حاکم ہوگا، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے دشمن ہوں گے اور جبرائیل ہمارا حامی ہوگا"۔

خبردار! وہ ظالم جس نے تجھے مسلمانوں پر مسلط کیا اسے عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کا ٹھکانہ کتنا برا ہے؟ تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کا ٹھکانہ بدترین ہے، اور کس کا لشکر کمزور ہے؟ تو نے ہم پر جو ظلم کیے ہیں میں ان مظالم کی وجہ سے تجھ پر اعتراض کر رہی ہوں۔ تیری اوقات ہی کیا ہے کہ میں تجھ سے کلام کروں اور تجھے طعنہ دوں، لیکن اب ان باتوں کا کیا فائدہ جبکہ آنکھوں سے آنسو کا سیلاب جاری ہے اور دل داغ دیدہ ہیں۔

بہت افسوس کا مقام ہے کہ خدا کا لشکر شیطان کے لشکر کے ہاتھوں شہید

Presented by Ziaraat.com

ہو گیا۔ تمہارے ہاتھ ہمارے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ تمہارے بدن کا گوشت ہمارے خون سے بنا ہے ہمارے قتل کو تو نے غنیمت سمجھا ہے لیکن جب تو اپنا نامہ اعمال لے کر خدا کی بارگاہ میں پیش ہو گا تو اس وقت تجھے معلوم ہو جائے گا۔ خداوند متعال ایسا عادل ہے جو اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا۔ خدا کو اس ظلم کی شکایت کرتی ہوں اور اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ تو جتنا مکر و فریب اور فضول کوشش کر سکتا ہے، کر لے۔ خدا کی قسم! تو ہمارا نام نہیں مٹا سکتا اور تو وحی سے ہمارا ناطہ نہیں توڑ سکتا، اور ہماری عظمت کے مقام کو نہیں بجھ سکتا۔ یہ ننگ و عار تو اپنے دامن سے کبھی نہیں دھو سکتا، کیا تو ایسا کوتاہ فکر نہیں ہے جس کے دن تھوڑے رہ گئے ہوں اور اس کی قدرت نابود ہونے والی ہو؟ قیامت کے دن خداوند متعال کی طرف سے ایک منادی ندا دے گا:

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰالِمِیْنَ "ظالموں پر خدا کی لعنت ہو"۔

بی بی زینبؑ نے آخر میں خداوند متعال کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اپنے خطبے کا اختتام کیا اور فرمایا:

"تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ جس نے ہمارے وجود کا آغاز اپنی رحمت و بخشش سے کیا اور ہمارا انجام شہادت و رحمت پر کیا۔ خداوند متعال سے دعا کرتی ہوں کہ وہ ہمارے اجر و ثواب میں اضافہ فرمائے اور اپنی خلافت کو ہمارے لیے مبارک کرے۔ وہ مہربان اور بخشنے والا ہے اور ہمارے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہمارا بہترین وکیل ہے"۔

یہ تھا سیدہ زینبؑ کا بے مثال خطبہ جو آپؑ نے یزید لعین کے دربار میں ارشاد

Presented by Ziaraat.com

فرمایا تھا۔ یہ فصاحت و بلاغت، خطابت و قدرتِ بیان، گفتگو کی روانی، مناسب الفاظ کا انتخاب یہ سب کچھ فقط اس خاتون کے لیے ممکن ہے جو خاندانِ ابو طالبؑ سے ہو۔ یہ سیدہؑ کی بے مثال شجاعت تھی کہ آپؑ نے یزید کو بھرے دربار میں رُسوا کر دیا، یزید کے دربار کو درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ اس کے محلات میں اور اس کی حکومت کے ستونوں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ سیدہؑ کی شان میں یہ مصرع کہنا مناسب ہے ۔

يَاصَيحَةً تُحمَدُ مِنْ صَوَائحٍ

مَا اَهوَنَ النَّوْحُ عَلَى النَّوَائحِ

"اے وہ فریاد جو فریاد کرنے والوں کے لیے مناسب ہے گریہ کرنے والوں پر گریہ کتنا آسان ہے؟"

پھر یزید پلید نے آلِ رسولؐ کی قید کا حکم دیا۔ تین دن تک آلِ رسولؐ کی مخدرات امام حسینؑ پر عزاداری کرتی رہیں۔ یہ حکمتِ الٰہی تھی کہ اسیروں کو کوفہ سے شام لے جایا جائے، تاکہ لوگ شہادتِ حسینؑ کے تمام حالات ان لوگوں سے سنیں جو شہادتِ امامؑ کے عینی شاہد تھے۔ اسی ہدف کی خاطر سیدالشہداؑ عورتوں اور بچوں حتیٰ کہ شیر خوار بچوں کو بھی اپنے ہمراہ لائے تاکہ وہ سب مظلومیت امامؑ کے گواہ بن جائیں۔

عقیلۂ بنی ہاشم کا اپنے بھائی حسینؑ کے قیام میں بڑا حصہ تھا۔ سیدہ زینبؑ شام کی اعصابی اور نفسیاتی جنگ کی پرچم دار تھیں، تاکہ آپؑ اپنے بھائی کی جنگ کی تکمیل کریں اور حق کو ثابت کریں اور بنو اُمیہ کی طاغوتی حکومت کی تباہی کے مقدمات فراہم کریں۔ ایسی حکومت جس نے سنتِ رسولؐ کی حرمت پامال کی، عقائد میں تحریف پیدا کی اور حکومتِ اسلامیہ کو فاسد کر دیا۔ اگر جہادِ حسینی میں حضرت زینبؑ کا حصہ نہ ہوتا تو اس کی اہمیت ایک عام جنگ سے زیادہ نہ ہوتی۔ ایسی جنگ جس میں صرف تلواریں اور نیزے بلند ہوں۔

Presented by Ziaraat.com

امام حسینؑ کا اہلِ حرم کو اپنے ہمراہ لے آنا اور پھر سیدہ زینبؑ کا کوفہ وشام کی دوسری جنگ میں بی بی زینبؑ کا پرچم دار لشکر ہونا اس حکمت کے تحت تھا تاکہ آئندہ زمانوں میں قیامِ حسینیؑ اپنے ہدف کو پہنچ جائے۔ اس لیے کہ اگر خاندانِ رسولؐ کی یہ مستورات کا کاروانِ حریت نہ ہوتا تو لوگوں کے وجدان اس طرح بیدار نہ ہوتے اور پھر ابن زیاد لعین کے دربار میں تمام اہلِ دربار کی موجودگی میں یہ کہنا ممکن نہ ہوتا کہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَکْرَمَنَا بِنَبِیِّهٖ مُحَمَّدٍ وَّطَهَّرَنَا مِنَ الرِّجْسِ تَطْهِیْرًا اِنَّمَا یَفْتَضِحُ الْفَاسِقُ وَیَکْذِبُ الْفَاجِرُ وَهُوَ غَیْرُنَا

"تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ ہمیں عزت مند بنایا اور ہمیں ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھا۔ بس فاسق جنگ ہار گیا اور فاجر جھوٹ بول رہا ہے وہ ہمارا غیر ہے"۔

اگر مستورات کا کاروانِ حریت سید الشہداءؑ کے ہمراہ نہ ہوتا تو قیامِ زینبیؑ وجود میں نہ آتا اور اس طرح پھر قیامِ حسینیؑ کے تکمیلی مراحل تشنہ رہ جاتے۔

جب یزید پلید اقتدار کے نشے میں بدمست ہو کر اپنے تخت پر بیٹھا تھا تو سیدہؑ نے بھرے دربار میں ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اخلاص و صداقت کا دریا موجزن تھا۔ جس سے وجدان بیدار ہو گئے۔ لوگوں کے دل امام حسینؑ کے مشتاق ہو گئے، اور لوگ یزید سے نفرت و بیزاری کا اعلان کرنے لگے۔

اسی خطبے کے ذریعہ سیدہؑ نے لوگوں کے دلوں میں انقلاب کا بیج کاشت کر دیا تاکہ مناسب وقت میں یہ پودا بن جائے اور پھل دینے لگے۔ سید الشہداءؑ آئندہ کے حالات ایسے دیکھ رہے تھے جیسے ایک کھلی ہوئی کتاب ہو۔ حضرتؑ جانتے تھے کہ ہم سب زندہ نہیں رہیں گے تو اسی لیے اپنے ساتھ پردگیانِ عصمت و طہارت کو لے کر آئے

Presented by Ziaraat.com

تا کہ وہ مسلمانوں کو بیدار کریں اور بنی اُمیہ کے وہ سنگ دل حامی جو یزید کے ظلم کی وجہ سے خاموش ہو گئے تھے اور امام حسینؑ کی مدد کے لیے باہر نہ نکلے، وہ اور ان کی نسلیں ہمیشہ شرمندہ ہو کر اپنے آپ کو سرزنش کرتی رہیں۔

امام حسینؑ نے اس لیے قیام کیا تا کہ "ماڈرن جاہلیت" کو ختم کر دیں۔ وہ ماڈرن جاہل جو اپنے باطل مقاصد تک پہنچنے کے لیے اسلام کا نام استعمال کرتے تھے اور نام نہاد خلافت کے نام پر اولادِ رسولؐ کو قتل کرنا جائز سمجھتے تھے۔

وجدانی معجزہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے معجزات میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ کی شہادت سے لوگوں کے وجدان حرکت میں آئے۔ ضمیر بیدار ہوئے۔ مقناطیس جس طرح لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے، اسی طرح امامؑ عالی مقام کی شہادت نے لوگوں کے وجدان و ضمیر کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ کربلا میں جو عظیم حادثہ رُونما ہوا اس کی جزئیات کو جاننا ہر شخص کی مجبوری بن گئی۔

لوگ امامؑ کی شہادت کے سبب اپنی کوتاہی کی طرف متوجہ ہو گئے اور انھیں معلوم ہو گیا کہ روزمرہ کے طمع و لالچ کی وجہ سے وہ غفلت میں رہ گئے۔ اسیروں کی صدائے حق نے ان کے ظاہر و باطن کو بیدار کر دیا۔ جس حق کو وہ دیکھنے سے اندھے ہو گئے تھے اب انھیں نظر آنے لگا۔

پس اس معجزے کو ہم نے وجدانی معجزے کا نام دیا ہے یعنی ایسا معجزہ جس سے خفتہ وجدان بیدار ہوئے۔ یہ معجزہ کوفہ سے اس وقت شروع ہوا جب سیدہؑ نے پر تاثیر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبے سے لوگ رونے لگے اور ایک دوسرے کو لعنت و ملامت کرنے لگے۔ اس خطبے کی عظمت اس وقت ظاہر ہوئی جب لوگ امام حسینؑ کی تائید اور

Presented by Ziaraat.com

یزید پلید کی طاغوتی حکومت کی علانیہ مخالفت کرنے لگے۔ امام حسینؑ نے کربلا میں جو استغاثے بلند کیے وہ آج تک انسانوں کو بیدار کر رہے ہیں۔ وہ استغاثے یہ تھے:

○ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا

○ هَلْ مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللهِ

حضرت حر بن یزید ریاحیؓ نے امامؑ کے استغاثے پر لبیک کہا۔ وہ پشیمان ہو کر امام سے آملا اور دشمن کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ جاتے جاتے دعا کی اور کہا:

"خدایا! تیری طرف پلٹ آیا ہوں، میری توبہ قبول فرما۔ میں نے رسولؐ کی اولاد کے دل دہلائے، ان میں خوف و ہراس پیدا کیا (میرے گناہ بخش دے)۔

اے ابا عبداللہؑ! اے رسولؐ کے فرزندؑ! کیا میری توبہ قبول ہے؟ یہ وہ لمحات ہیں جن میں گناہ و معصیت کے گرداب سے ایک پاکیزہ وجدان آزاد ہوا ہے"۔

امام حسینؑ کو سیّدہ زینبؑ سے یہ امید تھی کہ وہ انقلاب کے اُصول دوسروں تک پہنچا پائیں گی۔ جناب زینبؑ نے جو ذمہ داری اپنے ذمہ لی تھی وہ یہ تھی کہ لوگوں کو نہیں بلکہ ان کے دل اور ان کے باطن کو توبہ کروائیں۔ اس مقصد میں کامیابی کے لیے اسیر قافلہ کی مظلومیت نے سیّدہؑ کی بہت حد تک مدد کی، جس سے بے شمار سنگ دل نرم ہوئے اور حق کی طرف جھکے:

سکوتِ تاریخِ کربلا کو کبھی میسّر صدا نہ ہوتی
حسینیت گر زبانِ زینبؑ پہ آ کے خطبہ سرا نہ ہوتی
دمشق و کوفہ کا راج ہوتا کہ نام کو کربلا نہ ہوتی
جو بھائی کی تحریک بچانے کو دخترِ مرتضیٰؑ نہ ہوتی

Presented by Ziaraat.com

وہ بے ردا گیسوؤں کا پردہ بچا گیا تیری میری غیرت
وگرنہ نوعِ بشر کے چہرے پہ آنکھ ہوتی حیا نہ ہوتی
ہمارے عباسؑ اور اکبرؑ جناب تیرے کی حرمتوں پر
ہمیشہ کٹ مر کے صدقہ ہوتے بس ایک تو نے ردا نہ ہوتی

فوری جواب

عبیداللہ بن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن، شبث بن ربعی اور عمرو بن حجاج کو بلا کر ایک ہزار سوار ان کے حوالے کیے تاکہ وہ اسیروں اور شہیدوں کے سروں کو شام پہنچائیں۔

ابو مخنف لکھتے ہیں:

یہ ظالم سفر طے کرتے کرتے تکریت پہنچے۔ جہاں مسیحی آبادی تھی۔ جب یہ شہر میں داخل ہونے لگے تو کشیش اور مسیحی علماء کلیسا میں جمع ہوئے اور انھوں نے امام کے سوگ میں ناقوس بجائے اور اعلان کیا کہ ہم قاتلانِ حسینؑ سے بیزار ہیں۔ ان گھڑسواروں کی جنگی تعداد ایک ہزار تک تھی۔ جب اُنھوں نے شہر کے بدلے ہوئے حالات دیکھے تو انھیں شہر میں داخل ہونے کی ہمت نہ ہوئی لہٰذا رات انھوں نے جنگل میں گزاری، اور پورے راستے میں جہاں مسیحی آبادی آتی وہاں کے مسیحی ان سے نفرت و بیزاری کا اعلان کرتے۔ جب یہ کاروان "لینا" شہر پہنچا تو شہر کی عورتیں، مرد، بچے، جوان، سب نے مل کر کہا: "ہم حسینؑ اور آپ کے آباء واجداد پر درود بھیجتے ہیں اور بنو اُمیہ اور اُن کے ساتھیوں پر لعنت کرتے ہیں"۔

نیز ان ظالموں سے کہا: "اے رسولؐ کے بیٹے کے قاتلو! تم ہمارے شہر سے نکل جاؤ"۔

Presented by Ziaraat.com

یہ کاروان جب "تھمیہ" شہر کے قریب پہنچا تو انھیں اطلاع ملی کہ شہر والوں نے مل کر قسم کھائی ہے اور آپس میں معاہدہ کیا ہے:

"اگر یہ ظالم ہمارے شہر میں داخل ہوئے تو ہم ان سے جنگ کریں گے"۔

یہ سن کر ان لوگوں نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا اور راستے میں یہ لوگ جب ایک قلعہ تک پہنچے تو لوگوں نے قلعے کے دروازے بند کر دیے اور جب انھوں نے پانی مانگا تو شہر کے لوگوں نے دینے سے انکار کر دیا اور کہا:

"خدا کی قسم ہم تمھیں ایک قطرہ پانی بھی نہیں دیں گے، اس لیے کہ تم نے فرزند رسولؐ کا پانی بند کیا تھا"۔

جب یہ قافلہ "حمّص" شہر پہنچا تو وہاں کے حالات طوفانی شکل اختیار کر گئے۔ اس طرح کہ لوگوں نے ان پر اعتراض کیا، ان کے خلاف نعرے لگائے اور انھیں خطاب کر کے کہا:

"کیا تم لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہو؟ کیا ہدایت حاصل کرنے کے بعد گمراہ ہو گئے ہو؟"

یہ کہتے کہتے ان پر حملہ کر دیا اور ان کے چھتیس سوار قتل کر دیے۔ چونکہ عقیلۂ بنی ہاشمؑ مستقبل کے تمام حالات دیکھ رہی تھیں کہ لوگ بیدار ہو رہے ہیں، انقلاب برپا ہو رہا ہے، حالات بدل رہے ہیں اسی لیے سیدہؑ نے حالت اسیری میں مستقبل کے متعلق کہا:

اَلْمُسْتَقْبَلُ لِذِكْرِنَا وَالْعَظَمَةُ لِرِجَالِنَا وَالْحَيَاةُ لِآثَارِنَا
وَالْعُلُوُّ لِأَعْتَابِنَا وَالْوَلَاءُ لَنَا وَحْدَنَا

"مستقبل ہمارا ہے عظمت ہمارے مردوں کے لیے ہے۔ مستقبل میں ہمارے ہی آثار رہیں گے۔ بزرگواری ہماری نسل میں ہوگی اور لوگوں کی ایمانی محبت صرف اور صرف ہمارے لیے ہوگی"۔

Presented by Ziaraat.com

الحمد للہ، خداوند متعال وہ قادر مطلق ہے جو عقلوں کو الہام کرتا ہے۔ جو حق کے پرترنم نغمے ان زبانوں پر جاری کرتا ہے جو قرآنی فصاحت وبلاغت کے ذریعہ بات کرتی ہیں۔ قربانی تمام ہوگئی۔ قیدی اپنے وطن واپس آگئے۔ شہیدوں کے جنازے دفنا دیے گئے۔ مسلمانوں کے دلوں میں بیداری کی لہر دوڑ گئی۔ اہلِ بیتؑ کی محبت مسلمانوں میں ایک پسندیدہ سنت کے طور پر رائج ہوگئی۔ مسلمانوں نے اہلِ بیتؑ کے مقدس مزاروں پر حاضری دینے کو اور ان سے تبرک حاصل کرنے کو اپنے اُوپر واجب قرار دیا اور ہر سال ہر نسل میں ان کی یاد منائی جانے لگی۔ ان کے فضائل ومناقب منبروں پر کہے سنے جانے لگے۔ آج ان کی مزاریں اور ان کی قدم گاہیں کروڑوں مسلمانوں کی زیارت گاہ ہیں کہ جو دور دراز علاقوں سے گریہ کرتے ہوئے سینہ زنی کرتے ہوئے آہ وافسوس کے عالم میں زیارت کے لیے آتے ہیں اور خاندانِ رسولؐ کی دوستی میں گویا فنا ہو چکے ہیں۔

شہادت کے بعد یہ ایک بہت بڑا معجزہ ہے کہ خداوند متعال کی قدرت کاملہ سے لوگوں نے دیکھا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک گمنام سرزمین میں سیّد الشہداءؑ نے جو نور روشن کیا وہ دنیا میں اتنی تیزی کے ساتھ پھیلے گا؟ درحقیقت یہ معجزہ خداوند متعال کی پاک ذات کا ہے کہ جس کی قدرتِ کاملہ سے قیامِ امام حسینؑ بے مثال قیام کے طور پر وجود میں آیا۔ اتنے زیادہ آثار وبرکات دیکھنے کے بعد کیا کہتے ہیں وہ لوگ جو امام حسینؑ کے قیام کو مادی معیار پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں؟ حالانکہ امام حسینؑ کا یہ معنوی انقلاب مادیات سے ماوراء انقلاب تھا۔

امام عالی مقامؑ اور آپؑ کی تحریک سے بغض رکھنے والے جو اس تحریک کو چھوٹا کرکے پیش کرتے ہیں اور اس میں تحریف پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دیکھتے نہیں ہیں کہ روز بروز اس کی عظمت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے؟ اور یہ وہ چیز تھی جس کی

Presented by Ziaraat.com

خوش خبری زینبؑ کبریٰ نے اپنے بیٹے امام سجادؑ کو اس وقت دی تھی جب آپؑ سرزمین کربلا چھوڑ رہی تھیں۔

سیدہ زینبؑ نے فرمایا:

"اے میرے آباء واجداد کی پاک نشانی! تجھے کیا ہو رہا ہے؟ یہ تو ایسا عہد و پیمان تھا جو خدا نے ہمارے آباء و اجداد سے لیا تھا۔ اے میرے بیمار و معصوم بیٹے! تیرے بابا کی قبر حق وصداقت کی ایسی علامت بنے گی جو کبھی نہیں مٹے گی۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی یاد ختم نہیں ہوگی۔ کفر کے امام اور گمراہی کے پیروکار اسے مٹانے کے لیے جتنی کوشش کریں گے اسے نہیں مٹا سکیں گے بلکہ اس کی عظمت میں اور زیادہ اضافہ ہوگا"۔

زینبؑ کبریٰ جیسی خاتونِ جنت نے معرکۂ کربلا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور خدا نے چاہا کہ یہ پیغام پہنچانے والی وہی ہستی ہو جس نے آنکھوں سے سارے حالات دیکھے ہوں اور احساسات و جذبات کے اعتبار سے عورتوں اور ماؤں والے جذبات رکھتی ہو۔

اس مشکل عہد کو انجام دینے کے لیے زینبؑ کبریٰ سے زیادہ کوئی مناسب فرد موجود نہیں تھا، کیونکہ سیدہؑ نے اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رحلت کا صدمہ دیکھا اور اس سے عالم اسلام میں جو خلا پیدا ہوا، اس کا قریب سے مشاہدہ کیا اور اپنی والدہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا بیت الاحزان میں جا کر بابا کے غم میں روتا دیکھا۔

درودیوار والا واقعہ آنکھوں سے دیکھا کہ جس میں خانۂ وحی کا تقدس پامال کیا گیا تھا اور اپنی ماں کا حق فدک غصب ہوتا ہوا دیکھا تھا۔ اپنی ماں کے شکستہ پہلو ہونے کا صدمہ سہا تھا۔ حضرت محسنؑ کی شہادت کی مصیبت کا صدمہ برداشت کیا۔ اپنا حق واپس لینے کے لیے حضرت زہراؑ نے مدینہ کے لوگوں سے حمایت مانگی تو کسی نے کوئی جواب

Presented by Ziaraat.com

نہ دیا۔اس حالت کا بھی سیّدہ زینبؑ نے مشاہدہ کیا۔

امیر المومنینؑ کو ضرب لگنا اور سرِ اقدس سے خون کا بہنا اور آپؑ کا شہید ہونا، سیّدہؑ ان تمام مصائب و آلام کا صدمہ سہہ چکی تھیں۔ سیّدہؑ نے اپنے بھائی حسنؑ کو دیکھا کہ ان کا رنگ زرد ہو چکا تھا۔ زہرِ ہلاہل کے اثر سے جگر کے ٹکڑے باہر آ رہے تھے۔ خچر پر سوار حضرت بی بی عائشہ بنت ابی بکر نے امام حسنؑ کا جنازہ روکا اور للکارتے ہوئے کہا:

''حسنؑ کو میں یہاں اُن کے نانا کے پہلو میں ہرگز دفن نہیں ہونے دوں گی، اس کا جنازہ یہاں سے اُٹھا کر لے جاؤ''۔

بالآخر امامؑ عالی مقام کے جنازے میں تیر مارے گئے۔ یہ سارے مصائب و آلام سیّدہؑ نے برداشت کیے۔ لیکن سیّدہ زینبؑ نے سب سے بڑی مصیبت جو دیکھی وہ تھی کربلا میں اپنے شہید بھائی کی بے گور و کفن لاش اور اس سے زیادہ مصیبت تھی اہلِ حرم کی اسیری۔ یہ ایسی مصیبت تھی کہ زبان جس کو بیان نہیں کر سکتی۔ انسان جس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ سیّدہ زینبؑ کی ساری زندگی کے مصائب ایک طرف اور دردِ اسیری ایک طرف۔ نہ معلوم ان حالات میں سیّدہؑ کیسے زندہ رہیں؟ سیّدہؑ نے کیسے یہ درد و رنج برداشت کیے؟ اور اتنی بڑی مصیبتوں پر سیّدہؑ نے کیسے صبر کیا؟ معمولاً ایسے سخت مصائب و مشکلات عقل مندوں کی عقل کو سلب کر دیتے ہیں اور دانا لوگوں کو عاجز کر دیتے ہیں۔ اس طرح کہ وہ اپنی عقل و دانش سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور صبر و رضا کا ملکہ کھو بیٹھتے ہیں۔

- کیا سیّدہؑ کا صبر جواب دے گیا تھا؟
- کیا سیّدہؑ کا اطمینان اور اعتدالِ مزاجی ختم ہو گیا تھا؟
- کیا سیّدہؑ خود اعتمادی، ایمان اور حکمتِ الٰہیہ پر بھروسہ، اور ان جیسی دیگر صفاتِ حسنہ سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی؟

Presented by Ziaraat.com

- کیا سیدہؑ نے حکمتِ الٰہی پر اعتراض کرتے ہوئے کبھی آسمان کی طرف سر بلند کر کے کہا: پروردگارا! یہ حادثات ہمیں ہی کیوں پیش آئے؟
- تقدیرِ الٰہی کے مقابل میں کسی نے سیدہؑ سے لفظ "کیوں" سنا؟
- کیا مادرانہ جذبات، طہارت و پاکیزگی کے احساسات اور خطبہ دینے کی جرأت و ہمت جیسے جوہر سیدہؑ میں ختم ہو گئے تھے؟

ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، سیدہؑ کے ذاتی صفات میں ذرہ برابر کمی نہ آئی۔ علیؑ و بتولؑ کی بیٹی میں کبھی سستی نہ دیکھی گئی۔ نواسۂ رسولؐ کا ایمان کامل ہی رہا اور آپ کی معصومہ بہنؑ نے حکمتِ الٰہیہ پر کبھی اعتراض نہ کیا، بلکہ ان تمام مصائب و آلام سے سیدہؑ کے قلبی ایمان اور عقلی برتری میں اضافہ ہوا۔ حکمتِ الٰہیہ سے تمسک اور تقدیرِ الٰہی کے مقابلے میں تسلیم و رضا جیسی صفات میں بھی کمی نہ آئی بلکہ ان اوصاف میں اضافہ ہوا۔

Presented by Ziaraat.com

اُصولِ علیؑ کی وارث عابدۂ آلِ محمدؐ

ہر شخص کے اپنے اُصول ہوتے ہیں:

- اجتماعی اُصول
- اخلاقی اُصول
- سیاسی اُصول
- معاشرتی اُصول
- عبادی اُصول
- عقیدتی اُصول

سیّدہ زینبؑ کی زندگی کے بھی کچھ اُصول تھے جو سیّدہؑ نے خاندانِ رسالتؐ سے وراثت میں پائے تھے۔ وہ اُصول آپؑ کو آپؑ کی والدہ سیّدہ فاطمہؑ اور والد امام علیؑ نے بچپن کے عالم میں سکھائے تھے۔ جب بھی سیّدہؑ اپنے والدین سے کوئی حکمت کی بات سنتیں اسے اپنی زندگی کا اُصول بنالیتیں۔ سیّدہ کے صفاتِ عالیہ اور ان کی زندگی کے اُصولوں کو دیکھ کر کسی کو تعجب نہ ہو، اس لیے کہ جس بیٹی نے علیؑ و بتولؑ سے حکمت سیکھی ہو اُسے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔

لہٰذا سیّدہؑ کے سیاسی، اجتماعی، اخلاقی، عبادی اور معاشرتی اُصول سارے کے سارے وہی ہیں جو ان کے والدین کریمین کے تھے۔

انبیاء، اَوصیاء اور اللہ کے نیک بندے دوسروں سے زیادہ الٰہی امتحان میں مبتلا ہوتے ہیں اور دوسروں سے زیادہ مصائب و آلام جھیلتے ہیں۔ ہر وہ مومن جس کا دین صحیح اور اعمال و کردار اچھے ہوں وہ مصائب ضرور جھیلے گا، کیونکہ خدا تعالیٰ نے دنیا کو مومن کا اَجر اور کافر کی سزا قرار نہیں دیا۔ لہٰذا ہر وہ شخص جس کی زندگی میں کمزوریاں ہوں، نیک اعمال کی کمی ہو اس کے مصائب کم ہوں گے۔ پرہیزگار مومن پر مصائب و آلام بارش سے بھی جلدی نازل ہوتے ہیں، یہاں تک ہماری بحث وجدانی، روحی اور معنوی معجزات

Presented by Ziaraat.com

کے متعلق تھی اور ہم نے ثابت کیا کہ امامؑ کی شہادت سے لوگوں کے دل بیدار ہوئے اور انھیں اپنی کوتاہی اور سہل انگاری کا احساس ہوا، اور اس بیداری میں سیدہ زینبؑ کا بڑا حصّہ ہے۔ سیدہؑ نے لوگوں میں احساسِ جرم اور احساسِ ظلم کی آتش کو شعلہ ور کردیا۔

کربلا میں سیدالشہداءؑ نے جو پرچم نصب کیا تھا وہ سیدہؑ نے اٹھایا اور دیارِ دشمن میں جاکر لہرایا۔ اس تحریک میں سیدہ زینبؑ کے ساتھ ساتھ دیگر پردگیانِ عصمت و طہارت کا بھی بڑا حصّہ ہے۔ سیدہ فاطمہ بنت حسینؑ نے جب دیکھا کہ اہلِ کوفہ سے حضرت زینبؑ خطاب کرچکی ہیں اور سیدہؑ کا خطبہ ختم ہوچکا ہے تو سیدہ فاطمہ صغریٰؑ نے خطبے کا آغاز کیا۔ اپنے بابا کے بارے میں کوفیوں کے برے کردار کی وضاحت کی۔ ان پر لعنت کی اور فرمایا:

"تم نے جو اتنا بڑا ظلم کیا ہے اس کے بعد خوش نہ رہو بلکہ خدا کے عذاب کا انتظار کرو جو تمام ظالموں کو گھیر لے گا"۔

سیدہ فاطمہ صغریٰؑ کا بیان ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ لوگوں کے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ ہر طرف سے آہ وزاری، گریہ وبکا اور نالہ وفریاد بلند ہوا۔ گویا قیامت برپا ہوگئی ہو۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا:

"اے پاک آباء واجداد کی پاک بیٹی! بس اتنا کافی ہے ہمارے دلوں کو آپؑ نے آگ لگادی ہے۔ ہماری آوازیں گلوگیر ہوچکی ہیں۔ ہمارے باطن کو آپؑ نے جلاڈالا ہے۔"

اس کے بعد حضرت اُم کلثومؑ نے اپنا خطبہ شروع کیا۔ سیدہؑ نے ان پر لعنت کی اور کہا:

"تم نے جن کو قتل کیا ہے وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر لوگ تھے تم لوگ خدا کے عذاب سے اب نہیں بچ سکتے"۔

Presented by Ziaraat.com

سیدۃ کا یہ بیان سن کر تمام زن و مرد گریہ وزاری کرنے لگے۔ عورتوں نے بال کھول لیے اور انہوں نے اپنے چہروں پر پیٹنا شروع کر دیا اور اپنے لیے موت کی دعائیں کرنے لگیں یہاں تک کہ تمام لوگ رو رہے تھے یا اپنے چہروں پر ماتم کر رہے تھے۔

Presented by Ziaraat.com

امام سجاد علیہ السلام کا آتشین خطبہ

جب امام سجاد علیہ السلام کو اونٹ پر سوار کر کے زنجیروں میں جکڑ کر اس طرح کہ امام علیہ السلام کی گردن اور ہاتھوں میں زخم پڑ چکے تھے اس وقت آپؑ نے چند اشعار کہے:

يَآ أُمَّةَ سَوْءٍ لَا سَقياً لِرَبْعِكُمْ
يَآ أُمَّةً لَمْ تُرَاعِ جَدَّنَا فِينَا
لَوْ أَنَّنَا وَ رَسُولَ اللهِ يَجْمَعُنَا
يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَا تَقُولُونَا
تُسَيِّرُونَا عَلَى الْأَقْتَابِ عَارِيَةً
كَأَنَّنَا لَمْ نُشَيِّدْ فِيكُم دِينًا

"اے بد طینت اور بد فطرت لوگو! کبھی تمہاری زمین سیراب نہ ہو۔ اے لوگو! تم نے ہمارے بارے میں ہمارے نانا کے حق کی رعایت نہیں کی۔ قیامت کے دن اگر ہم اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکٹھے ہو کر آ جائیں تو تم ہمیں کیا جواب دو گے؟ تم ہمیں بے پالان اونٹوں پر سوار کر کے شہر بہ شہر پھراتے ہو گویا ہم نے تمہارے لیے اس دین کو مضبوط نہ کیا ہو؟"

امامؑ عالی مقام نے اپنے دستِ امامت سے اشارہ کیا تو پورے ماحول پر خاموشی طاری ہو گئی۔ حضرتؑ نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا:

"اے لوگو! جو مجھے جانتے ہیں وہ جانتے ہیں، جو نہیں جانتے وہ سن

Presented by Ziaraat.com

لیس کہ میں علی بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب ہوں ۔میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس کی حرمت کو لوگوں نے پامال کیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سارا مال ومتاع دشمن لوٹ کر لے گئے اور اس کے خاندان کو قیدی بنا لیا گیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کا فرات کے کنارے پر سر قلم کیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو بے جرم وخطا مارا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو بڑی سختی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ میرے لیے یہی افتخار کافی ہے"۔

پھر امامؑ نے انھیں بتایا کہ کس طرح لوگوں نے میرے بابا کے ساتھ عہد وپیمان باندھا اور پھر پیمان شکنی کی اور ان کے ساتھ جنگ کی ۔امامؑ نے ان سے پوچھا:

"تم ،خاندانِ رسولؐ کو قتل کر کے ان کی حرمت پامال کر کے رسولؐ خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے؟"

لوگوں کے گریہ وزاری اور نالہ وفریاد کی آوازیں ہر طرف سے بلند ہوئیں۔لوگوں نے روتے ہوئے کہا:

"اے فرزندِ رسولؐ! ہم تیرے اطاعت گزار اور فرمانبردار ہیں۔ تیرے ساتھ عہد وپیمان باندھتے ہیں کہ تجھ سے روگردانی نہیں کریں گے۔ خدا تجھ پر رحمت نازل کرے۔ جس نے آپؑ سے جنگ کی ہم اس سے جنگ کریں گے اور جس نے آپؑ کے ساتھ دوستی کی ہم اس کے ساتھ دوستی کریں گے اور جن لوگوں نے آپؑ پر مظالم کیے ہم ان سے نفرت وبےزاری کا اعلان کرتے ہیں"۔

لیکن موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اب ندامت و پشیمانی کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

امام سجادؑ نے انھیں فرمایا:

Presented by Ziaraat.com

"اے مکارو! خیانت کارو! اب ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا تم اور تمہاری آرزو کے درمیان فاصلہ آگیا ہے۔کیا تم میرے ساتھ وہی کرنا چاہتے ہو جو میرے بابا کے ساتھ کر چکے ہو؟
خدا کی قسم! اب ہم تم پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ اب ایسا ہر گز نہیں ہوگا۔ ہمارے زخم ابھی تک مندمل نہیں ہوئے کل تم نے میرے بابا اور میرے خاندان کو قتل کیا جبکہ رسول خدا ﷺ کی رحلت، بابا اور بھائیوں کی شہادت کا داغ اور پردگیانِ عصمت وطہارت کی اسیری کا داغ میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا"۔

امامؑ کے اس خطبے کا لوگوں پر بڑا گہرا اثر ہوا لوگوں کا شدید ردعمل سامنے آیا۔ لوگوں کی جنگ وجہاد کی حرارت شعلہ ور ہوئی خواب غفلت میں ڈوبے ہوئے لوگ بیدار ہوئے انقلابِ حسینیؑ کے لیے زمین ہموار ہوئی۔لوگ حاکم وقت کے جھوٹے پروپیگنڈے کی طرف متوجہ ہوئے۔ بنواُمیہ نے اسلام اور مذہب کے جو نقاب اپنے مکروہ چہروں پر ڈالے ہوئے تھے وہ اتر گئے اور اُموی حکومت کی سرنگونی کے لیے حالات سازگار ہوئے وہ لوگ بیدار ہوئے جو جاہلیت کے اسیر تھے۔احساس گناہ کا لوگوں پر غلبہ نظر آنے لگا۔حکومت پر تنقید ہونے لگی ،معاشرے میں انسانی اقدار کی جستجو شروع ہوگئی۔ وہ اقدار جو انسانیت کے ہاتھ سے نکل چکے تھے، وہ معاشرے میں دوبارہ نظر آنے لگے۔ بالآخر انقلابِ حسینؑ نے لوگوں کو اس امر کی طرف متوجہ کیا کہ انسانیت نابود ہو چکی ہے۔اب اسے دوبارہ زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

معرکۂ کربلا اور مستوراتِ آلِ اطہارؑ کی اسیری کی وجہ سے لوگوں کا ایمان شعلہ ور ہوا۔بنواُمیہ نے جو امام حسینؑ اور آپؑ کے خاندان واصحاب کو قتل کیا اور ان کے سر نیزوں پر سوار کر کے کوفہ وشام پھراتے رہے۔مستورات کو قید کیا گیا۔اس سے

Presented by Ziaraat.com

آتشِ ایمان میں اضافہ ہوا، اور سب پر عیاں ہو گیا کہ بنو اُمیہ کا اسلام اور انسانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امت اسلامیہ کی بیداری سب سے بڑا معجزہ تھا۔اس معجزے نے تمام دیگر معجزات کو تشکیل دیا یا بالفاظ دیگر یہ معجزہ تمام معجزات کی بنیاد بنا اور یہ معجزہ دیگر اجتماعی وزمانی معجزات کا محور بن گیا۔

ماہرینِ نفسیات کے ہاں ایک مسلمہ قانون ہے کہ کوئی نابینا انسان اگر بینا ہو جائے تو اس کی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے۔اسی طرح اگر کسی مردہ ضمیر انسان کا ضمیر زندہ ہو جائے تو اس کی زندگی میں بھی گویا انقلاب آجاتا ہے کیونکہ وہ جاہلانہ نظریات جو اس کے ذہن میں پہلے موجود ہوتے ہیں وہ ان سب کو ذہن سے نکال کر نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے اور اسے اپنی کوتاہیوں کا احساس مسلسل انقلاب کے راستے پر لا کھڑا کرتا ہے۔

امام حسینؑ واقعہ کربلا سے پہلے اور اس کے دوران مسلسل لوگوں کو اپنا تعارف کراتے رہے تھے۔اسی وجہ سے لوگوں کی ندامت و پشیمانی میں اور زیادہ اضافہ ہوا۔ آج کی سائنس نے یہ بات ثابت کی ہے کہ بجھی ہوئی آگ جب روشن ہوتی ہے تو اُس کے انگارے پہلے سے زیادہ گرم ہوتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کی گواہی دیتا ہے تو وہ اس چیز کے جتنا قریب ہوتا ہے اتنا آسانی سے اس کی حقیقت کو قبول کرتا ہے۔یہی چیز شہیدؑ کربلا کے معجزات کی سب سے مضبوط دلیل ہے، کیونکہ وہ سپاہی جو واقعۂ کربلا کے بعد واپس لوٹے وہ امامؑ کی مظلومیت کے عینی شاہد تھے۔ان کی خبر کو ہر کسی نے قبول کیا اور ان کے بتائے ہوئے حالات تیزی سے عالم اسلام میں پھیل گئے۔بنو اُمیہ کے خلاف لوگوں کے احساسات وجذبات بھڑکانے میں ان کا بھی بڑا حصہ ہے۔

Presented by Ziaraat.com

درباری ملاؤں کا مضحکہ خیز نظریہ

بنو اُمیہ نے اپنی گرتی ہوئی حکومت کو بچانے کے لیے ایک چال چلی اس طرح کہ درباری ملاؤں کا ایک گروہ تیار کیا جو بعد میں "فرقہ مرجۂ" کے نام سے مشہور ہوا۔ انھوں نے بنو اُمیہ کے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لیے، ان کے جرائم کو دینی رنگ دینے کے لیے اور لوگوں کے غم و غصہ کی آگ کو بجھانے کے لیے مل کر فتویٰ دیا: "مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ خلیفہ کے خلاف بغاوت کرنا اور اس کے خلاف جنگ لڑنا حرام ہے، چاہے خلیفہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو"۔

لیکن اس فتوے کا اُلٹا اثر ہوا۔ لوگوں میں اور زیادہ اشتعال پیدا ہوا کہ بنو اُمیہ کے ظالم حکمران گویا اس فتوے کی مدد سے عادلانہ نظام حکومت کے نظریے کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف لوگ "فرقہ مرجۂ" کے مفتیوں کی خیانت کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان دین فروشوں نے بنو اُمیہ کی حکومت بچانے کے لیے اپنا دین برباد کر دیا ہے، یا بالفاظِ دیگر "ان مفتیوں نے بنو اُمیہ کی دنیا بچانے کے لیے اپنی آخرت تباہ کر دی ہے۔

ادھر امام عالی مقامؑ نے مدینہ کے دربار میں جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا وہ لوگوں کے ذہن میں تھا، کہ جس میں جوانانِ جنت کے سردار نے ولید بن عتبہ بن ابو سفیان کو مخاطب کر کے کہا:

يَا اَمِيْرُ! نَحْنُ اَهْلُ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَعْدِنُ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ

"اے ولید! ہم اہل بیتِ رسولؐ ہیں، ہم رسالت و نبوت کا سرچشمہ ہیں۔ فرشتوں کی آمد و رفت کا مرکز ہم ہیں۔ اس کائنات کا نظام خداوند متعال نے ہمارے صدقے شروع کیا اور ہمارے صدقے یہ

Presented by Ziaraat.com

نظام انتقام پذیر ہوگا۔ جبکہ یزید فاسق وفاجر، شراب خوار بے گناہوں کا قاتل ہے، مجھ جیسا اُس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا"۔

امام عالی مقامؑ کا یہ کلام واضح طور پر دلالت کررہا ہے کہ خلیفہ پر تنقید کرنا جائز ہے۔ اگر وہ دین سے ہٹ جائے تو اُس کے خلاف قیام کرنا جائز نہیں بلکہ ضروری ہوتا ہے، نیز مولاؑ نے اپنے اس کلام میں بنواُمیہ کے تحریف آمیز اور جھوٹے طرز حکمرانی کو بے نقاب کردیا۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حسینی" انقلاب اور اُموی اُصول وقوانین کا آپس میں موازنہ کرے اور جو نتیجہ نکلے اس غور وفکر کرے۔ اور جو غور وفکر کرے گا اُسے پتہ چل جائے گا کہ اُموی حکومت بے دین اور کافر حکومت تھی جو کہ سنت نبیؐ کا مذاق اُڑاتی تھی اور خلافت کو مسلمانوں سے چھین لیتی ہے اور زور زور کے بل بوتے پر لوگوں سے بیعت لیتی ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک اسلامی حکومت کا سربراہ یزید جیسا شخص ہو جو علی الاعلان گناہ کرتا ہو؟ یہ ایسی اسلامی حکومت ہے جو اہلِ بیتؑ سے ان کا حق چھیننے کو جائز سمجھتی ہے۔ ایسی حکومت اور اس کے حاکم کی تائید کا یہ معنی ہے کہ یزید کے گناہوں کی تائید کی جائے اور خداوند متعال سے براہ راست جنگ کی جائے۔

حسینؑ جیسے امام جو مرکز رسالت کے پرورده تھے یزید کا تعارف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یزید گناہ کرنے والا، شراب خوار اور بے گناہوں کا قاتل ہے"۔

اس کا معنی یہ ہے کہ امت ایسے خلیفے کی سرنگونی کا فتویٰ دے سکتی ہے اور اس کے خلاف قیام کرسکتی ہے کیونکہ بیعت کرنے کا حق یہ ہے کہ انسان اس خلیفہ کی بیعت کرے جو شریعت کا پابند ہو۔ قرآن کی تائید کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا ہو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین ہو۔

ہمیشہ خلیفہ کی بیعت میں ایک ضمنی اقرار موجود ہوتا ہے کہ بیعت کرنے والا

Presented by Ziaraat.com

اس کے کردار کی تائید کرتا ہے۔ گویا کہتا ہے: "میں اس کی ہر رفتار و گفتار پر راضی ہوں" کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے:

أَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

"تم اللہ کی اطاعت کرو، رسولؐ اور اُولی الامر کی اطاعت کرو، اس لیے کہ اس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے"۔

اگر کوئی مسلمان ایسے خلیفہ کی بیعت کرے جو گناہ کرتا ہے اور اپنے دین و عقیدے کی پروا نہیں کرتا تو اس پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ ایسی بیعت سے وہ خود اپنی تحقیر و تذلیل کرتا ہے۔ لیکن وہ انسان جو اپنے کیے پر پشیمان ہو وہ ایک دن اپنی طرف ضرور متوجہ ہو جاتا ہے اور حق و حقیقت کا نور اس پر آشکار ہو جاتا ہے۔ بالآخر وہ پشیمان شخص ایک دن ایسے متحرک اور فعال شخص میں بدل جاتا ہے جو دینی اُصول و قوانین کو اہمیت دیتا ہو اور اُس کا عقیدہ بیدار ہو چکا ہو۔

اب جبکہ اس کا اندر بیدار ہو چکا ہے اور اس کی بصیرت کے سامنے بند دروازے کھل گئے ہیں تو وہ اپنے ضمیر و وجدان کی آواز پر لبیک کہتا ہوا آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ انقلاب برپا کرے گا۔ ظاہری و باطنی بتوں کو پاش پاش کرے گا، اور ہر جھوٹ کی مخالفت کرے گا۔

شہادتِ امام حسینؑ اور اسیرانِ شام کے حادثات نے ایک مسلمان کو جو اپنے ہدف سے ہزاروں میل دور تھا اسے اپنے ہدف کے بہت قریب کر دیا۔ اس طرح کہ اب ایک مسلمان آزادی کا سفر جو سو سال میں طے کرتا ہے، اب وہ ایک دن میں طے کرے گا۔ اسیرانِ شام ابھی شام سے واپس کربلا نہیں آئے تھے کہ امت میں بیداری کی لہر دوڑ گئی اور ظالم طاغوتی اُموی حکومت کے خلاف بغاوت کے آثار ہر طرف دکھائی دینے لگے۔

Presented by Ziaraat.com

شہادت کے اجتماعی معجزات

امامؑ عالی مقام کی شہادت سے معجزانہ انداز کی معاشرتی تبدیلیاں رُونما ہوئیں، جنہیں ہم نے "اجتماعی معجزات" کا نام دیا ہے۔ اس لیے کہ یزید پلید کے خلاف خود دمشق میں اور دیگر اہم علاقوں میں بغاوت پیدا ہونا، معجزے سے کم نہیں تھا۔ قیدیوں کا قافلہ ابھی دمشق سے باہر نہیں آیا تھا کہ لوگوں میں ندامت و پشیمانی اور گناہ کا احساس عروج پر پہنچ چکا تھا۔

لوگ حق وحقیقت سے آگاہ ہوئے اور حادثۂ کربلا کی جزئیات سے واقف ہوئے۔ واضح سی بات ہے کہ ہر انقلاب کے بعد معاشرے کے افراد ظالم حکومت کے اُصول و قوانین سے بیزار ہوتے ہیں اور الٰہی اَقدار کی تلاش میں نکلتے ہیں اور اعلیٰ صفات واقدار والی لیڈرشپ کو ڈھونڈتے ہیں جو ظالم حکمرانوں سے بالکل مختلف ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ کربلا سے کوفہ تک اور کوفہ سے شام تک تمام شہروں میں یہی ماحول تھا۔ شہادتِ امام حسینؑ کے بعد اسلامی معاشرے کے لیے جو آئیڈیل تھا وہ حاکم ہونے کے ناطے فقط یزید کی شخصیت آئیڈیل تھی جبکہ اس میں بے شمار عیب پائے جاتے تھے۔ اس دور میں یہ عیب نہیں تھا کہ مسلمان ظلم کے سامنے خاموشی اختیار کرلیں اور ظالم حکومت کے سامنے جھک جائیں۔ اس دور میں خود فروشی، دین فروشی اور ظلم کی سازش قبول کرنا عیب نہیں تھا۔ دنیاوی لذات کو ہدف قرار دینا عیب نہیں تھا۔ دنیا پرستی عروج پر تھی۔

یزید اور اس کے ساتھی اس آئینے کی مانند تھے جس میں ہر قسم کی بُری صفات کی تصویر دکھائی دیتی ہو۔ زر و زور کے بل بوتے پر وہ لوگوں کو یزید اور یزیدی صفات کو

Presented by Ziaraat.com

آئیڈیل ماننے پر مجبور کرتے تھے۔ تن پروری، راحت طلبی اور عیش و عشرت جو اسلام کی ابتدا میں انتہائی ناپسندیدہ صفات تھیں اب مسلمان کی زندگی کا ہدف بن چکی تھیں۔ اس زمانے کا مسلمان اس آئیڈیالوجی کو اپنانے پر مجبور تھا، یہ جانتے ہوئے کہ یہ عرب کی جاہلی رسومات ہیں پھر بھی اپناتے تھے۔

قیام حسینی ؑ کے بعد ہر مسلمان چاہتا تھا کہ حسینی اُصول معاشرے میں رائج ہوں۔ وہ اُصول جس کا امام حسینؑ نے کئی بار اعلان کیا لیکن دنیاوی مفادات کی خاطر لوگوں نے امام کا ساتھ نہ دیا، کیونکہ طمع، لالچ اور خوف اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا۔ لیکن شہادت کے بعد یکسر حالات بدلے۔ مسلمان کلام امامؑ کا ایک ایک اُصول یاد کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ امامؑ کے بیان کردہ تمام اُصول شرعی معاشرے پر لاگو ہو جائیں۔

وہ وقت ہر کوئی یاد کرتا تھا کہ جب امامؑ قیام کر رہے تھے اور لوگ امامؑ کو روک رہے تھے۔ امامؑ کو جب دشمن کی فوج نے گھیر لیا تھا اور امامؑ مشکل حالات میں تھے تو یزید کے متعلق فرمایا:

لَا وَاللّٰهِ لَا اُعْطِيْكُمْ بِيَدِيْ اِعْطَاءَ الذَّلِيْلِ وَلَا اُقِرُّ اِقْرَارَ الْعَبِيْدِ اَلَا وَاِنَّ الدَّعِيَّ بْنَ الدَّعِيِّ قَدْ رَكَزَ بَيْنَ اثْنَتَيْنِ بَيْنَ السِّلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَهَيْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةُ يَأْبَى اللّٰهُ لَنَا ذَالِكَ وَرَسُوْلُهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَجُدُوْدٌ طَابَتْ وَحُجُوْرٌ طَهُرَتْ وَاُنُوْفٌ حَمِيَّةٌ وَنُفُوْسٌ اَبِيَّةٌ اَنْ لَا نُؤْثِرَ طَاعَةَ اللِّئَامِ عَلٰى مَصَارِعِ الْكِرَامِ

"ہرگز نہیں، خدا کی قسم! ذلت آمیز بیعت کبھی نہیں کروں گا اور غلاموں کی طرح کبھی سر نہیں جھکاؤں گا۔ خبردار! بدچلن شخص کے

Presented by Ziaraat.com

بدچلن بیٹے نے مجھے دو کاموں کے درمیان مجبور کر دیا ہے:

جنگ یا ذلیلانہ بیعت، لیکن ذلت ہم سے دور ہے۔ خداوند متعال اس کا رسولؐ، مومنین، پاک آباء واجداد، پاکیزہ جھولیاں، غیرت مند و عزت مند لوگ اور خوددار نفوس پست فطرت لوگوں کے سامنے جھک جانے کو پسند نہیں کرتے کہ ہم پست فطرت لوگوں کے آگے جھکنے کو شاندار شہادت پر ترجیح دیں"۔

ہر انقلاب کے بعد لوگ جدید اخلاقی آئیڈیالوجی کو تلاش کرتے ہیں کہ جو جدید انقلابی دور کے تقاضے پورے کرے۔ سب سے پہلے وہ ایسے حاکم کو تلاش کرتے ہیں جو نیک اخلاق، غیرت مندی اور شجاعت و بہادری کا مالک ہو اور ذلیل حکمرانوں کے سامنے سر نہ جھکاتا ہو۔ ہر وہ مسلمان جو دیکھتا ہے کہ دنیا میں نیکیاں ختم ہو چکی ہیں برائیاں غالب آ گئی ہیں، دنیا تیزی سے تبدیل ہو چکی ہے پھر بھی وہ خاموش ہو کے بیٹھ جائے۔ وہ دیکھے کہ دنیا کی پستی خطرناک چراگاہ ہے لیکن اسے دیکھ کر خوش رہے اور دیکھے کہ حق پر کوئی عمل کرنے والا نہیں ہے اور باطل سے کوئی روکنے، رکنے والا نہیں ہے دنیا کی زندگی کو اپنے لیے سعادت سمجھے اور ظالموں کی ہمراہی پر مطمئن رہے تو ایسے شخص کو اخلاقی انقلاب ضرور متوجہ کرے گا کہ جن چیزوں پر وہ خوش ہوتا رہا ہے وہ اسلام اور انسانیت سے ٹکرانے والی ہیں۔ وہ چیزیں انسانیت و اسلام کی ضد ہیں۔ ایک دن ہر مسلمان کو انقلاب کا یہ نعرہ لگانا پڑے گا:

اَلْمَوْتُ فِی الْعِزِّ خَیْرٌ مِّنَ الْحَیَاۃِ فِی الذُّلِّ

"ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔"

جب بھی ایک مسلمان کو اپنی ذلت و پستی کا احساس ہوا اور احساس گناہ کے طوفان نے اسے بیدار کر دیا اور اسے یہ بات سمجھ میں آ گئی وہ دنیاداری کے دستر خوان پر پلتا رہا

Presented by Ziaraat.com

ہے اور جھوٹ میں زندگی بسر کرتا رہا ہے اور اُس نے اپنی اس عزتِ نفس کو فروخت کرڈالا ہے کہ جو انسان کی انسانیت کا سب سے اہم پہلو ہے۔ اتنا اہم کہ اگر وہ ہاتھ سے نکل جائے تو پھر کوئی چیز انسان کے پاس باقی نہیں رہتی۔ جب اُسے یہ احساس ہو جاتا ہے تو پھر وہ اخلاقی انقلاب کو اپنی پناہ گاہ اور الٰہی اخلاق رکھنے والے امامؑ کو اپنا سہارا بنا لیتا ہے۔

احساس گناہ رکھنے والے نادم و پشیمان انسان کو چاہیے کہ وہ زہیر بن قینؓ کا کلام سنے کہ جب امامؑ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا:

"مجھے تنہا چھوڑ دو، تم سب اپنی جانیں بچالو، یہاں سے چلے جاؤ۔"

اس وقت زہیر بن قینؓ نے کہا:

"اے فرزندِ رسولؐ! ہمیں نے آپؑ کی بات سن لی ہے، اب آپؑ ہماری عرض بھی سنیں، کہ اگر دنیا ہمارے لیے ابدی ہو جائے تو پھر بھی ہم آپؑ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور آپؑ کی رکاب میں لڑتے رہیں گے"۔

اس کے بعد جناب بُریر بن خضیرؓ نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا:

"اے فرزندِ رسولؐ! خداوند متعال نے ہم پر احسان کیا کہ آج ہم آپؑ کی ہم رکابی میں لڑ رہے ہیں۔ ہم آپؑ کے ہمراہ لڑتے رہیں گے چاہے ہمارے بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تا کہ کل روز قیامت آپؑ کے نانا ہماری شفاعت کریں"۔

پھر نافع بن ہلالؓ نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا:

"ہمیں آپؑ جدھر لے جائیں چاہے مشرق کی طرف، چاہے مغرب کی طرف، آپؑ ہمارے مالک ہیں اور ہم آپؑ کے ساتھ رہیں گے۔

Presented by Ziaraat.com

خدا کی قسم، قضائے الٰہی سے ہمیں ذرہ برابر خوف نہیں ہے اور ملاقاتِ خدا سے ہم نہیں گھبراتے، میری نیت اور میرا عمل یہ ہے: آپؑ کے دشمنوں کا دشمن ہوں اور آپؑ کے دوستوں کا دوست"۔

حضرت نافع بن ہلالؓ کی یہ بات سن کر ایک مسلمان کی غیرت جاگ اٹھتی ہے کہ اُنھوں نے سیّدالشہداءؑ کی خدمت میں کتنے کمال کی باتیں کیں۔ آیئے زہیرؓ بن قین بجلی کی ایمان افروز باتیں سنتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے آقا ومولا کی خدمت میں کیا کہا؟

زہیر بن قین بجلیؓ بارگاہِ امامؑ میں عرض کرتے ہیں:

"خدا کی قسم! میں دوست رکھتا ہوں کہ ایک بار مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور اسی طرح ہزار بار شہید ہو کے زندہ ہو جاؤں تو یہ میرے لیے آسان ہے آپؑ کی اور آپؑ کے خاندان کی موت سے"۔

سعد بن عبداللہ حنفیؓ نے امامؑ کی خدمت میں کیا خوب کہا:

امامؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عاجزانہ کہا: "اے فرزندِ رسولؐ! خدا کی قسم! تجھے تنہا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ خداوند متعال دیکھ لے کہ ہم نے اپنے رسولؐ کے بعد، حسینؑ اور آپؑ کے خاندان کی کیسے حفاظت کی؟ خدا کی قسم! اگر میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مجھے آگ میں جلا کر میری راکھ ہواؤں میں اُڑا دی جائے تو پھر بھی تجھے تنہا نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ تیری رکاب میں لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں۔ جب بار بار شہید ہونا میرے لیے مشکل نہیں ہے تو پھر ایک بار شہید ہونا میرے لیے کتنا آسان ہوگا؟"

جناب قیسؓ نے امام عالی مقامؑ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا:

"اے مولا حسینؑ! کیا آپؑ کو تنہا چھوڑ دیں؟ جبکہ ہم خدا کے حضور

Presented by Ziaraat.com

شرمندہ ہیں کہ آپ کا حق ادا نہیں کرسکے؟

اے میرے مولاؑ! جان لیجیے آپؑ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا جب تک ان (دشمنوں) کے سینوں میں نیزے نہ گاڑ دوں اور تلوار سے ان کے ٹکڑے نہ کردوں۔ اگر میرے پاس بالکل اسلحہ نہ ہوا تو پھر پتھروں سے انھیں آپ سے دور کروں گا، یہاں تک کہ آپ کے ہمراہ شہید ہوجاؤں"۔

مسلمان ذرا سوچیں تو سہی کہ حضرت عقیل ابن ابی طالبؑ کے فرزندوں کو جب سیدالشہداءؑ نے واپس چلے جانے کا حکم دیا اور فرمایا:

"مسلمؑ کی صورت میں تمہارے گھر کی ایک قربانی ہی کافی ہے"۔ انھیں کون سی چیز کربلا میں روکے ہوئے تھی؟

اولاد عقیلؑ نے بہ یک زباں ہوکر کہا:

"خدا کی قسم ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے سردارؑ اپنے مولاؑ کو تنہا چھوڑ دیں اور اس کے دفاع میں ایک تیر بھی نہ چلائیں؟ لوگ ہمیں کیا کہیں گے؟ اور ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے؟"

اَخلاق سرچشمۂ انقلاب

انقلابی لوگوں کا اخلاق اور اُن کا کردار ہر انقلاب کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ حضرت عباس علمدارؑ کا یہ اخلاق تھا کہ آپؑ نے روز عاشور پانی کو ٹھکرایا۔ جب حسینؑ اور خاندان حسینؑ کی پیاس یاد آئی تو آپؑ نے پانی زمین پر گرادیا اور آپؑ بپھرے ہوئے شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے رجز خوانی کرتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے:

Presented by Ziaraat.com

يَا نَفْسُ مِنْ بَعْدِ الْحُسَيْنِ هُونِي
وَ بَعْدَهُ لَا كُنْتِ أَنْ تَكُونِي
هٰذَا الْحُسَيْنُ شَارِبُ الْمَنُونِ
وَ تَشْرَبِيْنَ بَارِدَ الْمَعِيْنِ
تَاللّٰهِ مَا هٰذَا فَعَالُ دِيْنِيْ

"اے نفس! حسینؑ کے بعد اگر تو باقی رہ جائے تو تیرے لیے ذلت ہے۔ حسینؑ کے بعد میں نہیں چاہتا کہ تو باقی رہ جائے۔ یہ حسینؑ ہے جو شربتِ موت پینے والا ہے اور تو چاہتا ہے ٹھنڈا پانی پیئے؟ خدا کی قسم! یہ میری زندگی کا دستور نہیں ہے"۔

یہ حسین ابن علی کا بلند پایہ اخلاق تھا جس نے آپ کو مجبور کیا کہ دشمن کے ہزاروں سپاہیوں کو پانی پلائیں۔ دشمن کی فوج کے اہم کمانڈر حضرت حور ریاحی کو امامؑ عالی مقام نے تین مرتبہ پانی پلایا جبکہ وہ لوگ امامؑ سے جنگ کرنے آئے تھے یا لشکر حسینی کو پیش قدمی سے روکنے آئے تھے۔

انقلابی لوگوں کے اخلاق سے کسی کا اخلاق اچھا نہیں ہوتا۔ یہ شہید امام کا اخلاق تھا کہ جس نے انھیں علی بن طعان ملعون کو پانی پلانے پر مجبور کردیا۔ حضرتؑ نے نہ فقط اسے پانی پلایا بلکہ اس کے گھوڑے کو بھی پانی پلایا۔ یہ شخص اتنا سخت پیاسا تھا کہ اپنے ہاتھ سے پانی نہیں پی سکتا تھا، کیونکہ شدتِ تشنگی سے اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ لہٰذا امامؑ عالی مقام نے اپنے دستِ مبارک سے مشکیزے کا منہ کھول کر پانی اُس کے منہ میں ڈالا جبکہ یہ شخص اور اس کے تمام ساتھی امامؑ عالی مقام کے ساتھ جنگ کرنے آئے تھے۔

شہداء کے اَخلاق میں مقناطیس جیسی طاقت و رکشش تھی، جو شہداء کے پاک خون کی وجہ سے بابرکت ہوگئی تھی۔ اس طاقت و رکشش کا مقابلہ عام لوگوں کی طاقت نہیں

Presented by Ziaraat.com

کرسکی۔

اخلاقِ حسینی نے حُر کو " حُر " بنایا۔ حسینی " اخلاق کی وجہ سے حُر طاقت ور لشکر کی سربراہی چھوڑ کر بظاہر کمزور سے لشکر کے ساتھ ملحق ہونے پر مجبور ہوا، اور توبہ کرکے امامؑ اور اُصولِ امامت کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔

اسی اخلاقی جذبے کی وجہ سے حضرت ابوذر غفاریؓ کے غلام جونؓ میدان جانے کے لیے تڑپ رہے تھے اور انھوں نے امامؑ کی خدمت میں جا کر جہاد کی اجازت طلب کی۔

یہ وہی سیاہ رنگ کا غلام ہے جو آسودہ زندگی گزارنے کے لیے اس خاندان کے ہاں آیا تھا۔ آج جب اجازت چاہی تو امامؑ عالی مقام نے اجازت نہ دی، لہٰذا یہ امام کے قدموں میں گر پڑا۔ امام کے پاؤں چومتے ہوئے کہنے لگا:

"فرزندِ رسولؐ! میں راحت و امن کے ایام میں آپؑ کے دستر خوان کے برتن چاٹتا رہا۔ اب مصائب و آلام کے ایام میں آپؑ کو تنہا چھوڑ دوں؟ مانا کہ میرا بدن بدبودار ہے، میرا حسب و نسب پست ہے، میرا رنگ سیاہ ہے، مجھ پر بہشت کا دروازہ کھولیے گا، تا کہ میرے بدن کی بدبو خوشبو میں بدل جائے اور سیاہ رنگ سفید ہو جائے خدا کی قسم! میں آپؑ کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ شہادت کے ذریعہ میرا سیاہ خون آپؑ لوگوں کے خون سے مخلوط ہو جائے"۔

اسی وجہ سے کریم امامؑ نے اسے اذنِ جہاد دیا۔ اب یہ غلام میدان کی طرف آگے بڑھا۔ یہ جنگ کرتے ہوئے بیس ملاعین کو واصلِ جہنم کرکے شربتِ شہادت نوش کر گیا۔

Presented by Ziaraat.com

اُصول واَخلاق کا موازنہ

ایک مسلمان قیامِ امام حسینؑ کے بعد سفید کاغذ کی طرح اس انتظار میں تھا کہ اس پر نئی تحریر لکھی جائے گویا وہ اخلاقی آئیڈیالوجی کے انتظار میں تھا۔ اَخلاقِ حسینؑ اور اَخلاقِ یزیدِ لعین کے درمیان موازنہ کرنا چاہتا تھا۔ اور ان دونوں کے باپ یعنی معاویہ اور مولا علیؑ کے اُصولوں کا موازنہ کرنا چاہتا تھا۔ ان دونوں نے اپنی اولادوں کو جواُصول سکھائے ان کی بھی تحقیق کرنا چاہتا تھا۔ اس جستجو میں وہ مسلمان حیران وسرگردان تھا۔ کبھی لوگوں سے پوچھتا کبھی لوگوں سے سنتا۔ کبھی دل کی بات کہتا اور کبھی مختلف مطالب کو اپنے پاس لکھ لیتا۔ کبھی حق وباطل کے اُصول کا آپس میں موازنہ کرتا اور وہ اُصول جو مولا علیؑ اور معاویہ نے اپنی اپنی اولادوں کو سکھائے تھے ان پر تحقیق کرتے ہوئے مولا علیؑ کے وصیت نامہ کو دیکھا جو اُنھوں نے اپنے شہزادے حسنؑ کو لکھا تھا۔ جس میں پرہیزگاری، اخلاق، خوفِ خدا اور لوگوں کے حقوق کی رعایت کے تذکرے کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> ”میرے بیٹے! خلوت میں پرہیزگاری، خوشی اور غصے کی حالت میں کلمۂ حق ...، فقیری اور امیری کی حالت میں میانہ روی اختیار کرنے، دوست ودشمن کے ساتھ انصاف برتنے، اپنے کاموں کو نشاط اور تروتازگی کی حالت میں انجام دینے، سستی سے دور رہنے اور مشکل وآسانی میں خوشنودیِ خدا کو مدِنظر رکھنے کی تجھے وصیت کرتا ہوں۔
>
> اے میرے فرزند! ہر وہ کام جس کے بعد بہشت ہو وہ شر نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.com

ہر وہ کام جس کے بعد جہنم ہو وہ خیر نہیں ہے۔ بہشت کے مقابلے میں ہر نعمت چھوٹی ہے اور جہنم کے مقابلے میں ہر مصیبت چھوٹی ہے۔

اے میرے بیٹے! جان لو جو شخص اپنے عیب دیکھتا ہے وہ دوسروں کی عیب جوئی نہیں کرتا۔ ہر وہ شخص جو خداوند متعال کی قضا و قدر پر راضی ہو وہ غمگین نہیں ہوتا چاہے جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ چلا جائے، جو شخص ظلم کی تلوار نکالے گا وہ خود ہی اس سے قتل ہو جائے گا۔ جو شخص کسی کے لیے کنواں کھودے گا وہ خود اس میں گرے گا۔ جو شخص کسی کی عزت پر ڈاکہ ڈالے گا اس کی عزت و ناموس پر بھی حملہ ہوگا۔ جو شخص اپنی غلطی کو بھول جائے گا لوگ اس کی غلطی کو بڑھا چڑھا کر پیش کریں گے۔ جو شخص بے کار کاموں میں اپنے آپ کو زحمت میں ڈالے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ جو شخص غور و فکر کے بغیر اپنے آپ کو مشکلات کے دریا میں ڈال دے گا وہ غرق ہوگا۔ جو شخص خود پسند ہے اور اپنی رائے پر انحصار کرتا ہے اس کی رائے ٹوٹ جائے گی (اور وہ چوٹ کھائے گا)۔ جو شخص تنہا اپنی سوچ پر اکتفا کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ جو شخص لوگوں میں فخر کرے گا وہ ذلیل و خوار ہوگا۔ جو شخص لوگوں کو حقیر سمجھے گا وہ لوگوں سے گالی گلوچ سنے گا۔ جو شخص برے مقامات میں آمد و رفت رکھے گا وہ بدنام ہوگا۔ گھٹیا لوگ جس کے ہم نشین ہوں گے وہ خود بھی پست ہو جائے گا۔ جو شخص علماء کا ہم نشین ہوگا وہ باوقار ہوگا۔ جو شخص مذاق کرے گا وہ بے آبرو ہو جائے گا۔ جو شخص گوشہ نشینی اختیار کرے گا وہ سالم رہے گا۔ جو شخص اپنی شہوتوں سے دوری اختیار کرے گا وہ نفس کی قید سے آزاد ہو جائے گا۔ جو شخص حسد کو چھوڑ دے

Presented by Ziaraat.com

گا وہ لوگوں میں عزت پائے گا۔

اے فرزندِ ارجمند! لوگوں سے بے نیاز رہنے میں مومن کی عزت ہے قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جو شخص موت کو زیادہ یاد رکھے گا وہ دنیا کی تھوڑی نعمات پر خوش رہے گا۔ جسے اس بات کا یقین ہو کہ اس کا کلام اُس کے اعمال کا حصہ دار ہے وہ کم گو ہوگا۔

اے فرزندِ من! آزمائش و دور اندیشی سے پہلے مطمئن ہو جانا خود پسندی اور کم عقلی کے خلاف ہے۔

اے فرزندِ عزیز! کتنی نگاہیں ایسی ہیں جن کے ہمراہ غم و اندوہ ہوتا ہے، اور کتنے کلام ایسے ہیں جن کے ہم راہ بغض و کینہ ہوتا ہے۔ اسلام سے برتر کوئی بزرگوار نہیں ہے۔ پرہیزگاری سے برتر کوئی عزت نہیں ہے۔ تقویٰ سے برتر کوئی مضبوط و مستحکم چیز نہیں ہے۔ توبہ سے برتر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے۔ تھوڑے مال پر راضی رہنے سے برتر کوئی رضایت نہیں ہے کہ اس سے تنگ دستی ختم ہو جاتی ہے۔ جو روزانہ کی ضرورت مندی پر اکتفا کرے مراحت و آسائش اس کا تکیہ بن جاتا ہے۔ حرص دکھ درد کی کنجی ہے۔ سرکش سواری اور گناہوں میں داخل ہونے کا سبب ہے جو شخص انجام میں غور و فکر کیے بغیر اقدام کرے گا وہ ناگہانی مصیبتوں میں پھنس جائے گا۔ اقدام سے پہلے غور و فکر آپ کو پشیمانی سے محفوظ رکھے گا۔ جو مختلف راستوں اور مختلف عقائد کی طرف جائے گا وہ اپنی خطاؤں سے آگاہ ہو جائے گا۔ صبر تنگ دستی کی ڈھال ہے۔ خواہشاتِ نفسانی کی مخالفت انسان کی ترقی کا سبب ہے۔

Presented by Ziaraat.com

اے میرے فرزند! تیرا پروردگار بہترین حکم کرنے والا ہے۔ راز چھپانے والوں کے راز کو جاننے والا ہے۔ قیامت کے لیے بدترین زادراہ بندگانِ خدا کی دشمنی ہے۔ ہر گھونٹ میں اچھو بھی ہے۔ ہر مشکل کے ساتھ غم بھی ہوتا ہے۔ کوئی نعمت ہاتھ نہیں آتی مگر یہ کہ کوئی دوسری نعمت ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔

آسائش وراحت دکھ درد سے کتنی نزدیک ہے؟

مشکل اور سختی نعمت سے کتنی نزدیک ہے؟

موت زندگی سے کتنی قریب ہے؟

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا علم، دوستی، دشمنی اور کردار خالصتاً خدا کے لیے ہوتے ہیں؟ پھٹکار ہو اُن لوگوں پر جو حق سے دُوری کی وجہ سے ذلت وخواری میں رہتے ہیں اور گناہ میں آلودہ ہو جاتے ہیں۔

انسان کی جوان مردی اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک وہ اس بات کی پروانہ کرے کہ کس نے اُس کی غذا کھائی ہے؟"

آپ لوگ امام کے اس الٰہی وصیت نامہ میں غوروفکر کریں۔ اس میں وہ تمام اخلاقی، اجتماعی اور دینی اُصول موجود ہیں، جنھوں نے امام حسینؑ کو حق وحقیقت، نیکی اور مظلوموں کی مدد والے راستے پر قائم رکھا۔ ایک مسلمان اگر اس وصیت نامہ میں غوروفکر کرے تو مولاؑ کی یہ نصیحتیں اس کے دل وجان میں اُتر جائیں گی۔ ایک مسلمان امامؑ عالی مقام کے اس الٰہی وصیت نامے کا معاویہ کے وصیت نامہ کے ساتھ کیسے موازنہ کرے گا؟ جب اُس نے اپنے بیٹے یزید سے کہا:

"میرے بیٹے! میں نے تجھے مشکلات اور سختیوں سے بے نیاز کردیا ہے۔ میں نے تجھے ہر چیز تیار کر کے دی ہے۔ دشمنوں کو میں نے تیرا

Presented by Ziaraat.com

فرمانبردار بنا دیا ہے۔ عربوں کی گردنیں تیرے سامنے جھکا دی ہیں۔
میں نے سب کو محور کر دیا ہے۔ تیری خلافت کے متعلق مجھے کسی سے
خوف نہیں سوائے چار افراد کے جن کا تعلق خاندانِ قریش سے ہے:

① حسین ابن علیؑ ② عبداللہ بن عمر
③ عبداللہ بن زبیر ④ عبدالرحمان بن ابی بکر

عبداللہ بن عمر ایسا شخص ہے جس کی زندگی میں عبادت غالب ہے۔
یہ اس وقت تیری بیعت کرے گا جب سب لوگ کر لیں گے لیکن
حسین ابن علیؑ کو اہلِ عراق اپنی طرف دعوت دیں گے پھر انھیں اپنے
سے دور کر دیں گے۔ اگر اس نے تیرے خلاف قیام کیا اور تو نے اس
پر غلبہ حاصل کر لیا تو اس کے درپے نہ ہونا کیونکہ ان کا ہمارے
خاندان پر بڑا احسان ہے اور خاندانی اعتبار سے کہیں جا کر ہمارے
رشتہ دار بھی بنتے ہیں۔

عبدالرحمان بن ابی بکر، وہ اپنے ساتھیوں کو دیکھے گا جو کام وہ کریں گے
یہ وہی کام کرے گا اور یہ بدکردار اور عورتوں کے ساتھ عیش و عشرت
کا شیدائی ہے۔ یہ شیر کی طرح تیرے سینے پر سوار ہو جائے گا اور
لومڑی کی طرح تجھے دھوکہ دے گا۔ جب بھی اسے موقع ملے گا وہ تجھ
پر غالب آجائے گا۔

عبداللہ بن زبیر، اگر وہ تیرے خلاف شورش برپا کرے اور تو اس
پر غالب آجائے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا"۔

ان دو وصیت ناموں میں نور و ظلمت جیسا فرق ہے۔ ایک شخص اپنے فرزند کو
قناعت اور خوفِ خدا کی تشویق دلاتا ہے جبکہ دوسرا طمع، لالچ اور دنیا پرستی کی۔ ایک شخص

Presented by Ziaraat.com

اپنے بیٹے کو وصیت کرتا ہے کہ دوسروں سے مشورے کرتے رہنا، کہ کہیں خطا ولغزش کا شکار نہ ہو جاؤ، جبکہ دوسرا اپنے فرزند کو عیش وعشرت کے لیے کھلا راستہ دیتا ہے اور اسے خبر دیتا ہے کہ اب میں نے تجھے ہر دکھ درد سے محفوظ کر دیا ہے۔

ایک وصیت ایسے مہربان، پرمحبت اور صاحب اخلاق باپ کی ہے جو بیٹے کو پرہیزگاری کی نصیحت کر رہا ہے اور بیٹا اُسے قبول کر رہا ہے بلکہ اُسے مشعل راہ بنا کر اس نور کی روشنی میں آخرت کا سفر طے کر رہا ہے۔ جبکہ دوسرا وصیت نامہ ایسا ہے جس میں غرور وتکبر، دوسروں کی لعنت ملامت اور لوگوں کو کمزور کرنے جیسی رذالتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں اور اس میں کوئی ایک بھی اخلاقی نکتہ موجود نہیں ہے۔ یہ ایسا وصیت نامہ ہے جو ایک پیشہ ور ظالم اپنے تباہ کار بیٹے کے حوالے کر رہا ہے تاکہ اسے ان پست ترین کاموں سے آگاہ کرے جن سے زیادہ کوئی پست کام نہیں ہوتا اور اسے کہتا ہے:

"میں نے لوگوں سے تجھے منوالیا ہے اور عربوں کی گردنیں تیرے سامنے جھکا دی ہیں"۔

یہ دو وصیت نامے ایک دوسرے سے کتنے مختلف ہیں؟

ایک وصیت نامہ رحمت کا منادی ہے جبکہ دوسرا ظلم کا داعی ہے۔ کتنا فرق ہے کلام علیؑ اور کلام معاویہ میں۔

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تیرا پروردگار ظالموں کے متعلق بہترین حکم کرنے والا ہے۔"

جبکہ معاویہ نے کہا:

"میں نے لوگوں کو تیرے سامنے "رام" کر دیا ہے اور عربوں کی گردنیں تیرے سامنے جھکا دی ہیں"۔

کتنا بڑا فرق ہے کہ ایک نے اپنے بیٹے سے کہا:

Presented by Ziaraat.com

"جو شخص دوسروں کے لیے تلوار نکالے گا وہ خود اسی تلوار سے قتل کیا جائے گا"۔

جبکہ دوسرا کہتا ہے:

"اگر ابن زبیر تیرے خلاف شورش برپا کرے اور تو اس پر غالب آ جائے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا"۔

یہ اختلاف، دو وصیت ناموں کا اختلاف نہیں ہے بلکہ دو نظریوں اور دو کرداروں کا اختلاف ہے۔ مولا علیؑ اپنے بیٹے حسنؑ کے کان میں یہ کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں:

"راحت سختی، تکلیف نعمت اور موت زندگی کے کتنی قریب ہے؟"

جبکہ دوسری طرف بالکل متضاد فکر اور متضاد کردار نظر آتا ہے۔

یہ وہ معجزہ نما حکمتیں ہیں جو مختصر مگر مضبوط اقوال کے ضمن میں بیان کی گئی ہیں اور علم نفسیات کے عین مطابق ہیں، کیونکہ وہ چیز جس کی متضاد و مخالف شئ موجود ہو اور دونوں کے درمیان بال برابر فاصلہ ہو تو یہی بال برابر فاصلہ دو متضاد چیزوں کے درمیان حق و باطل کی حد فاصل بنتا ہے۔ جیسا کہ دو افراد کا آدھے بھرے ہوئے گلاس کے متعلق الگ الگ موقف ہو اس طرح کہ اُن میں سے ایک گلاس کے بھرے ہوئے حصے کو نمایاں کرے اور دوسرا خالی حصے کو۔

فلسفی نظریات اس بات پر تاکید کرتے ہیں کہ انسان کی عقل و فکر کے اُصول بچپن میں ہی پختہ ہو جاتے ہیں یعنی ہر انسان کی شخصیت بچپن میں ہی پروان چڑھ جاتی ہے۔ اس نے جو کچھ بننا ہوتا ہے وہ بچپن میں ہی بن جاتا ہے۔ بچپن کے عالم میں فقط فیڈر پینے والا بچہ ہوتا ہے جو مختلف تجربات اور انسانی اُصولوں کو اپنے ضمیر و باطن اور عقل و وجدان میں ذخیرہ کر لیتا ہے۔ پھر نوجوانی کا مرحلہ آتا ہے کہ علم نفسیات کے ماہرین اس مرحلے کو "فراموشی کا مرحلہ" کہتے ہیں۔ یعنی اس مرحلے میں بچپن کی تمام یادیں انسان بھول جاتا ہے اور پھر اپنے اندر کی باتیں بغیر کسی توقف کے بیان کرتا رہتا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

اس اُصول وقانون کے تحت عقل خود بخود یہ عمل جاری رکھتی ہے؟ یہ وہ مرحلہ ہے جو انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا اور کبھی کبھار تو اس کے اسباب کا بھی علم نہیں ہوتا، پھر الہامات کے زیرِ اثر عقل باطنی کے تحت بہت سے ایسے کام بھی انجام دیتا ہے کہ جو خود بھی نہیں جانتا کہ یہ کام کیوں انجام دے رہا ہے؟ بعض اوقات اپنے آپ سے پوچھتا ہے کہ میں نے یہ کام کیوں انجام دیا ہے اور دوسرا کام کیوں انجام نہیں دیا؟

یہ وہی چیز ہے جسے علم نفسیات میں "غیر ارادی اقدامات" کا نام دیا جاتا ہے۔

ہم اپنے موضوع کی طرف واپس پلٹتے ہیں۔

امام حسینؑ اور یزید لعین ہر دو اپنی زندگی کے ان مراحل سے گزرے اور دونوں کو زندگی کے افکار واُصول ماں باپ سے وراثت میں ملے، گویا وہ اُصول انھیں پیدائشی طور پر دودھ میں پلائے گئے تھے لہٰذا ان اُصولوں نے ہر دو کی شخصیت پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔

امامؑ عالی مقام سردارِ شہیدان حضرت ابوعبداللہ الحسینؑ نے اپنی زندگی کے مراحل وحی کے سائے تلے گزارے کہ جو اسلام وآداب اسلامی کے عین مطابق تھے اور شیرخوارگی کے مرحلے سے اخلاقیات کا درس اس گھرانے سے لیا جو وحی کا مرکز تھا یعنی پاک وپاکیزہ ماحول میں آپؑ کی پرورش ہوئی۔ اس لیے امامؑ کی زندگی میں کسی نے ان سے ایسا ایک کلمہ بھی نہیں سنا جو آزادی، جوان مردی، اخلاق اور غیرت دینی کے خلاف ہو۔ اُدھر کسی انسان نے یزید کی پوری زندگی میں اس سے ایک کلمہ بھی ایسا نہیں سنا جو پستی، بیہودگی، ظلم وستم اور دنیا پرستی کے خلاف ہو۔ قیامِ امام حسینؑ کے بعد ایک انسان نے دونوں کے موازنے کے لیے انسانیت کا ترازو قائم کیا۔ امامؑ عالی مقام کی پوری کی پوری شخصیت ایک پلڑے میں ڈالی اور یزید لعین کی بھی پوری کی پوری شخصیت دوسرے پلڑے میں تو امام کا پلڑا جھکتا ہوا اور یزید کا پلڑا اُٹھتا ہوا نظر آیا۔ پھر اس نے

Presented by Ziaraat.com

کچھ دیر بعد نیوٹرل ہو کر ان دونوں کو دیکھا تو اسے امامؑ کے پلڑے میں جو کچھ نظر آیا وہ یہ ہے:

رسولؐ کا چہرہ، غیرت مندانہ سیاست، صدائے حقیقت وعدالت، جبر وتشدد اور تعصب سے دُوری، اسلام محمدیؐ کی میراث، اُصولِ عقائد، رسولؐ خدا کے وہ راز جو نانا اور نواسہ کے درمیان تھے۔ رسولؐ اللہ کا اپنے نواسے کے لبوں پر بوسے دینا اور بالآخر یہ کہنا:

"حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں"۔

پھر اس نے یزید کے پلڑے میں دیکھا تو اسے نظر آیا:

"دنیا داری، دنیا پرستی، ظالمانہ سیاست، جبر وتشدد اور تعصب اور بالآخر جوانانِ جنت کے سردار اور آپؑ کے پاک و پاکیزہ ساتھیوں کا ناحق قتل"۔

پھر اسی مسلمان نے امام حسینؑ کو دیکھا کہ آپ بچپن کا مرحلہ گزار کر پختہ مرد ہوئے تو پرچم اسلام بلند کر کے اعلان کرنے لگے:

مَنۡ قَبِلَنِیۡ بِقَبُوۡلِ الۡحَقِّ فَاللّٰهُ اَوۡلٰی بِالۡحَقِّ

"جو شخص ہمیں حق پر سمجھتا ہے وہ جان لے کہ خداوند متعال زیادہ حق کے لائق ہے"۔

اسی مسلمان نے امامؑ کو اپنے خیالات میں مجسم کرلیا اور ان کے بابا کی محفل میں جا پہنچا، جو وصیت فرمارہے تھے:

مَنۡ تَكَبَّرَ عَلَى النَّاسِ ذُلَّ

"جس نے لوگوں میں تکبر کیا وہ ذلیل ہوا"۔

پھر اس نے امام حسینؑ کو اس مقام پر دیکھا جہاں حضرتؑ اپنے چاہنے والوں کے جھرمٹ میں کھڑے ہوئے فرمارہے تھے:

Presented by Ziaraat.com

أَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ وَابْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ نَفْسِيْ مَعَ أَنْفُسِكُمْ وَأَهْلِيْ مَعَ أَهْلِيْكُمْ فَلَكُمْ فِيَّ

"میں فرزندِ علیؑ اور فرزندِ فاطمہؑ بنتِ محمدؐ ہوں میری جان تمہاری جانوں کے ساتھ ہے۔ میرے اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ ہیں اور میرے اندر تمہارے لیے نمونۂ عمل ہے"۔

اس مسلمان نے امامؑ کو انسانی اور اسلامی اُصول کا پابند پایا تو وہ امامؑ کا شیدائی ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ امامؑ ان اُصولوں پر کتنے کاربند ہیں اور اپنے آپ کو دوسروں کے لیے کیسا آئیڈیل بنائے ہوئے ہیں؟

اس نے امامؑ کو اس بھوکے شیر کی مانند پایا جو دفاعِ حق کا بھوکا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے چھوٹے سے کنبے کے ہمراہ دشمن کی فوجِ کثیر پر حملہ آور ہو جائے اور ان کے سر کچل دے اور وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے جب میدان میں اُترے تو یہ رجز پڑھتے ہوئے فوجِ اشقیاء پر حملہ آور ہو:

فَإِنْ نَهْزِمْ فَهَزَّامُوْنَ قِدْمًا
وَإِنْ نُغْلَبْ فَغَيْرُ مُغَلَّبِيْنَا

"اگر ہم شکست کھا جائیں تو پہلے سے یہ ہماری تقدیر میں لکھا ہوا ہو گا اور اگر کامیاب ہو گئے اور جیت گئے تو شکست خوردہ نہیں ہیں"۔

وَمَا إِنْ طِبُّنَا جُبْنٌ وَلٰكِنْ
مَنَايَانَا وَدَوْلَةُ آخَرِيْنَا

"خوف ہماری طینت و فطرت میں نہیں ہے لیکن ہماری موت ہمارے دوسروں کی حکومت کا سبب بنے گی"۔

Presented by Ziaraat.com

إِذَا مَا الْمَوْتُ رُفِعَ عَنْ أُنَاسٍ
كَلَاكِلُهُ أَنَاخَ بِآخَرِيْنَا

"اگر موت کچھ لوگوں سے دور ہو جائے تو سینے کے بل کسی اور چیز پر جا بیٹھے گی"۔

فَأَفْنَى ذٰلِكُمْ سَرَوَاتُ قَوْمِيْ
كَمَا أَفْنَى الْقُرُوْنَ الْغَابِرِيْنَا

"انھوں نے میری قوم کے قد آور لوگوں کو فنا کر دیا ہے جس طرح زمانے نے گزشتہ بزرگوں کو خاک میں سلا دیا ہے"۔

فَلَا خُلِّدَ الْمُلُوْكُ إِذَنْ خُلِدْنَا
وَلَوْ بَقِيَ الْكِرَامُ إِذَنْ بَقِيْنَا

"پس اگر بادشاہ ہمیشہ کے لیے زندہ رہ گئے ہوتے تو ہم بھی زندہ رہ جاتے، اگر بزرگان زندہ رہ گئے ہوتے تو ہم بھی رہ جاتے"۔

فَقُلْ لِلشَّامِتِيْنَ بِنَا أَفِيْقُوْا
سَيَلْقَى الشَّامِتُوْنَ كَمَا لَقِيْنَا

"ہمیں سرزنش کرنے والوں سے کہہ دو: بیدار ہو جاؤ! تم سرزنش کرنے والے اسی طرح موت کی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گے جس طرح ہم گرفتار ہوئے ہیں"۔

اس مسلمان نے شہید امامؑ کے بارے میں دیکھا:

امام حسینؑ نے اس وقت قیام کیا جب معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو مسند خلافت پر بٹھایا۔ اس نے امام حسینؑ کو اپنی آنکھوں کے سامنے مجسم کیا تو دیکھا کہ عجز و انکساری اور تقویٰ کا نور ان سے پھوٹ رہا ہے اور وہ پتھریلی زمین پر بیٹھ کر معاویہ کو خط لکھ رہے ہیں اور وہ اس سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ یزید کو سرزنش کرے کیونکہ وہ کبوتر باز اور

Presented by Ziaraat.com

سگ باز ہے۔ ساز وآواز کا دل دادہ ہے۔ ایسا اوباش ہے جو لہو ولعب میں مشغول رہتا ہے۔ وہ ایسے کاموں سے پرہیز کرے جن سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔

"اے معاویہ! تو اسی طرح اس کی سرزنش کر جیسے ایک باطل پرست ظالم کی سرزنش کی جاتی ہے"۔

اس مسلمان نے دیکھا کہ امامؑ نے یہ کہہ کر اس کی بیعت کا مطالبہ رد کر دیا:

مِثْلِیْ لَا یُبَایِعُ مِثْلَهٗ

"مجھ جیسا یزید جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا"۔

اس نے دیکھا کہ امامؑ عالی مقام نے جھوٹے پیشوا کے سامنے علم بغاوت بلند کیا۔ اس نے دیکھا کہ امامؑ مدینہ سے باہر آئے اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے اور آپؑ نے شجاعانہ موقف اختیار کیا۔ اس نے شہادت کے وقت بھی کلام امامؑ کو غور سے سنا اور اسے یقین ہو گیا۔

امامؑ کا جو موقف مدینہ میں تھا وہی موقف میدانِ جنگ میں ہے اور جو موقف میدان میں تھا وہی موقف شہادت کے وقت ہے۔ بدلتے ہوئے حالات میں امامؑ کے موقف میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں آئی۔ پھر اس مسلمان نے دیکھا کہ:

"سرزمین کربلا پر امامؑ زخمی حالت میں بے یارو مددگار پڑے ہوئے ہیں جبکہ آپؑ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے حالانکہ ان کے تمام ساتھی چاہے مہمان چاہے اپنے جوان سب کے سب مارے جا چکے ہیں اور لوگوں نے ان کی حرمت کا خیال نہیں رکھا۔ اس مسلمان نے انھیں دیکھا کہ:

"اس عالم میں وہ بہادر شیر کی طرح تنہا دشمنوں پر حملے کر رہے تھے۔ انھیں جنگ کی دعوت دیتے ہوئے رجز کا یہ ترانہ مسلسل پڑھ رہے تھے:

Presented by Ziaraat.com

أَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ
آلَيْتُ اَنْ لَا اَنْثَنِيْ
اَحْمِيْ عِيَالَاتِ اَبِيْ
اَمْضِيْ عَلٰى دِيْنِ النَّبِيْ

"میں حسین بن علیؑ ہوں، قسم کھائے ہوئے ہوں کہ میں کبھی سر نہیں جھکاؤں گا۔ اپنے بابا کے خاندان کا دفاع کرتا رہوں گا اور رسولؐ خدا کے دین پر قدم آگے بڑھاتا رہوں گا"۔

اور اس نے دیکھا کہ امامؑ اپنے شیر خوار بچے کے بوسے لے رہے تھے۔ امامؑ چاہتے تھے شہادت سے پہلے اس سے الوداع کرلیں، پھر امامؑ عالی مقام نے درندہ صفت سنگ دل انسانوں کے سامنے، بچے کو دونوں ہاتھوں پر بلند کیا اور بچے کے لیے پانی مانگا تو حرملہ (لعنۃ اللہ علیہ) نے بچے کی طرف سہ شعبہ تیر چھوڑ دیا اور بچے کو باپ کے سامنے ذبح کردیا۔ اس مسلمان نے دیکھا۔ اُس نے دیکھا، اس نے دیکھا، میدانِ کربلا کے ہر کونے میں دیکھا، اور وہ دیکھتا ہی رہ گیا۔

اتنے میں اس کی نگاہ امامؑ عالی مقام پر پڑی تو اُس نے دیکھا کہ امامؑ زمین پر گرے ہوئے ہیں اور شمر بن ذی الجوشن (لعنۃ اللہ علیہ) کہ جس کے بدن پر ایسے دھبے تھے جیسے کتے پر ہوتے ہیں، وہ حضرتؑ کے سینے پر بیٹھا ہے۔ حضرتؑ کی ریش مبارک میں ہاتھ ڈالا ہوا ہے، آہ، آہ، آہ! اس لعین نے امام مظلوم کے سوکھے ہوئے گلے پر تیرہ ضربیں چلائیں۔ جب سر تن سے جدا ہوا تو ہاتھوں پر بلند کر کے نعرہ بلند کیا:

قَدْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَاءِ

"لوگو! حسینؑ کربلا میں مارے جاچکے ہیں"۔

وہ مسلمان مسلسل امامؑ کے یہ حالات دیکھتا رہا اور عاشور کے بعد حضرتؑ کا

Presented by Ziaraat.com

سرِ اقدس نیزے پر سوار اور عصمت و طہارت کی مالک بیبیاں پابند رسن۔ ابھی اس کے ذہن سے یہ منظر نہیں نکلا تھا کہ اچانک اس نے امام عالی مقامؑ کا مقدس سر ایک طشت میں دیکھا کہ یزید (لعنۃ اللہ علیہ) جیسا فاسق و فاجر چوب خیزران سے امام علیہ السلام کے دندان مبارک سے جسارتیں کر رہا ہے۔ عین اس وقت جب وہ لعین سرِ اقدس سے جسارتیں کر رہا تھا:

بی بی زینب کبریٰ علیہا السلام کا نعرہ بلند ہوا۔ سیدہ نے گرجدار لہجے میں کہا:

اِرْفَعْ قَضِيبَكَ

"اے ظالم اپنی چھڑی اُٹھا لے۔ یہ لب و دندان نبیؐ کی بوسہ گاہ ہیں"۔

اس مسلمان نے یہ سارا منظر امام عالی مقامؑ کے پلڑے میں دیکھا تو اس کا دل شگافتہ ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو کا سیلاب جاری ہو گیا۔ وہ اپنے چہرے پر ماتم کرنے لگا، اور فوراً وہ ترازو کے دوسرے پلڑے کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے دیکھا، کیا دیکھا؟ اور کیا کچھ نہ دیکھا؟

وہ مسلمان جو ترازو کے دونوں پلڑے بغور دیکھنا چاہتا تھا وہ امام عالی مقام کے پلڑے کو پوری طرح دیکھنے کے بعد یزید (لعنۃ اللہ علیہ) کے پلڑے کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس نے دیکھا کہ غلام اور نوکر اس کی خدمت کے لیے حاضر کھڑے ہیں۔ وہ شراب پی رہا ہے۔ عورتوں کے ساتھ خوش فعلیاں کر رہا ہے۔ اس کے سامنے ایسے پالتو کتے موجود ہیں جن کی گردن میں سونے کے پٹے ہیں۔ اور سونے سے آراستہ خوب صورت کنیزیں اس کے سامنے آ جا رہی ہیں۔ سونے اور جواہرات سے بھرے طشت کنیزوں نے اس کے آگے لا کے رکھ دیے۔ اس کے پہلو میں ایک دبلا پتلا شاعر بیٹھا تھا جو عاشقانہ اشعار پڑھتا تھا۔ جنہیں سن کر یزید لعین محظوظ ہوتا اور قہقہے لگاتا تھا۔ سونے کی انگوٹھیوں سے بھرے ہوئے ہاتھ سے ایک رومی کنیز کے سینے سے کھیلتا اور

Presented by Ziaraat.com

یزید نے شاعر کا قصیدہ سننے کے بعد یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیے۔

اَقُوْلُ لِصَحبٍ ضَمَّتِ الْكَأْسُ شَمْلَهُمْ

وَ دَاعِیْ صَبَابَاتِ الْهَوٰی یَتَرَنَّمُ

"میں اپنے ان ساتھیوں سے کہتا ہوں جنہیں شراب میرے اردگرد جمع رکھتی ہے اور عاشقانہ اشعار پڑھنے والی لڑکیاں گاتے ہوئے اپنی پُرترنم آواز میں کہتی ہیں"۔

خُذُوْا بِنَصِیْبٍ مِنْ نَعِیْمٍ وَلَذَّةٍ

فَكُلٌّ وَاِنْ طَالَ الْمَدٰی یَتَصَرَّمُ

"نعمات ولذات کا اپنا حصہ لے لو، کیونکہ سارے لوگ ان کی عمریں جتنی بھی طولانی ہوں بالآخر وہ ایک دن مرجائیں گے"۔

یزید عیش ونوش کی محفل میں ابھی بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اجازت لیے بغیر اُس کا ایک خدمت گزار محفل میں داخل ہوا، اور یزید کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کی تو یزید کا رنگ اُڑ گیا اور وہ محفل چھوڑ کر جانے لگا۔ اس نے جاتے جاتے اپنے نمائندے سے کہا: اس شاعر کا منہ جواہرات سے بھر دو اور اس کی عزت واکرام کرو۔

وہ محفل چھوڑ کر جلدی سے چلا گیا، تاکہ وقت مرگ اپنے باپ کے سرہانے پہنچ سکے اور اس کی آخری وصیت سن لے اور اُس کے مرنے کے بعد "شجاعانہ کارنامے انجام دے" اور اپنے باپ کی بعض وصیتوں کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالے۔ اس جستجو کرنے والے جویائے حق مسلمان نے اس کا ساڑھے تین سالہ دورِ اقتدار دیکھا۔ یزید پلید کے دامن میں اسے ظلم وذلت کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔

یزید پلید نے اپنی حکومت کا آغاز قتلِ حسینؑ سے کیا۔ دوسرے سال وہ مدینے پر چڑھ دوڑا۔ تین روز تک اُس نے مدینہ کو اپنے سپاہیوں پر حلال قرار دیا۔ اس

Presented by Ziaraat.com

قتل وغارت گری میں سات سو اصحاب رسولؐ اور ہزاروں کی تعداد میں تابعین اور بزرگانِ عرب شہید ہوئے اور ایک ہزار باکرہ لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی۔ مسلمان نے دیکھا: یزید عنید نے ایک پالتو بندر رکھا ہوا ہے جس کا نام ابوقیس ہے اور یہ اس کے ساتھ کھیلا کرتا ہے، اُسے ریشم کے لباس اور سونا چاندی اور جواہرات کے ساتھ مزین رکھتا ہے۔ مقابلوں کے لیے سدھائے گئے گدھوں پر اسے سوار کر کے مقابلے کرایا کرتا ہے اور اس کے متعلق اس طرح کے اشعار پڑھتا ہے:

تَمَسَّكْ اَبَا قَيْسٍ بِفَضْلِ عِنَانِهَا

فَلَيْسَ عَلَيْهَا اِنْ سَقَطْتَ ضَمَانُ

"اے ابوقیس! گدھے کی باگ مضبوطی سے پکڑ لے، اگر تو اس سے گر گیا تو کوئی ذمہ دار نہیں ہوگا"۔

اَلَا مَنْ رَأَى الْقِرْدَ الَّذِىْ سَبَقَتْ بِهٖ

جِيَادَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتَانٌ

"کیا کسی نے ایسا بندر دیکھا ہے جو گدھے پر سوار ہو اور پھر امیر المومنین کے گھوڑے سے آگے نکل جائے؟" (1)

اس مسلمان نے دیکھا: "جب معاویہ نے قسطنطنیہ (استنبول) پر لشکر کشی کی تو یزید نے بیماری کا بہانہ بنا لیا۔ جب اُس تک یہ خبر پہنچی کہ لشکر راستے میں بھوک، پیاس اور بیماری کی وجہ سے ہلاک ہو گیا ہے تو اُس نے اپنی نیرنگی، فریب کاری اور دوروئی کو ظاہر کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

مَا اَنْ اُبَالِىْ بِمَا لَاقَتْ جُمُوْعُهُمْ

بِالْفَرْقَدُوْنَةِ مِنْ حُمّٰى وَّ مِنْ مُوْمٍ

(1) رسالہ جاحظ، ص 298 رسالہ 9، سیر اعلام النبلاء ذہبی

Presented by Ziaraat.com

"مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ لشکر پر مصیبت آئی اور مقام فرقدونہ پر
وہ سارا لشکر، بھوک پیاس اور بخار میں مبتلا ہو گیا"۔

إِذَا اتَّكَأْتُ عَلَى الْأَنْمَاطِ مُرْتَفِقًا
بِدَيْرِ مُرَّانَ عِنْدِيْ أُمُّ كُلْثُوْمِ

"جب کہ نرم بستر پر تکیہ لگائے کہنی ٹکائے، دیر مُران میں میرے پہلو
سے (ایک کنیز) اُم کلثوم لگی بیٹھی ہے"۔

یزید کے یہ دو اشعار جب معاویہ تک پہنچے تو اس نے قسم کھائی کہ اُسے اس لشکر میں ضرور لائے گا تاکہ نام نہاد امیر المومنین کی بدنامی نہ ہو اور اگر اس کے یہ شعر لوگوں میں منتشر ہو جائیں تو لوگ امیر المومنین کی سرزنش نہ کریں۔

اس مسلمان نے دیکھا: "کہ یزید ابن زیاد سے کہہ رہا ہے کہ امام حسینؑ کے پیچھے جاسوس روانہ کیے جائیں اور دیکھا جائے کہ جو بھی امامؑ کی حمایت کرے اسے جیل میں ڈالا جائے یا قتل کیا جائے۔

اُس مسلمان نے مزید دیکھا کہ یزید اپنی ماں "میسون بنت عبد الرحمان بجدل کلبی" کی جھولی میں سر رکھ کر آرام کر رہا ہے جبکہ یہ وہی عورت ہے کہ جس کے معاویہ کے ایک غلام کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔ جس کے نتیجے میں یزید پیدا ہوا۔ اس نے اس بات کا بھی مشاہدہ کیا کہ یزید اپنے دادا ابوسفیان کی طرح اسلام، دین، خدا اور قرآن کا دشمن ہے۔ اس کا دادا ابوسفیان ہی تھا جس نے اللہ کے رسولؐ کے خلاف دین اسلام اور اَحکام قرآن کو مٹانے کی خاطر، جنگ بدر و اُحد و اَحزاب میں جنگیں لڑی تھیں۔

اس مسلمان نے دیکھا کہ یہ اپنی دادی ہند جیسا ہے۔ وہ ہند جس کی شادی کے صرف تین ماہ بعد اس کا شہرت یافتہ بیٹا پیدا ہوا تھا اور اس نے حضرت حمزہؓ سید الشہداء کا جگر نکال کر کھایا تھا۔ جس کے بعد لوگ اُسے "ہند جگر خوار" کے نام سے پکارتے تھے۔

Presented by Ziaraat.com

اس مسلمان نے مزید اس بات کا بھی مشاہدہ کیا کہ یزید لعین اپنے باپ معاویہ جیسا ہے کہ جس نے صفین میں مولا علیؑ کے خلاف جنگ لڑی۔ جس میں عمار بن یاسر کو شہید کیا گیا اور اس نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام، حضرت مالک اشترؒ اور عبدالرحمان ابن خالد ابن ولید، ان تینوں کو زہر سے شہید کروایا۔

اور اس مسلمان نے دیکھا: یزید پلید نے جونہی امامؑ عالی مقام کا سر مبارک نیزے پر دیکھا تو یہ اشعار پڑھنے لگا:

"اے کاش! جنگ بدر کے میرے مقتول آباء و اجداد ہوتے تو وہ آج دیکھتے کہ میں نے خاندان نبیؐ سے کیسے ان کے بدلے لیے؟"

یہ اشعار پڑھتے ہوئے وہ قہقہے لگاتا اور اپنی چھڑی امامؑ کے دندان مبارک پر مارتا تھا۔ آہ امام حسینؑ!

اس پلید نے اپنے محل کے اوپر بیٹھ کر بے پالان اونٹوں پر سوار رسن بستہ پردگیان عصمت وطہارت کو دیکھا اور ان کے درمیان بیمار امامؑ کو دیکھا کہ جس کی گردن میں طوق تھا، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور نیزوں پر سوار مظلوم شہیدوں کے سر دیکھے۔

اس مسلمان نے اس کے یہ سارے مظالم دیکھے یہاں تک کہ اس بدبخت نے قتل حسینؑ کا خود ہی حکم دیا تھا کہ رسولؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک، رسولؐ کے دل کے چین امام حسینؑ کا سرتن سے جدا کیا جائے اور ان کے جسم نازنین کو پامال کر کے ان کے جسم کی ہڈیاں چور چور کر دی جائیں۔

اس مسلمان نے سب کچھ دیکھا۔ دیکھا، اور پھر کیا دیکھا؟

اس مسلمان نے جب سارے مناظر دیکھ لیے تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ مسلسل ترازو کے دو پلڑے دیکھ رہا تھا۔ امام عالی مقام کا پلڑا اور یزید پلید کا پلڑا، وہ سارے مناظر اس کے دماغ میں گھومنے لگے اور وہ اس کی آنکھوں کے سامنے

Presented by Ziaraat.com

مجسم ہو گئے۔ اس کے انسانی جذبات مجروح ہوئے۔ وہ جو کچھ دیکھ چکا تھا اس کے مقابلے میں وہ خاموش نہیں رہ سکتا تھا اور نہ ہی امام حسینؑ اور یزید ان دونوں کو دیکھ کر آنکھیں بند کر سکتا تھا۔

اس مسلمان کے سامنے حق و باطل واضح ہو گیا۔

اس مسلمان نے اپنا گمشدہ راستہ پالیا۔ اس کی حیرانی سرگردانی اور پریشانی، اطمینان وسکون میں بدل گئی کیونکہ اس نے حق کا راستہ پالیا، کیونکہ وہ امام حسینؑ کو دیکھ چکا تھا۔ وہ یزید پلید کو بھی دیکھ چکا تھا وہ علیؑ اور معاویہ کو بھی دیکھ چکا تھا وہ حضرت زینبؑ کبریٰ کا کردار بھی دیکھ چکا تھا۔

پھر اس مسلمان نے دیکھا کہ یہ کم سن بچہ حسینؑ ہے جو اپنے نانا کے سامنے موجود ہے اور حضرتؐ فرما رہے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُ فَاِنِّي اُحِبُّهُ

"خدایا! تو اس سے محبت فرما، میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں"۔

مولا علیؑ اپنے بیٹے سے فرماتے ہیں:

مَنْ سَلَّ سَيْفَ الْبَغْيِ قُتِلَ بِهٖ

"جس نے کسی پر ظلم و ستم کی تلوار نکالی، وہ خود اسی تلوار سے قتل ہو جائے گا"۔

اس نے دیکھ لیا کہ امام حسینؑ کیسے ہیں؟ اور اس نے یہ بھی دیکھا کہ یزید بندر باز، سگ باز اور کبوتر باز ہے اور اس مسلمان نے دیکھا کہ امام حسینؑ کا نعرہ بلند ہوا۔

قُوْمُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِلَى الْمَوْتِ الَّذِيْ لَا بُدَّ مِنْهُ

"خدا تم پر رحم کرے، اٹھو! موت کی تیاری کرو، کیونکہ اس سے کوئی فرار نہیں کر سکتا"۔

Presented by Ziaraat.com

جبکہ یزید کا بھی نعرہ بلند ہوا اور وہ کہتا ہے:

شراب کا جام مجھے دو، تاکہ میرے لب تر ہوجائیں اور اُدھر معاویہ بزور شمشیر اپنے بیٹے کے لیے بیعت لیتا ہوا نظر آتا ہے۔

اس مسلمان نے دیکھا کہ حضرت زینب کبریٰ جب واپس مدینہ میں آئیں تو بی بی نے اپنے نانا رسولؐ کے روضہ کو دیکھتے ہی کہا:

یَاجَدَّاہُ! یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَنَا نَاعِیَۃٌ اِلَیْکَ وَلَدَکَ اَخِی الْحُسَیْنَ

"اے ہمارے جد نامدار! اے رسول خدا! میں آپؐ کے لیے آپؐ کے بیٹے حسینؑ کی شہادت کی خبر لائی ہوں"۔

یزید، ناچنے اور گانے والی لڑکیوں اور کنیزوں کے جھرمٹ میں ہے، جبکہ امام عالی مقام فقراء و مساکین کے جھرمٹ میں ہیں اور اپنا سارا سرمایہ ان میں تقسیم کر رہے ہیں۔

یزید کہتا ہے:

"بے حیائی اور فحش پر مبنی اشعار پڑھنے کے عوض شاعر کا منہ جواہرات سے بھر دیں"۔ جبکہ مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَیْسَ مَنْ طَلَبَ الْحَقَّ فَاَخْطَاہُ کَمَنْ طَلَبَ الْبَاطِلَ فَاَدْرَکَہٗ

"جو حق کو طلب کرے اور اسے حاصل کرنے میں اس سے خطا ہوجائے تو وہ اس جیسا نہیں ہوسکتا جو باطل کو طلب کرے اور اسے پالے"۔

زینب کبریٰ یزید کے سامنے بلند آواز سے کہتی ہیں:

"خدا کی قسم! حقیقت یہ ہے کہ تو نے صرف اپنے گوشت پوست کے ٹکڑے کیے ہیں"۔

Presented by Ziaraat.com

جبکہ یزید لعین نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا:

"آپ لوگوں کو جو مصیبتیں پیش آئی ہیں آپ لوگ خود ہی ان مصائب و مشکلات کا سبب بنے ہیں"۔

معاویہ نے سازش کے تحت اپنے دشمنوں کو زہر سے قتل کیا۔ امام حسینؑ کا کربلا میں سر قلم کیا گیا۔ یزید نے کربلا میں امام حسینؑ اور آپؑ کے اہل و عیال کا پانی بند کیا۔ یزید لعین امام حسینؑ کے سر مبارک کی توہین کرتے ہوئے سوال کرتا تھا:

"حسینؑ! تجھے معلوم ہے یہ سب کچھ کہاں سے آیا ہے؟"

حسینؑ نے علیؑ و بتولؑ کی آغوش میں پرورش پائی تھی جبکہ یزید لعین نے میسون اور معاویہ کی گود میں۔ معاویہ نے اپنے بستر مرگ پر جھوٹ بولتے ہوئے کہا:

"رسول خداؐ نے اپنا پیراہن مبارک مجھے پہنایا تھا اور ایک دن حضرتؐ نے میرے ناخن کاٹے تھے (نعوذ باللہ)" جبکہ امام حسینؑ غربت کے استغاثے بلند کرتے ہوئے فریاد کر رہے تھے: "ہے کوئی مسلمان جو میری مدد کرے؟"

بے رحم اور سنگ دل لوگوں سے امام حسین علیہ السلام اپنے شیر خوار کے لیے ایک گھونٹ پانی مانگا تو جواب تیر سے دیا گیا۔ معاویہ اپنی تاریک آرزوؤں کو چھپاتا ہے اور ایسا دورنگ اور دورُخ ہے کہ اس کا مبہم سیاسی موقف کوئی نہیں سمجھ سکا۔ امام حسینؑ فرزند رسول خداؐ ہیں اور یزید لعین ان کا قاتل ہے۔ یہ یزید اس کا بیٹا ہے جو مکر و فریب، حیلے بازی اور دوروئی میں اپنی مثال آپ تھا۔

مولا علیؑ کو رسول خداؐ نے اپنے دست مبارک سے پرچم اسلام تھماتے ہوئے لشکر اسلام کا سپہ سالار قرار دیا جبکہ معاویہ نے بزور شمشیر اپنے بیٹے کے لیے خلافت غصب کی۔ ہر کوئی جانتا تھا کہ خاندان رسولؐ بنو امیہ سے زیادہ خلافت کا حق دار ہے۔ یزید شراب خوار تھا اور برملا فسق و فجور کا مرتکب ہوتا تھا جبکہ امام حسینؑ جوانان جنت کے

Presented by Ziaraat.com

سردار تھے اور چاہتے تھے امت رسولؐ کو راہ راست پر لائیں۔

اس وقت خلافت جاہلوں، گانے اور ناچنے والوں، درندوں، جانوروں اور غلاموں کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی تھی۔ ان حالات میں امام حسینؑ نے خاندانِ رسولؐ کے ہمراہ اسلامی عقیدے اور اسلامی اقدار کو بچانے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

ان تمام حالات کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس مسلمان کے سامنے تمام حقائق کھل کر سامنے آ گئے۔ وہ اپنے ماضی پر پشیمان تھا۔ ندامت و پشیمانی کے طوفان میں گھر تا جا رہا تھا۔ اس کے افکار نے اسے ایک چوراہے پر لا کھڑا کیا تھا جہاں سے اُسے ایسے راستے کی تلاش میں نکلنا تھا جو اسے اپنے ہدف تک پہنچا دے۔ اس مرحلے میں اس نے اپنے آپ سے چند سوالات کیے مثلاً اس نے اپنے آپ سے پوچھا: میں کون ہوں؟ اور خود ہی جواب دیا: "میں قیامِ امام حسینؑ کے بعد والا مسلمان ہوں"۔

پھر پوچھا: تو اس سے پہلے کیسا تھا؟ اپنے آپ کو جواب دیتے ہوئے بولا:

"میں اس سے پہلے کچھ بھی نہیں تھا۔ مجھے تو شیطان کے ہاتھوں بیچ کر قیمت وصول کر لی گئی تھی۔ بلا توقف اپنے آپ سے سوال کیا کیسے؟"

جواب دیتے ہوئے کہا: "میں شیطان کے ہاتھوں اس لیے بک چکا تھا کہ میں نے باطل کو دیکھا اور دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی"۔

پھر خود کلامی کے انداز میں توجیہ کرتے ہوئے کہا: مجھے پتہ نہیں تھا کہ یزید باطل پر ہے؟

فوراً اس کا نفس کہنے لگا: نہیں نہیں تو بہت اچھی طرح جانتا تھا تو نے حق کو پامال ہوتے ہوئے دیکھا تھا لیکن اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ وہ کھسیا کر بولا: میں اس موضوع کی طرف بالکل متوجہ نہیں تھا۔

اس نے کہا: بلکہ تجھے اچھی طرح معلوم تھا لیکن تو نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار

Presented by Ziaraat.com

کر لی تھی۔

پھر پینترہ بدل کر بولا: حق والوں کا پیغام مجھ تک نہیں پہنچا تھا۔

جواب دیتے ہوئے نفس نے اُسے یاد دلایا:

پیغام پہنچا تھا لیکن تو نے سنا ان سنا کر لیا تھا۔

پھر پوچھا: مجھے کیا کرنا چاہیے تھا؟

جواب ملا: تجھے یزیدی صفات اور باطل اَوصاف کا مقابلہ کرنا چاہیے تھا جیسے جھوٹ، ظلم، خیانت، بے صداقتی اور قتل و غارت گری۔ اس مطالبے سے گھبرا کر بولا:

مجھ جیسے کمزور میں اتنی طاقت کہاں تھی کہ ان کا مقابلہ کرتا؟

جواب ملا: تو کمزور نہیں تھا قدرت مند تھا تو نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو کمزور بنائے رکھا۔

اب ذرا سنبھل کر بولا: کیا میں ظالم نظام اور طاغوتی نظام کے خلاف جنگ کرنے کی طاقت رکھتا ہوں؟

نفس نے جواب دیا: جی ہاں بس تو حق کے پرچمداروں کا مددگار بن جا۔

شوق سے بولا: وہ کون ہیں؟

کہا: وہ بس حسینؑ بن علیؑ ہیں۔

ٹھنڈی سانس لے کر بولا: میں اُسے کہاں ملوں؟ اور کیسے اس کی مدد کروں؟

جواب ملا: اپنے دل اور دماغ میں تڑپ کر بولا:

اگر اس سے ملاقات ہو جائے تو کیا اس کی مدد کر پاؤں گا؟

جواب ملا: جب تک تو یزید کے سامنے خاموش رہے گا اس وقت تک حسینؑ کا مددگار نہیں بن سکتا۔

اپنی تنہائی کو دیکھ کر دھیرے سے بولا: حسینؑ کی مدد کروں تو اس سے مجھے کیا فائدہ

Presented by Ziaraat.com

ہوگا؟

جواب ملا: جب تو اس کی مدد کے لیے میدان میں نکلے گا تو اس کے لشکر میں ایک شخص کا اضافہ کرے گا (اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے)۔

کہنے لگا: میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میں اپنے زمانے میں امام حسینؑ کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوا تھا۔

اُس نے فوراً جواب دیا: میں نے تجھے کہا نہیں کہ تو نے سنی اَن سنی کردی تھی؟

پھر عذر لنگ پیش کیا۔ لیکن میں ایک مسلمان ہوں خلیفہ کی اطاعت مجھ پر واجب تھی۔ جواب میں اپنے ضمیر کی ڈانٹ سنی۔ کیا ایسے خلیفہ کی اطاعت واجب ہے جس نے نواسۂ رسولؐ کو دین کے نام پر قتل کیا ہو؟ اے مسلمان! اب تیری کوئی توجیہ تجھے فائدہ نہیں دے گی۔

ذرا مایوس ہو کر کہنے لگا: اس پشیمانی کا کوئی فائدہ نہیں تو پھر میں کون سا کام کروں؟

جواب ملا: اپنی دنیا کا، آخرت کے بدلے اچھا معاملہ کرلے۔

کہنے لگا: میں معاملہ کرنے کو تیار ہوں، تاکہ میرا ضمیر مطمئن ہو جائے۔

یہ سن کر اس کے نفس نے ایک اور سوال کیا: اس صورت میں کیا تو اقرار کرتا ہے کہ تو نے امام حسینؑ کی مدد نہ کرکے بڑی غلطی کی ہے؟

نظر جھکا کے: میں اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہوں۔

مزید نفس نے پوچھا: کیا تو اقرار کرتا ہے کہ تو نے خاموشی اختیار کرکے یزید کو طاقت ور بنانے اور امام حسینؑ کو کمزور کرنے میں اپنا منفی کردار ادا کیا ہے؟

دھیما سا جواب آیا: جی ہاں! میں اقرار کرتا ہوں۔

اب سوال تسلی بخش تھا: کیا تو اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کا پختہ ارادہ رکھتا ہے؟

حوصلے کے ساتھ جواب دیا، جی ہاں! میں چاہتا ہوں امام حسینؑ کی مدد کروں اور

Presented by Ziaraat.com

یزید پلید کے ساتھ جنگ کروں لیکن اب چونکہ امام حسینؑ شہید ہو چکے ہیں اور ان کے زندہ افکار و کردار کی پیروی کرنے کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں بچا۔ لہٰذا اسی لمحے سے ہی میں پختہ ارادہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں اپنی زندگی ان کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق گزاروں گا۔ (انشاء اللہ)

ضمیر و وجدان کی آواز آئی: کیا وہ پروپیگنڈا جس نے تجھے اندھا و بہرہ کر دیا تھا، تو اس سے دُوری اختیار کر سکتا ہے؟

نادم ہو کر بولا: اے میرے نفس! تو مجھ پر رحم کر! میں گمراہ تھا مجھے ہدایت مل گئی ہے۔ میں طمع و لالچ میں آلودہ تھا مجھے نجات مل گئی ہے۔

اس کے نیک جذبے کے امتحان کے لیے نفس نے کہا: نہضت حسینیؑ کے کچھ اُصول ہیں۔ ایک مومن شخص کے سوا اور کوئی بھی انھیں برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔

اُس نے جواب میں وہ چیخ کے کہنے لگا: میں مومن ہوں، میں مومن ہوں۔

نفس نے کہا: تو اپنے ایمان کو کیسے ثابت کرے گا؟

جواب دیا: ابھی اسی لمحے سے اُصولِ حسینیؑ پر عمل کر کے اپنے آپ کو مسلمان و مومن ثابت کروں گا۔

پھر ایک طنزیہ سا سوال ہوا۔ صرف یہی کافی نہیں ہے، جب تو نے حسینؑ کو تنہا چھوڑا تھا اس وقت بھی تو مسلمان ہی تھا۔

پختہ عزم سے بولا: اب میں اپنے کردار سے ثابت کروں گا کہ میں حسینیؑ اُصولوں پر کاربند ہوں۔

نفس نے اب مشورہ دیتے ہوئے کہا: پہلے تو خود اپنے آپ کو تیار کر لے کہ تو سیدالشہداءؑ کے تمام فرامین پر عمل کرے گا اور آپؑ کے فرمودات کو معاشرے میں عام کرنے کے فرائض انجام دے گا۔

Presented by Ziaraat.com

خوشی سے جواب دیا: ضرور انجام دوں گا۔ ضرور انجام دوں گا۔

پھر نفس بطور تاکید کہنے لگا: تجھے ان تمام اُصولوں پر عمل کرنا ہے چاہے تجھے تکلیف ہی کیوں نہ اُٹھانی پڑے۔

بڑے اطمینان سے جواب دیا: میرے لیے اب زندگی کی کوئی اہمیت نہیں رہی بلکہ میں چاہتا ہوں کہ ایک زندہ ضمیر مسلمان کی طرح زندگی گزاروں۔

نفس اُسے حوصلہ دیتے ہوئے کہنے لگا: اسی لحظہ سے تجھے معاشرہ اور اس کی بری عادات واطوار کا بت توڑنا پڑے گا۔

اُس نے سکون سے جواب دیا: واقعاً میں یہ بت توڑوں گا۔ واقعاً میں یہ بت توڑوں گا۔

نفس اُسے مزید اُبھارتے ہوئے کہنے لگا: اگر ایسا ہے تو پھر حسینؑ کی مدد کرنا پڑے گی۔

اُس نے جواب دیا: آپ کا مقصود یہی ہے تا کہ حسینی" اُصولوں پر عمل کروں۔

فوراً کہنے لگا: ہاں! ہاں! بالکل میرا مقصود یہی ہے۔

وہ مسلمان اب اپنے بارے میں اپنے نفس سے پوچھنے لگا: کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ میرے اندر آپ کس طرح کے جذبات پاتے ہیں؟

جواب دیا: آپ کے اندر جو جذبات پائے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:

"اچھائیوں اور نیکیوں کو دوست رکھنا، حق وحقیقت سے عشق کرنا، ظلم وستم کے خلاف انقلاب برپا کرنا، سنت رسولؐ کی تحریف اور آسمانی رسالت کی تحقیر کرنے والے فتنہ انگیزوں کے خلاف قیام کرنا۔

وہ مسلمان یہ سن کر حسرت سے کہنے لگا: ہائے افسوس ہائے افسوس، میں اپنے پروردگار کو قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گا؟ کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے اتنے بڑے

Presented by Ziaraat.com

جواہر عطا کیے اور میں ان سے بے خبر رہ گیا؟

اب ضمیر نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا: "جی ہاں! امام حسینؑ نے انہی خوبیوں کو معاشرے میں زندہ رکھنے کی خاطر اتنی بڑی قربانی دی ہے"۔

یہ بھی اقرار کرتے ہوئے کہنے لگا: "میرا ضمیر و وجدان گواہ ہے کہ آپ کی یہ بات میرے لیے کافی ہے، بالکل کافی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ حسرت، ندامت اور پشیمانی کی شدت سے میری جان نکل جائے"۔

ضمیر نے اسے ایک اور کچوکا لگایا: ان سب باتوں کے مقابلے میں تو کس طرح خاموش رہ گیا؟

شرمندہ ہو کر جواب دیا: میں غم واندوہ کی حالت میں ہوں۔ اے کاش! اس سے پہلے میں بیدار ہو چکا ہوتا؟ جب رسولؐ خدا کے بیٹے کا سر ایک مجرم کی طرح نوک سناں پر سوار کیا گیا تو اس وقت میں کیوں خواب غفلت میں تھا؟

نفس نے اسے تڑپانے کے لیے پھر سوال کیا: تجھے معلوم تو ہے نا کہ یہ اتنا بڑا ظلم کس نے کیا؟

اس مسلمان نے بھی تڑپ کر جواب میں کہا: مجھے معلوم ہے، مجھے معلوم ہے، خدا لعنت کرے تجھ پر اے یزید! اب میں تجھ سے بدلہ لوں گا۔

نفس اس کی فہم و آگاہی جانچنے کے لیے کہنے لگا: یزید پلید نے علیؑ و بتولؑ کے بیٹے، رسولؐ کے نواسے اور حضرت زینبؑ کے بھائی کو قتل کر دیا۔ یہ خدا کے برگزیدہ بندے اور رسولؐ کے خاندان کے پاک فرد تھے؟

بڑے دکھ مگر ایک عزم سے پکارا: اے یزید! خدا موت دے تجھے، مجھے اور ہر اُس شخص کو جو اس زمانے میں خاموش رہا لیکن تو اے یزید! اب میرے انتقام سے نہیں بچ سکتا۔

Presented by Ziaraat.com

اب گویا اس کا ضمیر اس کی حالت پر مسکرا اُٹھا: اگر تو یہی باتیں امام حسینؑ کے سامنے کر چکا ہوتا تو یقیناً قتلِ حسینؑ میں شریک نہ ہوتا۔

اس مسلمان نے جواب دیا: اے کاش! یہ سب کچھ میں نے امامؑ کے سامنے کہا ہوتا؟ اس کے بعد وہ رونے پیٹنے لگا۔ اپنے منہ پر ماتم کرنے لگا۔ اے کاش! اس وقت میں نے کچھ کر لیا ہوتا۔

اس کا ضمیر پھر گویا ہوا: اس سے بیس سال قبل جب امیر المومنینؑ نے قتل و غارتگری، ظلم و ستم، چوری، لوگوں کی آبرو ریزی اور سنتِ رسولؐ کی تحریف کے خلاف قیام کیا اور اسی جرم میں شہید ہوئے تو آپ اس وقت کہاں تھے؟ آپ اس وقت خوابِ غفلت میں تھے، آپ پر خاموشی طاری تھی۔ (آخر کیوں؟)

اس صورت حال کے بعد اس کے رونے کی آواز بڑھ گئی۔ وہ سسک سسک کر رونے لگا اور وہ پہلے سے زیادہ منہ پر ماتم کرنے لگا۔

نفس نے پھر اُس کے زخم کریدتے ہوئے کہا: نواسۂ رسولؐ سے تو نے اپنی جان پیاری کی۔ تو نے اپنی جان کی قربانی نہ دی یہاں تک کہ وہ تیری آنکھوں کے سامنے شہید ہو گئے۔ تو نے ان کی طرف دستِ تعاون نہ بڑھایا حتیٰ کہ تو نے اپنی زبان سے بھی ان کی مدد نہ کی؟ خدا اور رسولؐ کو قیامت کے دن تو کیا جواب دے گا؟۔

یہ سن کر وہ مار گزیدہ کی طرح تڑپنے لگا اور فریادیں بلند کرنے لگا۔

اس نے اس کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: تو نے بڑی غفلت کی، تو دیکھتا رہا کہ رسولؐ کے وہ بیٹے جن کا گوشت و پوست گویا رسولؐ کا گوشت و پوست تھا، جس سے رسولؐ کی خوش بو آتی تھی، جو جوانانِ جنت کے سردار تھے، وہ قتل ہوتے رہے اور تو دیکھتا رہا؟ اب تو اس لائق ہے کہ تجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔

وہ کانپ اُٹھا اور جواب دیا: ہائے افسوس، اس وقت میرا وجدان و ضمیر کہاں تھا؟ اب

Presented by Ziaraat.com

خدا مجھے موت دے تاکہ میرا وہ گناہ معاف ہو جائے۔ اے دوست! میری رہنمائی کرنا۔

اس کے ضمیر نے پھر چوٹ ماری: قیامت کے دن رسولؐ خدا کے سامنے تیرا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا مگر یہ کہ تو قاتلانِ فرزندِ رسولؐ کے قتل کا اقدام کرے۔ ان سے بدلہ لے اور پھر مڑ کر دنیاداری کی طرف نہ دیکھے۔

اس مسلمان نے چوٹ سہلائی اور جواب دیا: جو کچھ تو نے کہا ہے، جب تک اس پر عمل نہ کرلوں، اس وقت تک میرا ضمیر مطمئن نہیں ہوگا۔

نفس نے اس کی مزید آمادگی کے لیے کہا: اس صورت میں تو تیار ہو جا، تو اپنی اور معاشرے کی اصلاح کر اور اسے پاک وصاف کر۔

اس مسلمان نے اس راہ میں اپنے اکیلے پن کو دیکھ کر جواب میں کہا: کیا میں تنہا نہیں ہوں؟

اس کے نفس نے جواب دیا: جب تو تنہا قدم اٹھائے گا تو دیگر مسلمان تیرے ہم سفر ہو جائیں گے لہٰذا تو تنہا نہیں رہے گا۔

وہ مسلمان بڑی خوشی سے کہنے لگا: یہ سفر طے کرتے کرتے ہم کہاں جا پہنچیں گے؟

فوری جواب ملا: تختِ یزید تک بلکہ ہر ظالم طاغوت کے شاہی محل تک جا پہنچیں گے، اور جب یزید نابود ہو جائے گا، اسلام زندہ ہو جائے گا البتہ یہ یاد رکھنا! تخت یزید کے نابود ہو جانے پر نہضت حسینی ختم نہیں ہوگی بلکہ ہر دور کے طاغوتی حکمرانوں کی نابودی تک جاری رہے گی۔

اس مسلمان نے مزید کچھ سننے کے لیے سوال کیا: یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔

جواب ملا: جب تو حفاظتِ دین کے لیے قدم اٹھائے گا۔ اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کردے گا۔ خوابِ غفلت سے بیدار جائے گا اور اپنی چشم بصیرت کھول کر دیکھے گا تو تجھے سب کچھ نظر آجائے گا۔

Presented by Ziaraat.com

وہ مسلمان ایک بار پھر اطمینانِ قلب کے لیے کہنے لگا: کیا میرے خوابیدہ ضمیر کے لیے حسینی اُصول مشکل نہیں ہوں گے؟

جواب ملا: میں نے اب تک جو کچھ تجھے بتایا ہے اگر تو اس پر عمل کر لے تو تیرے لیے کوئی مشکل نہیں رہے گی۔

وہ مسلمان بڑی بے قراری سے کہنے لگا: اس سفر میں کس راستے پر جاؤں تاکہ مجھے نجات مل جائے؟

جواب ملا: تم اس راستے پر جاؤ جس پر لوگ بہت کم ہوں، کیونکہ وہی راستہ حق کا راستہ ہوگا۔ امیرالمومنینؑ نے اسی کی طرف کئی بار اشارہ فرماتے ہوئے کہا:

"ایک حق ہوتا ہے اور ایک باطل۔ کچھ حق والے ہوتے ہیں اور کچھ باطل والے، اب اگر باطل والے زیادہ ہو گئے تو تاریخ میں ایسا اکثر ہوتا رہا ہے اور اگر حق والے کم ہو گئے تو بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے، اور عین ممکن ہے کہ اس کے بعد حق باطل پر چھا جائے"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ 16)

وہ مسلمان بڑے پُراُمید لہجے میں پوچھنے لگا: اس راستے پر چلنے سے میرے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ میرا ضمیر مطمئن ہو جائے گا اور خاندانِ رسولؐ مجھ سے راضی ہو جائے گا؟

جواب ملا: جی ہاں! جو کچھ تو نے پوچھا میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔

اب آخری سوال کے طور پر کہنے لگا: جس راہ پر چلنے کا آپ مجھ سے تقاضا کر رہے ہیں، اس کا نام کیا ہے؟

جواب دیا: اس راہِ حق، راہِ نجات اور راہِ انقلاب کا نام ہے راہِ حسینؑ بن علیؑ۔

شہادتِ امامؑ کے فوراً بعد رُونما ہونے والے معجزات یہ اشعار عبیداللہ بن حر جعفی کے ہیں

Presented by Ziaraat.com

کہ جسے امام عالی مقامؑ نے نصرتِ حق اور نصرتِ امامؑ کی دعوت دی تو اس نے انکار کر دیا لیکن جب امام شہید ہو گئے تو اس نے اپنے وجدان کی ملامت کی وجہ سے، ندامت و پشیمانی کے عالم میں یہ اشعار پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے:

فَیاَ لَکَ حَسْرَۃً مَا دُمْتُ حَیًّا
تَرَدَّدَ بَیْنَ حَلْقِیْ وَالتَّرَاقِیْ
فَلَوْ فَلَقَ التَّلَهُّفُ قَلْبَ حَیٍّ
لَهَمَّ الْیَوْمَ قَلْبِیْ بِانْفِلَاقِ
فَقَدْ فَازَ الْاُلٰی نَصَرُوْا حُسَیْناً
وَ خَابَ الْاٰخَرُوْنَ اِلَی النِّفَاقِ

"میرے اندر اتنی بڑی حسرت ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں گا وہ مجھے گلوگیر رہے گی۔ اگر وہ غم واندوہ سے کسی کا دل پارہ پارہ ہو جاتا ہے تو میرا دل میرے غموں سے پارہ ہو چکا ہے۔ وہ لوگ جنھوں نے نصرتِ امامؑ کے لیے قدم اُٹھایا وہ کامیاب ہو گئے جبکہ دوسرے گروہ نے گھاٹا اُٹھایا اور منافقت کا مظاہرہ کیا"۔

یہ ایک ایسے مسلمان کی کیفیت ہے جو شیر کربلا کی مدد نہ کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو ملامت کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ہم نے گھاٹا اُٹھایا اور ہم نے منافقت کا مظاہرہ کیا۔ اسے بڑی شدت سے اپنی کوتاہی کا احساس ہوا۔ اب وہ خاکِ کربلا پر پڑے شہیدوں کے جنازوں سے شرمندہ ہے۔ خیالات کی دنیا میں وہ دیکھ رہا ہے کہ حیدر کرارؑ کے بیٹے نے پرچم اسلام اُٹھا کر میدان کارزار میں اتر کر کیسی جان بازی کا مظاہرہ کیا؟

قیامِ حسینؑ کے دو اہم مقصد تھے:

Presented by Ziaraat.com

① مقصد یہ تھا کہ ابتدائی طور پر اُمت اسلامیہ کو بیدار کیا جائے:

② مقصد یہ تھا کہ ہمیشہ کے لیے امت اسلامیہ میں حفاظت دین کی بنیاد رکھ دی جائے تاکہ منحرف فرمانرواؤں کی وجہ سے دین نابود نہ ہو جائے۔ تحریکِ حسینیؑ کا اصلی ہدف یہی تھا اس کے علاوہ اور کوئی ہدف نظر نہیں آتا۔ وہ لوگ جو دیگر بہت ساری چیزوں کو اس تحریک کا ہدف قرار دیتے ہیں وہ درحقیقت قیامِ حسینیؑ کو اپنے اصلی راستہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔

وہ مورخین جو باور کراتے ہیں کہ قیام حسینیؑ یزید کا تختہ اُلٹنے کے لیے یا بنواُمیہ کی حکومت کو ختم کرنے کے لیے تھا، انہوں نے قیام حسینیؑ کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ یزید کی حکومت کا خاتمہ تو اس قیام سے رُونما ہونے والا ایک معجزہ تھا جو فوراً رُونما ہوا، نہ کہ اس کا ہدف تھا۔ یہ ایک ایسا معجزہ تھا جس سے تمام طاغوتی فرمانرواؤں کی حکومتیں سرنگوں ہو گئیں، جبکہ باطنی اور اجتماعی اعتبار سے اس قیام کے وہی دو اَہداف تھے جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ بالفاظ دیگر اس معجزے نے دیگر معجزات کی بنیاد رکھی ہے اور ان کی تکمیل کی ہے۔

جب ہم قیام حسینیؑ کے افکار و اُصول کو گہرائی سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک نوری دھماکہ تھا کہ جس کی شعاعوں نے امت اسلامیہ کے بوسیدہ نظام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یزیدی حکومت کا تختہ اُلٹنا قیام حسینیؑ کا ہدف بالکل نہیں تھا نہ مستقل ہدف تھا اور نہ ہی عارضی ہدف۔

یہ قیام ایک شخص کا قیام نہیں تھا کہ جس نے حکومت سازی کے لیے قیام کیا ہو بلکہ یہ قیام انسانیت کا قیام اور شریعت کا قیام تھا۔ مختلف معاشروں کے انسان اور مختلف حکومتیں جتنے تجربے کرنا چاہیں کرلیں، لیکن فطرت سے مستغنی نہیں ہو سکتے اور خدا کے بنائے ہوئے فطری اسلام سے باہر نہیں جا سکتے اور یہ آیت کریمہ ان کی راہنمائی کر رہی ہے:

Presented by Ziaraat.com

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

"اے رسولؐ! اپنا رُخ حیات خالص دین کی طرف پھیر دو، کیونکہ خداوند متعال نے انسان کو ایک فطرت پر پیدا کیا ہے۔ خدا کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ مضبوط و مستحکم دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

فطرتِ الٰہیہ میں یہ بات ثبت شدہ ہے کہ قیام حسینیؑ کسی زمان ومکان میں محدود نہیں ہوگا اور اس قیام میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آسکتی، کیونکہ یہ قیام زمان ومکان کے تابع نہیں ہے کہ وہ اُسے تبدیل کردیں بلکہ یہ قیام؛ قیام حسینیؑ اور نہضت کربلا ہے جو زمانوں کو بدل دیتی ہے۔ ہاں اگر اس میں کوئی ظاہری تبدیلی دیکھی جاتی ہے تو وہ خاص حالات میں اس کی تکمیل کی خاطر ہوتی ہے۔ یہ قیام کسی انسان سے یہ تقاضا نہیں کرتا کہ اس کی تمام تر جزئیات کو قبول کرلے، بلکہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کی تمام جزئیات کو پہنچائے تاکہ اس کا حدود اربعہ اور اس کی ظاہری شکل اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ لیکن اگر ہم نے اس کی ظاہری شکل پر اکتفا کرلیا تو ہماری مثال اس شخص جیسی ہوگی جس نے الٰہی فطرت کو بشری رنگ دینے کی کوشش کی ہو، یا پھر ہم واقعۂ کربلا کو مادی نگاہوں سے دیکھیں اور اسے ایک فوجی جنگ کا نام دیں کہ جس میں بڑا لشکر چھوٹے لشکر پر غالب آ گیا ہو، جبکہ اس جنگ کی فوجی جنگ کے ساتھ کوئی شباہت نہیں ہے۔

معرکۂ کربلا کو امام حسینؑ کی نگاہ سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ ایسی مضبوط حقیقت ہے جس کے سامنے جنگی آلات بہت کمزور ہیں جبکہ یزید یہ دیکھ رہا تھا کہ وہ اپنی باطل کوشش میں ان جنگی وسائل کے زور پر حتماً کامیاب ہوجائے گا۔

Presented by Ziaraat.com

اس مرحلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ننھے گروہ کے ہاتھوں یزیدی حکومت کا خاتمہ فوری رونما ہونے والا وقتی معجزہ تھا۔ جس سے انقلاب جیسے دائمی معجزے کی تکمیل ہوئی کہ جس سے حق وباطل کی حقیقی قدرت مکمل کر سامنے آگئی۔ یہ راز طاقت بشری سے بالاتر ہے کہ جسے خداوند متعال نے باطل کی پیروی کرنے والوں کے سامنے واضح کیا، جیسا کہ ضحاک بن عبداللہ ہمدانی آغاز جنگ سے لے کر آخر تک مولا کے ہمراہ رہا لیکن جب اس نے دیکھا کہ جنگ کے آخری لمحے ہیں اور میدان میں امامؑ عالی مقام کی جانب فقط دو شخص باقی رہ گئے ہیں تو اس نے امامؑ سے واپس جانے کی اجازت طلب کی اور وہ واپس چلا گیا۔ اس نے حق وباطل کی اس جنگ میں جب میدان حق میں جنگی آلات کی کمی دیکھی تو وہ امامؑ کو تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔

ضحاک کے اس بزدلانہ اقدام کے برعکس ہمیں حر بن یزید ریاحی کا کردار نظر آتا ہے کہ جو پوری طرح جانتا تھا کہ باطل حق پر صرف ظاہر بین نگاہوں میں غالب آجائے گا اور حق والے ظاہری طور پر شکست کھا جائیں گے، پھر بھی وہ باطل کا لشکر چھوڑ کر حق والوں سے آملا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> اَنَا وَاَهلُ بَيتِي شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَاَغْصَانُهَا فِي الدُّنْيَا فَمَنْ تَمَسَّكَ بِنَا اِتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهِ سَبِيْلًا
>
> "میں اور میری اہل بیتؑ باغ بہشت کا ایسا درخت ہیں جس کی ٹہنیاں اس دنیا میں ہیں۔ پس جس نے ان سے تمسک کیا اس نے اپنے رب کو پالیا"۔

یہ روایت پوری صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ حتماً انسان دین کے ساتھ تمسک رکھے، کیونکہ یہی خدا کا راستہ ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا۔ امام حسینؑ نے قیام کے وقت یہ نہیں فرمایا: میں یزید کا تختہ الٹنے یا بنو امیہ کی حکومت کو نابود کرنے

Presented by Ziaraat.com

کی خاطر خروج کر رہا ہوں بلکہ آپؑ نے فرمایا:

وَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَّلَا بَطِرًا وَّلَا مُفْسِدًا وَّلَا ظَالِمًا وَاِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِیْ اُمَّةِ جَدِّیْ

''میں نے کفرانِ نعمت اور ظلم وفساد کی خاطر قیام نہیں کیا بلکہ میرا قیام تو صرف اُمت رسولؐ کی اصلاح کے لیے ہے۔''

پس پتہ چلا کہ امام حسینؑ کا قیام اس لیے تھا تا کہ امامؑ اسلامی معاشرے کو اس کا سلب شدہ حق واپس دلوائیں۔ مسلمانوں کو ظلم وستم سے نجات دلوائیں۔ گذشتہ منحوس کردار کی جگہ اخلاقِ محمدیؐ کو رواج دیں اور یہ عظیم کام معاشرے کے عام لوگ انجام دیں۔ یہ تھا قیامِ امام حسینؑ کا ہدف کہ جس نے اُمت اسلامیہ کے وجدان کو بیدار کیا۔ پس فقط یزید کے تخت وتاج کی نابودی قیامِ امام حسینؑ کا ہدف نہیں تھا بلکہ یہ ایک عارضی ہدف تھا جس کے ذریعہ بڑے ہدف تک پہنچنا مقصود تھا کہ جو کسی خاص حکومت کی سرحدوں تک محدود نہیں تھا، بلکہ یہ ایک حکومتی نظام تھا، جو تمام ادوار کی شخصیتوں اور حکومتوں کو شامل تھا تا کہ وہ اس نظام کو سنت الٰہی سمجھ کر اس کی پیروی کریں۔ ایسا نہیں کہ یہ ایک فوجی جنگ تھی جو روز عاشور کامیاب یا ناکام ہوئی، بلکہ یہ جنگ ایک عظیم ہدف کے لیے تھی۔ ایسا نہیں کہ یہ جنگ طاقت وروں اور کمزوروں کے درمیان تھی کہ جس میں نیزے نیزوں اور تلواریں تلواروں سے ٹکرائیں، بلکہ یہ جنگ شک وایمان کی جنگ تھی اور یہ جنگ اس لیے تھی، تا کہ اسلامی عقائد کو نقصان پہنچانے والے عوامل کو دور کیا جائے۔

جب بھی عقائد متزلزل ہو رہے ہوں، اور ظالم وستمگر سر اُٹھا رہے ہوں تو انھیں سرنگوں کرنے کے لیے کربلا تمام جنگی ہتھیاروں سے زیادہ طاقت ور ہتھیار ہے۔ اس لیے کہ ظلم کا مقابلہ کرنے کے لیے کربلا سے زیادہ طاقت ور ہتھیار چشم فلک نے آج تک نہیں دیکھا۔ یہ شعر اس کی بہترین عکاسی کر رہا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

كَاَنَّ كُلَّ مَكَانٍ كَرْبَلَاءَ لَدَیٰ
عَیْنِیْ وَ كُلَّ زَمَانٍ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ

"میری آنکھوں کے سامنے گویا ہر مقام جائے کربلا ہے اور ہر زمان عاشور کا دن ہے"۔

قدرت فقط اپنی حدوں کے اندر محدود ہوتی ہے اور قدرت خود قدرت ہی سے ظاہر ہوتی ہے لیکن احساس ان محاذوں اور ان مورچوں تک پہنچ جاتا ہے جہاں نہ ظالم کا ظلم پہنچ سکتا ہے اور نہ باطل کی آواز۔ انقلاب امام حسینؑ کا بیج بھی انھیں محاذوں اور انھیں مورچوں میں کاشت کیا گیا کہ جس کا درخت سایہ دار ہوا اور اس کی شاخیں ہر سُو پھیل گئیں تاکہ ہر دور کے حق پرست اس کے سائے تلے احساسِ اطمینان کریں۔ کربلا نے ہر اس مسلمان کو مرکز نجات سے تمسک کرنے کی پیشکش کی جو خوشنودی خدا کی تمنا رکھتا تھا۔ اسی مرکز نجات کی طرف سرور کائنات نے یوں اشارہ فرمایا:

مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ كَمَثَلِ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰی وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ

"میرے اہل بیتؑ کی مثال نوحؑ کی کشتی جیسی ہے کہ جو اس پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے دور رہ گیا وہ غرق ہو گیا"۔

حضور سرورؐ کائنات کا خطاب فقط ان لوگوں سے نہیں ہے جو اس زمانے میں زندگی گزار رہے تھے، کہ جن میں سے بعض اس کشتی نجات پر سوار ہو گئے اور بعض اس سے پیچھے رہ گئے، بلکہ حضرتؐ کا خطاب ان تمام انسانوں اور ان تمام نسلوں سے ہے جو ایمان پر پیدا ہوئے اور سیرتِ اہل بیتؑ سے الہام لیتے ہوئے راہِ ہدایت پر گامزن ہوئے۔ ایسے انسان قیامت تک جب چاہیں کشتی نجات پر سوار ہو جاتے ہیں۔

امام حسینؑ کا قیام وہی کشتی نجات ہے کہ جو باطل کی تیز و تند موجوں میں بھی رواں

Presented by Ziaraat.com

رواں رہی اور وہ اب بھی دریائے ہدایت میں رواں دواں ہے۔اب بھی اس کا وہ سفر جاری ہے جس کا آغاز ازل سے ہوا تھا اور قیامت تک جاری رہے گا۔

اور وہ سفر کئی سو سال گزر جانے کے باوجود بھی جاری ہے۔اہل بیتؑ کی کشتی نجات پر سوار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو چاہتا ہے اس کشتی پر سوار ہو چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، پرچم حسینؑ اٹھا کر بلند کرے اور مشن حسینؑ کو آگے بڑھائے اور اپنی حرکت و سکون کو کشتی کے تابع کر دے تو گویا وہ کشتی نجات پر سوار ہو گیا ہے۔ رسولِ اعظمؐ نے اپنی مذکورہ حدیث میں کشتی پر سوار ہونے والوں کے ساتھ مسلمان ہونے کی قید نہیں لگائی بلکہ فرمایا:

"ہر وہ انسان جو سوار ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا"۔

اس عمومی خطاب میں تمام مسلمان اور انسان شامل ہیں۔مذکورہ حدیث کی گہرائی میں جائیں اور الفاظ سے بالاتر ہو کر حدیث کے حقائق میں غور و فکر کریں تو معلوم ہوگا کہ خاندانِ رسولؐ کی کشتی پر سوار ہونا، اس کا معنی یہ ہے کہ امام حسینؑ نے جن اُصولوں کی خاطر انقلاب برپا کیا تھا، ان اُصولوں سے محبت کرنا اور غرق ہونا۔اس سے مراد ہے کشتی سے دور رہنا، اور ظلم کے سامنے خاموش رہنا۔یہی چیز انقلاب امام حسینؑ کی روح ہے۔جو شخص روح انقلاب سے دُور ہو جائے گا، گویا وہ کشتی نجات سے دُور ہو گیا ہے۔ گویا وہ ان اُصولوں سے دُور ہو گیا ہے جن کا اعلان سید الشہداءؑ نے میدانِ کربلا میں کیا تھا۔حضرتؑ نے ان اُصولوں کا اعلان کر کے بشر کو خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا۔ قیامِ حسینؑ کئی سو سال قبل وجود میں آیا تھا۔اس وقت سید الشہداءؑ ایسے مصائب میں گھرے ہوئے تھے جن کی مثال نہیں ملتی۔قیامِ امام حسینؑ کی حرارت یوں زندہ ہوتی ہے کہ گویا معرکۂ کربلا ابھی واقع ہوا ہے اور ایک مسلمان ظالموں کے ظلم کا مقابلہ کر کے

Presented by Ziaraat.com

اور ان کی غلط منطق کو رد کر کے گویا عملاً اس معرکہ میں شریک ہو گیا ہے۔

حضرت قاسم بن حسنؑ، حضرت عباس علمدار اور آپؑ کے شہید ہونے والے بھائی، خاندان عقیلؑ کے شہداء اور عابسؓ بجلی، حبیبؓ، زہیرؓ، بریرؓ، حرؓ نے جن اصولوں کے لیے جان کی قربانی دی تھی، یہ شخص ان اصولوں کی حفاظت میں ان کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ اور وہ درخت شہادت جس کی آبیاری شہدائے کربلا نے اپنے خون سے کی تھی یہ شخص بھی اپنے خون سے اس کی آبیاری کر کے اس جنگ میں عملاً شریک ہو جاتا ہے۔

ابن ماجہ اور ابویعلی، امام حسینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ وَإِنْ قَدُمَ عَهْدُهَا فَيُحْدِثُ لَهَا اسْتِرْجَاعًا إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ ثَوَابَ ذَالِكَ

"اگر کوئی مسلمان کسی مصیبت میں گھر جائے پھر اسے لمبا عرصہ گزر جائے اور بعد میں کوئی شخص اس مظلوم کی مصیبت کو یاد کر کے اس سے اظہار ہمدردی کرے تو اجر و پاداش میں وہ اس کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے"۔

ظلم و ستم کا یہ دور جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں کیا خوب ہو گا کہ انسان اس دور میں امام حسینؑ کے کلام کا رخ کرے اور اسے اپنی زندگی کا آئین و قانون قرار دے۔

معلوم نہیں ہمارے درمیان ابن زیاد، ابن سعد اور شمر کون ہے؟ ہاں! وہ شخص جس کی رفتار، گفتار اور عادات و صفات ان سرکش شیطانوں جیسی ہوں گی وہ ان جیسا شمار ہو گا، کیونکہ بسا اوقات انسانی شکل میں شیطان موجود ہوتے ہیں۔ جن کی شناخت بہت سے لوگوں کے لیے مشکل ہو جاتی ہے۔ ہر دور میں یزید، شمر اور ابن زیاد جیسے حق کو پامال کرنے والے اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے والے لوگ کثرت سے موجود ہوتے ہیں جبکہ حسینؑ ہر دور میں ایک ہوتا ہے آیئے اس دور میں زمانے کے حسینؑ کو

Presented by Ziaraat.com

پہچانیے اور اس کا ساتھ دیجیے۔

نہیں معلوم اس زمانے کا ابن زیاد کون ہے جو مقصد حسینؑ کا دشمن ہو یا ابن سعد جیسا کون ہے جو ظالموں اور ستم گروں کا مدد کرنے والا ہو اور شمر جیسا کون ہے جو حق وعدالت کے خلاف ہو؟

تحریک حسینیؑ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اسلام کی ظاہری شکل وصورت کی حفاظت کی جائے جیسے کہ ایک صوفی کرتا ہے یا ایک تھیوری (Theory) پڑھا ہوا شخص کرتا ہے بلکہ اس کا سرچشمہ ایک باطنی عشق تھا جس کا تعلق دل ودماغ اور عقل وشعور کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہٰذا تحریک حسینیؑ کو انسانی اعضاء میں سے سب سے پہلے جس نے درک کیا وہ عقل وشعور ہے کیونکہ جس صاحب عقل وشعور نے اس میں اپنا حصّہ نہیں ڈالا تھا اسے ندامت وپشیمانی کا احساس ہوا اور وہ توبہ کرنے کی طرف مائل ہوا اور وہ اپنی کمزوریوں کی اصلاح پر مجبور ہوا۔

شہادتِ حسینؑ سے کچھ دائمی اور ابدی معجزات رُونما ہوئے اور کچھ عارضی اور وقتی معجزات۔ ہم عارضی اور وقتی معجزات کو طول وتفصیل سے اس لیے بیان کررہے ہیں تاکہ اس تحریک سے لوگوں کے دل وجان کی گہرائی میں جو اثرات پیدا ہوئے ہیں انھیں واضح کرسکیں۔ ہم پوری وضاحت سے کہتے ہیں: اس انقلاب نے لوگوں کے روح اور وجدان کو تبدیل کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کا ہدف یہ تھا کہ پورے معاشرے کی غلط فضا کو تبدیل کیا جائے اور تمام خوابیدہ حقائق کو معاشرے میں زندہ کیا جائے۔

معجزات شہادت کا سب سے آخری مرحلہ کہ جس میں عقل وروح نے تجلی کی اور شہادت اپنے عروج کو پہنچی، یہ تھا کہ باطل کے پردے ہٹ گئے اور حق اپنی خوبصورت شکل میں آشکار ہوا اور وہ لوگ جو عقل وشعور کے تابع تھے ان کا ایمان ویقین مزید مستحکم ہوا۔

Presented by Ziaraat.com

معجزۂ شہادت، شہادت ہی کے ذریعہ ممکن ہوتا ہے اور یہ معجزہ شہادت کو طلب کرتا ہے اور معجزہ شہادت اسی طرح حرارت پیدا کرتا ہے جیسے تپایا ہوا سرخ لوہا پیدا کرتا ہے۔ معجزہ شہادت سے نشتر جراحی تیز ہو جاتے ہیں تا کہ آپریشن کے ذریعہ بیمار لوگوں کا علاج کیا جا سکے۔

انقلابِ حسینؑ سے جو معاشرتی ردعمل فوراً سامنے آیا وہ یہ تھا کہ سب سے پہلے لوگوں میں شعوری تبدیلی آئی، جو لوگوں کی بصیرت کا سبب بنی۔ جس سے معاشرے میں نورِ ہدایت کا دھاکہ ہوا۔ جس سے لوگوں کے روح و باطن غفلت سے بیدار ہوئے یہاں تک کہ دنیا دار و ریاکار لوگ بھی سرچشمۂ ہدایت کی طرف دوڑ پڑے تا کہ اس میں ضم ہو جائیں، جبکہ اس کی شناخت نہیں رکھتے تھے اس لیے کہ وہ اپنے دردوں کی دوا ایک قیام میں دیکھ رہے تھے کہ جس سے ان کی عاقبت بخیر ہو اور اس کے عوض خداوند متعال انھیں اجر و پاداش عطا کرے۔

سب سے پہلے جن لوگوں نے استغاثۂ حسینیؑ پر لبیک کہا: وہ ''توابین'' تھے۔ اس لیے کہ غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجے تک پہنچے کہ امام حسینؑ کی مدد نہ کر کے انھوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ قتل حسینؑ کا کفارہ صرف یہ ہے کہ امامؑ کے قاتلوں کو مارا جائے۔ اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے کوفہ میں رہنے والے شیعہ اکابرین سے مدد طلب کی اور پناہ طلب کی۔ ان اکابرین میں سرفہرست سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ فزاری، عبداللہ بن سعد، بن نفیل ازدی، عبداللہ بن وال تیمی اور رفاعہ بن شداد بجلی تھے۔

پناہ لینے والوں اور پناہ دینے والوں کو اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ انھوں نے امامؑ عالی مقام کو خطوط لکھے اور پیغام بھیجے کہ امامؑ اگر قیام کریں اور کوفہ تشریف لائیں تو وہ سب کے سب امام کا ساتھ دیں گے لیکن انھوں نے بے وفائی کی

Presented by Ziaraat.com

اور امامؑ کے لیے ایثار و قربانی سے دریغ کیا۔ اسی وجہ سے امامؑ دن دہاڑے قتل کر دیے گئے لیکن کسی نے امامؑ کی مدد نہ کی۔ تازہ بیدار ہونے والے اس گروہ کے سپہ سالار سلیمان بن صرد خزاعیؓ تھے۔ انہوں نے دیگر گروہوں کے ساتھ مل کر قیام کیا اور لوگوں کی غیرت کو بیدار کرنے کے لیے کہا:

"لوگو! ابھی تمہارا پروردگار تم سے ناراض ہے تم اپنے بیوی اور بچوں کی طرف اس وقت تک پلٹ کر نہ جاؤ جب تک تمہارا خدا تم سے راضی نہ ہو جائے۔ میرا گمان یہ ہے کہ خداوند متعال اس وقت تک تم سے راضی نہیں ہوگا جب تک تم امامؑ کے قاتلوں کو قتل نہ کر ڈالو۔

یاد رکھو! اب خدا کو راضی کرنے کے لیے تمہارے پاس صرف دو راستے ہیں کہ ان ظالموں کو مار دو یا خود مارے جاؤ۔ وہ لوگ جو موت سے ڈرتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ تم بنی اسرائیل جیسے نہ بن جاؤ کہ ان کے نبی کو ان سے کہنا پڑا:

اِنَّكُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ بِاتِّخَاذِكُمُ الۡعِجۡلَ فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰى بَارِٮِٕكُمۡ فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ عِنۡدَ بَارِٮِٕكُمۡ ؕ (البقرہ: ۵۴)

"تم لوگوں نے گوسالہ پرستی کرکے اپنے اوپر ظلم کیا۔ پس تم اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور تم اپنی قربانی کرو (اپنے آپ کو قتل کرو) یہ کام تمہارے رب کے نزدیک بہتر ہے"۔

سلیمان بن صرد خزاعیؓ کی اس تقریر سے ایسا انقلاب برپا ہوا جسے کوئی طاقت نہ روک سکی۔ اس انقلاب کو ایک علاقے میں روکا جاتا تو وہ دوسرے علاقے میں برپا ہو جاتا۔ توابین کا قیام، اُمت اسلامیہ کی طرف سے بیداری کا پہلا عملی مظاہرہ تھا جس کا

Presented by Ziaraat.com

آغاز مدائن اور بصرہ کے لوگوں نے کیا اور پھر گروہ در گروہ دیگر لوگ بھی ان سے ملحق ہونے لگے یہاں تک کہ اس تحریک نے ایک بڑے طاقت ور لشکر کی صورت اختیار کرلی۔ یزید واصل جہنم ہوا تو اس کے بعد ایک بہت بڑا معرکہ وجود میں آیا۔

امام حسینؑ کی شہادت کو ابھی پانچ سال گزرے تھے کہ یہ سب توابین روز جمعہ امام حسینؑ کی قبر مبارک پر جمع ہوئے اور رات بھر گریہ وزاری کرتے رہے۔ صبح ہوتے ہی یہ پورے کا پورا لشکر شام کی طرف روانہ ہو گیا اور ہوا میہ کے ساتھ جا کر ٹکرا گیا۔ جس کے نتیجے میں سب کے سب شہید ہو گئے۔

توابین نے جس انقلاب کا آغاز کیا تھا دیکھتے دیکھتے اس نے پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور تمام قیام کرنے والوں کا ہدف صرف انتقام تھا۔ اس قیام کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ کوفہ کے عام لوگوں کو بیدار کر کے انہیں اُموی حکومت کے مقابلے میں لا کھڑا کریں ، اور یہ مقصد مرگ یزید کے بعد اس طرح حاصل ہوا کہ منظم قیام کر کے لوگوں نے اُموی حکومت کے نمائندے عمرو بن حریث کو کوفہ سے نکال بھگایا اور اس کی جگہ عامر بن مسعود کو مقرر کر دیا۔

بنواُمیہ کا اقتدار عراق میں ایک عرصہ کے لیے ختم ہو گیا۔ جب توابین کا قیام منظر عام پر آیا تو اس وقت روز عاشور کے مظالم کھل کر سامنے آئے کہ فوج اشقیا نے کتنے بڑے ظلم کیے تھے؟ اس طرح تائبین نے چن چن کر ان سے بدلے لیے۔

Presented by Ziaraat.com

قیامِ مدینہ

عقیلۂ بنی ہاشم حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا جب شہادتِ امامؑ کے بعد مدینہ میں واپس آئیں تو آپؑ نے مدینہ والوں کو یزیدی مظالم سے آگاہ کیا اور انھیں یزید کے خلاف قیام کرنے کے لیے تیار کیا۔ اس طرح لوگوں میں ایک دفعہ ہلچل مچ گئی اور یزید کے گورنر عمرو بن سعید اشدق نے یزید کو لکھا کہ حضرت زینب کبریٰ اگر اسی طرح مدینہ میں تبلیغ کرتی رہیں تو اہل مدینہ حکومت کے خلاف ایک دن اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس نے اپنے خط میں لکھا کہ سیدہ غیر معمولی فصاحت و بلاغت کی مالک ہیں۔ اس طرح کہ مدینہ میں بی بی کی مثال نہیں ملتی۔

یہ بات ٹھیک ہے کہ عقیلۂ بنی ہاشمؑ نے مدینہ میں قیام کا ماحول بنا دیا تھا لیکن اس قیام کا ایک سبب واقعہ حرہ بھی تھا، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ مدینہ کے معروف اصحاب کا ایک گروہ حادثہ کربلا کی تحقیقات کے لیے شام کی طرف روانہ ہوا کہ یزید کو قریب سے جا کر دیکھیں اور شام کے سیاسی حالات کا نزدیک سے جائزہ لیں اور پتہ چلے کہ حق پر کون تھا اور باطل پر کون؟

جب یہ جماعت شام پہنچی تو یزید نے پرشکوہ انداز میں ان کا استقبال کیا اور ان کی زبردست میزبانی کی۔ یہ لوگ چند دن وہاں قیام پذیر رہے۔ جب یہ پوری طرح سے حالات کا جائزہ لے چکے تو واپس مدینہ کی طرف چلے اور اہل مدینہ کو آ کر خبر دی:

"یزید دین اسلام پر ایمان نہیں رکھتا۔ شراب خوار ہے ساز و آواز کا شیدائی ہے۔ ناچنے اور گانے والی کنیزوں کے جھرمٹ میں رہتا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

کتے اور بندر کے ساتھ کھیلا رہتا ہے، چوروں اور ظالموں کا ہمنوا ہے۔
ہم اُس پر لعنت کرتے ہیں۔اس سے اعلان برأت کرتے ہیں اور
اسے حکومت سے معزول کرتے ہیں"۔

عبداللہ ابن حنظلہ انصاریؒ نے کھڑے ہو کر اپنے جوش وجذبے کا اس طرح اظہار کیا:

"اگر میرا کسی نے ساتھ نہ بھی دیا تو میں اپنے فرزندوں کے ساتھ مل کر
یزید کے خلاف قیام کروں گا۔ یزید نے جب مجھے دیکھا تو میرا استقبال
کیا اور وہ مجھے تحفے دینا چاہتا تھا جو میں نے رد کر دیے تاکہ میں اس
کے خلاف اپنی مضبوط حیثیت برقرار رکھ سکوں"۔

اصحاب کی جماعت نے جب اہل مدینہ کو شام کے سارے حالات بتائے تو مدینہ میں ہلچل مچ گئی اور آتش انقلاب کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ان حالات کے پیش نظر یزید نے اہل مدینہ کے خلاف ایک طاقت ور لشکر تیار کیا اور مسلم بن عقبہ جیسے خونخوار کو اس کا سپہ سالار مقرر کر کے اسے مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور پھر ظلم بالائے ظلم یہ کہ پورے مدینہ کو اپنی فوج کے لیے تین دن تک حلال قرار دے دیا۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا تاکہ لوگوں سے جبراً یزید کی بیعت لی جائے۔

مسلم بن عقبہ نے تین دن تک اپنی فوج کو مدینہ میں آزاد چھوڑ دیا۔اس دوران بے دریغ لوگوں کے ناموس پامال کیے گئے۔کئی سو اصحاب قتل کیے گئے۔انصار و مہاجرین کو بے دردی سے مارا گیا اور کئی سو باکرہ لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی۔

اس ملعون نے صرف بیعت لینے کی خاطر یہ سارے کام کیے اور بار بار مدینے میں اعلان کرتا تھا:

"امیر المومنین کی بیعت کرو کیونکہ تم اس کے بندے ہو اور وہ تمہارے

Presented by Ziaraat.com

جان، مال اور ناموس کے ساتھ جو کرنا چاہے کرسکتا ہے اور ایسا کرنے کا وہ اختیار رکھتا ہے"۔

ابنِ کثیر نے مسلم بن عقبہ کے مظالم کے متعلق لکھا ہے:

"نبیؐ کے شہر میں ایسا ظلم ہوا اور ایسے فساد برپا ہوئے جنہیں زبان بیان کرنے سے عاجز ہے"۔

مسلم بن عقبہ لوگوں کو قتل کرنے پر اکتفا نہیں کرتا تھا بلکہ ان کے سر قلم کرنے سے پہلے ان پر ظلم کرتا تھا۔ روایت میں آیا ہے کہ نبی اکرمؐ کے صحابی جناب موکل بن سنان کو اس کے سامنے پیش کیا گیا تو ابتداء میں اُس نے ان کا استقبال کیا اور ان کے لیے غذا لانے کا حکم دیا اور پوچھا: "اے موکل! کیا آپ کو پیاس لگی ہے؟ پھر حکم دیا کہ وہ شربت بادام جو امیر المومنین کے ساتھ خاص ہے وہ انھیں پلایا جائے۔

جب معقل شربت پی چکے تو نہایت سفاکانہ لہجے میں بولا: "خدا کی قسم! یہ سب کچھ تجھے میری تلوار سے نہیں بچا سکتا" یہ کہہ کر اس نے موکل کا سر قلم کر دیا۔

یہ خونخوار وحشی درندہ اپنے مظالم کو مکمل کرنے کے لیے جب مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوا تو وہ راستے میں ہی واصلِ جہنم ہو گیا۔ بعض لوگ جو موقع کی تلاش میں تھے اور اس کا پیچھا کر رہے تھے، انھوں نے اس کا جنازہ قبر سے نکال کر اسے آگ لگا دی۔

Presented by Ziaraat.com

مختار ثقفیؒ کا قیام

واقعۂ کربلا کے ردِعمل میں جتنے بھی لوگوں نے قیام کیا ان میں سے مضبوط ترین قیام حضرت مختارؒ کا تھا اس لیے کہ انھوں نے تقریباً تمام قاتلانِ امامؑ کو ہلاک کیا اور ان کا نعرہ تھا:

یَالَثَارَاتِ الْحُسَیْن

"خونِ حسینؑ کا انتقام"۔

انھوں نے اپنے قیام کو حضرت محمد بن حنفیہؒ سے منسوب کیا جس کی وجہ سے لوگ ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان کے قیام کی حقانیت کی تصدیق کرنے لگے۔

عبداللہ بن زبیر نے کوفہ میں عبداللہ بن مطیع کو گورنر مقرر کیا تھا۔ اس نے قیام کرنے والے انقلابیوں کی سرکوبی کے لیے قاتلانِ حسینؑ میں سے عمر بن حجاج، شمر بن ذی الجوشن اور شبث ربعی کو اپنے ساتھ ملا لیا تا کہ انقلابیوں کو زیادہ سے زیادہ مارا جا سکے لیکن جب لوگوں نے امامؑ کے قاتلوں کو گورنر کی صفوں میں دیکھا تو ان کے غم و غصہ کی انتہا نہ رہی۔ ملاعین وقتاً فوقتاً حملے کر کے لوگوں کو قتل کرتے رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کوفہ میں عبداللہ بن مطیع اپنے آپ کو مضبوط نہ کر سکا۔

عبداللہ بن مطیع قتل ہو گیا تو امیر مختارؒ نے ظلم کے پسے ہوئے لوگوں کو عدل و انصاف مہیا کیا اور ان کی عزت رفتہ رفتہ بحال کی تو ان لوگوں نے مختارؒ کے منصفانہ کردار کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دیا اور جنگ کے لیے سب کے سب مختارؒ کے

Presented by Ziaraat.com

ہم رکاب ہو گئے۔

بنو اُمیہ کے ظلم کی چکی میں پسی ہوئی عوام نے جب مختارؓ کا ساتھ دینا شروع کیا تو مختارؓ کی پوزیشن مزید مستحکم ہو گئی۔ اور پھر مختارؓ نے ان کی مدد سے قاتلانِ امام حسینؑ کا تیزی سے صفایا کرنا شروع کر دیا، اس طرح کہ ان ملاعین سے ان کی تلوار اور ان کے نیزے کی ایک ایک ضرب کا انتقام لیا حتیٰ کہ جن ظالموں نے محض زبان سے امامؑ کے حضور میں گستاخیاں کی تھیں، انھیں بھی کیفرِ کردار تک پہنچایا۔

تاریخ طبری میں آیا ہے: مختارؓ نے ایک دن میں ۲۸۰ قاتلوں کو ہلاک کیا۔ جس نے جو ظلم کیا تھا، چاہے چھوٹا چاہے بڑا اور جس نے جو ضرب لگائی تھی چاہے تلوار کی ضرب تھی یا زبان کی ضرب وہ مختارؓ کے انتقام سے نہ بچ سکا۔

مختارؓ نے عبید اللہ بن زیاد کو قتل کیا پھر اس کی لاش کو جلا دیا اور اسی طرح شمر بن ذی الجوشن کو قتل کیا پھر اس کے جسم کے ٹکڑے کتوں کے آگے ڈال دیے اور بنو اُمیہ کے ظالم سپاہیوں کو اس نے دریا میں ڈال دیا۔ جس سے وہ سب کے سب غرق ہو گئے اور عمرو بن حجاج اور شبث بن ربعی بھی اس کی آتشِ انتقام سے محفوظ نہ رہ سکے۔

قیامِ مختارؓ میں یہ جو سختی نظر آ رہی ہے، یہ شہادتِ حسینؑ کا ایک معجزہ ہے۔ امیر مختارؓ کی عدالت سے وہ لوگ نہ بچ سکے جو روزِ عاشور ظلم کر کے اپنے آپ کو یزید کے مقربین میں شمار کر رہے تھے۔ اس قصاص نے ان گناہگاروں کو جہنم کا ایندھن بنا دیا اور شمر جیسے کتے کے جسم کے ٹکڑوں کو کتوں کی غذا بنا دیا۔

امام حسینؑ نے خواب میں دیکھا تھا کہ یہ کتا دوسرے کتوں سے پہلے مجھ پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے مختلف حالات میں قصاص کو عدل قرار دیا۔

Presented by Ziaraat.com

مطرف بن مغیرہ کا قیام

مختار ثقفیؒ کے قیام کو ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ نے حجاج بن یوسف کے خلاف قیام کیا اور مدائن میں حجاج کے گورنر عبدالملک بن مروان کو ہٹا کر اقتدار اپنے قبضے میں لے لیا اور خط لکھ کر اپنے تمام ساتھیوں کو قرآن اور سنتِ رسولؐ کی طرف دعوت دی۔ دشمنانِ حق اور دشمنانِ قرآن و سنت کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کیا تا کہ حق کا ساتھ دیا جائے اور باطل سے دوری اختیار کی جائے۔ ہر آگاہ اور باخبر شخص جانتا ہے کہ مطرف نے تحریک حسینیؑ سے الہام لیتے ہوئے قیام کیا۔ اس کے قیام کا سرچشمہ کربلا ہے۔ روحِ کربلا سے مدد لیتے ہوئے اُس نے قیام کیا۔

قیام ابنِ اشعث

قیام امام حسینؑ نے ظلم کے خلاف جہاد کرنے پر لوگوں کو ایک دوسرے سے مربوط کر دیا اور اس قیام نے ظلم کے خلاف بغاوت کی ایسی آتش روشن کی جس نے تمام ظالم حکمرانوں کے تخت و تاج کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ۸۱ھ میں اہلِ مدینہ اور اہلِ کوفہ کے قیام کا ابھی اختتام ہوا ہی تھا کہ اچانک ابنِ اشعث کی سربراہی میں قیام کا آغاز ہوا کہ جس نے بنوامیہ خصوصاً حجاج کی حکومت کو ہلا کر رکھ دیا اور یہ قیام ۸۳ھ تک جاری رہا اور کافی حد تک کامیاب ہوا لیکن بعد میں حجاج نے شامی فوج کی مدد سے اس پر قابو پا لیا۔

زیدؒ بن علیؑ بن حسینؑ کا قیام

۱۲۲ھ میں حضرت زیدؒ نے قیام کیا۔ ان کے قیام کا محور بھی ان کے والد بزرگوار کا جہاد اور امام حسینؑ کا جہاد تھا۔ جہاد کربلا سے الہام لیتے ہوئے حضرت زیدؒ نے ان اشعار سے اپنے قیام کا آغاز کیا:

Presented by Ziaraat.com

"اے کوفہ والو! ذلت کی زندگی کو چھوڑو، عزت کی زندگی کی طرف آجاؤ، دنیا پرستی کو چھوڑو اور دین کی طرف آجاؤ"۔ (مقاتل الطالبین، ص ۱۳۹)

سرزمین اسلامی کے بہت سارے گروہ سید الشہداء کے پوتے سے آملے اور کوفہ، بصرہ، واسط، موصل، خراسان، ری، گرگان اور دیگر علاقوں کے لوگوں نے ان کی بیعت کرلی۔ اگر وسیع پیمانے پر جنگی وسائل مہیا کرنے کے بعد اس قیام کا اعلان ہوتا اور بہ یک وقت مختلف علاقوں سے قیام کا آغاز ہوتا تو یقیناً طاغوتی حکومت کا تختہ اُلٹ جاتا لیکن ایسا نہ ہوسکا۔

اس قیام کو بہت سارے خطرات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ عراق میں شامی حکومت کی مضبوط فوجی چھاؤنیاں تھیں، جن کی وجہ سے حکومتی فوج نے اس قیام کو آغاز ہی میں کچل دیا لیکن زیدیہ کے نام سے ایک گروہ وجود میں آیا جو اُموی حکومت کے خلاف نمودار ہونے والے ہر قیام کا حصّہ بنتا رہا۔

سرزمین اسلامی کے گوشہ وکنار سے وقتاً فوقتاً قیام ہوتے رہے اور اُموی حکومت ہمیشہ ان سے نبرد آزما رہی۔ اسی وجہ سے ان کے ساتھ مقابلے کے علاوہ اور کوئی نمایاں کام نہ کرسکی۔ بالآخر بنو عباس نے اموی سلطنت کے خلاف مسلح جنگ کا آغاز کیا، جس سے بنواُمیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

بنو عباس نے امام حسینؑ اور خاندانِ اہلبیتؑ کے انتقام کا نعرہ لگایا اور حادثۂ کربلا سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی حکومت کی راہ ہموار کی جس کے نتیجے میں بنواُمیہ کی طاقت ور حکومت کا تختہ اُلٹ دیا۔ جتنا عرصہ معاویہ حکومت پر قابض رہا اس سے بہت کم عرصہ مختلف اموی حکمران اپنی حکومت باقی رکھ سکے۔

بنو عباس کی حکومت سے فقط حکمران اور ان کے چہرے تبدیل ہوئے جبکہ اسلامی

Presented by Ziaraat.com

معاشرے میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ بنو عباس کی حکومت قائم ہو جانے کے باوجود قیام کا سلسلہ جاری رہا اس لیے کہ اب انقلابیوں کا مقابلہ نئے یزیدیوں سے تھا کیونکہ یزیدیت نے صرف چہرہ بدلا تھا اور دوسری طرف کردارِ حسینؑ کی بے مثال عظمت کا ہر جگہ چرچا تھا۔ ہر نسل اور ہر دور میں ایسے انقلابی افراد پیدا ہوتے رہے جنہوں نے پرچمِ حسینیؑ کو تھامے رکھا اور ہر دور کے نئے یزید سے برسرِ پیکار رہے۔

یہ معجزات جو امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب وخاندان کی قربانی سے وجود میں آئے مسلسل جاری رہے۔ جس سے ایسی طاقت ور اموی حکومت نابود ہوئی کہ جس کا نابود ہونا ناممکن تھا۔ معجزاتِ شہادت اور لوگوں کے دلوں میں اس کی سحر انگیز تاثیر نے اس ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت اور امام حسینؑ کی شہادت کے معجزات اس اعتبار سے ایک دوسرے کے مشابہ ہیں کہ لوگوں کے اخلاق اور وجدان دونوں پر ان کے گہرے اثرات مرتب ہوئے لیکن شہادت کے فوراً بعد رُونما ہونے والے معجزات ایک دوسرے سے یوں مختلف ہیں کہ شہادتِ حسینؑ کے فوری ردِعمل میں ایک ظالم اور طاغوتی حکومت فوراً نابود ہوگئی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت کے فوراً بعد اس طرح کا سیاسی انقلاب برپا نہ ہوسکا۔

شہادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اثرات فقط لوگوں کے اخلاق واعتقاد تک محدود رہے جبکہ شہادتِ حسینؑ کے اثرات ان حدوں میں محدود نہ رہے۔ یہ حکمت الٰہی تھی کہ جس کی وجہ سے شہادتِ حسینؑ کے اثرات تمام حدوں سے تجاوز کر گئے۔ یہ بات حکمت الٰہی کے عجائبات میں سے ہے کہ شہادت سے پہلے تمام انقلابات کا امام حسینؑ کو الہام ہوا، اور امامؑ عالی مقام نے شہادت کے بعد رُونما ہونے والے تمام انقلابات کی اسی وقت نشاندہی کردی تھی جو بعد میں سو فیصد سچ ثابت ہوئی گویا امام حسینؑ تقدیرِ الٰہی کے مطابق آئندہ حالات کی پیشگوئی فرما رہے تھے۔

Presented by Ziaraat.com

قاتلانِ امام حسینؑ کی ہلاکت کے بعد مسلمانوں نے دیکھا کہ امامؑ ہمام کی تمام پیشگوئیاں پوری ہورہی ہیں۔ امامؑ عالی مقام نے اُموی حکومت کے متعلق سرزمین رُھیمہ میں فرمایا تھا:

إِنَّ بَنِي أُمَيَّةَ شَتَمُوا عِرْضِي فَصَبَرْتُ وَأَخَذُوا مَالِي فَصَبَرْتُ وَطَلَبُوا دَمِي فَهَرَبْتُ وَ اَيْمُ اللهِ لَيَقْتُلُونِي فَيُلْبِسُهُمُ اللهُ ذُلًّا شَامِلاً وَسَيْفًا قَاطِعًا وَيُسَلِّطُ عَلَيْهِمْ مَنْ يُذِلُّهُمْ حَتّٰى يَكُونُوا اَذَلَّ مِنْ قَوْمِ سَبَأٍ اِذْ مَلَكَتْهُمْ اِمْرَأَةٌ فَحَكَمَتْ فِي اَمْوَالِهِمْ وَدِمَائِهِمْ

"بنواُمیہ نے مجھے بُرا بھلا کہا میں نے صبر کیا۔ اُنھوں نے میرا مال لوٹا میں نے برداشت کیا۔ اُنھوں نے مجھے قتل کرنا چاہا تو میں نانا کا حرم چھوڑنے پر مجبور ہوگیا اور ہجرت کو ترجیح دی۔

خدا کی قسم! بنواُمیہ مجھے حتماً قتل کروا لیں گے۔ اس گناہ کے بدلے میں خداوند متعال اُنھیں ذلیل ورُسوا کرے گا اور کسی طاقت ور کی کاٹ دار تلوار اُن پر مسلط کردے گا اور ایسے شخص کو ان پر غالب کرے گا جو اُنھیں ذلیل ورُسوا کردے گا یہاں تک کہ وہ قوم سبا کے لوگوں سے بھی زیادہ ذلیل وخوار ہوجائیں گے کہ جن پر ایک عورت مسلط تھی جسے ان کے مال وجان پر تصرف کا پورا حق حاصل تھا"۔

(مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۲۲۴)

مسلمانوں نے شہادتِ امامؑ کے فوراً بعد آپؑ کی تمام پیشگوئیوں کے عملی نمونے آنکھوں سے دیکھے کہ خداوند متعال نے بنواُمیہ کو کس طرح ذلیل ورسوا کیا۔ ان میں سے بعض تو دشمن کے خوف سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگئے لیکن جو پکڑے گئے

Presented by Ziaraat.com

انھیں ہلاک کرنے کے بعد ان کی لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔

جس دن بنو اُمیہ، امام کو شہید کر رہے تھے اس دن وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک دن انھیں اتنی بڑی ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس سے ملتے جلتے الفاظ اس وقت امام عالی مقام کی زبان پر جاری ہوئے جب امام اپنے اہل بیت کے ہمراہ سرزمین کربلا میں وارد ہوئے۔ جنت کے سردار نے اس حال میں یہ کلمات کہے جب آپ کی آنکھوں میں محبت الٰہی کے آنسو موتی بن کر تیر رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا عِتْرَةُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ قَدْ اُخْرِجْنَا وَطُرِدْنَا وَاُزْعِجْنَا عَنْ حَرَمِ جَدِّنَا وَتَعَدَّتْ بَنُوْ اُمَيَّةَ عَلَيْنَا : اَللّٰهُمَّ فَخُذْ لَنَا بِحَقِّنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ

"خدایا! ہم تیرے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہیں۔ ہمیں اپنے وطن سے نکالا گیا ہے۔ ہمیں نانا رسولؐ کے حرم سے جبراً دور کیا گیا ہے۔ بنو اُمیہ نے ہم پر ظلم و تعدی کی ہے۔ خدایا تو خود ان سے ہمارا حق لے اور ہمیں ظالموں پر کامیابی عطا فرما"۔

اس دعا کے نتیجے میں خداوند متعال نے کربلا کے مصیبت زدہ مظلوموں کا بدلہ بنو اُمیہ سے اس طرح لیا کہ بنو اُمیہ کے بزرگان ذلت و خواری کے عالم میں ہلاک ہوئے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ انھوں نے خاندان اہل بیت پر ظلم کیا۔ امام حسینؑ کے علاوہ اور کوئی ایسا مظلوم ہمیں نظر نہیں آتا جس کے قاتلوں سے بدلہ لیا گیا ہو۔

مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا

"جو شخص مظلومیت کی حالت میں مارا جائے، ہم نے اس کے سرپرست کو اس کے خون کا وارث قرار دیا ہے"۔

اس روایت کی بنا پر خونِ حسینؑ کا وارث خود خداوند متعال ہے۔ جناب حاکم

Presented by Ziaraat.com

نیشاپوری نے اپنی کتاب مستدرک میں ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:
خداوند متعال نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل کی:

"اے میرے حبیب! یحییٰ بن زکریا کے خون کا بدلہ لینے کے لیے
میں نے ستر ہزار افراد کو ہلاک کیا، تیرے نواسے کے خون کا بدلہ لینے
کے لیے بھی ستر ہزار افراد کو ہلاک کروں گا"۔

یوں لگتا ہے جیسے خداوند متعال نے امام حسینؑ کو آپؑ کے مصائب کی وجہ سے یہ طاقت عطا فرمائی تھی کہ وہ اپنے دشمنوں کو دیکھیں اور ان کے حالات اپنی زبان سے بیان کریں کہ وہ ظالم جو خونِ حسینؑ میں اپنے ہاتھ رنگنا چاہتے ہیں شاید ان کے دل میں خوف پیدا ہو اور وہ اس ظلم سے باز آ جائیں۔ میدانِ کربلا میں جب امام حسینؑ دشمن کے محاصرے میں گھر گئے تو آپؑ نے اتمام حجت کے لیے یزیدی فوج کے سپاہیوں کو ان تمام حالات سے آگاہ کیا جو اس ظلم عظیم کے بعد انھیں پیش آنے والے تھے۔ آپ نے زبانِ وحی ترجمان سے فرمایا:

أَمَا وَاللّٰهِ وَلَا تَلْبَثُوْنَ بَعْدَهَا إِلَّا كَرَيْثِمَا يُرْكَبُ الْفَرَس
حَتّٰى تَدُوْرَبِكُمْ دَوْرَ الرَّحىٰ وَتَقْلَقُ بِكُمْ قَلَقَ الْمِحْوَرِ
عَهْدٌ عَهِدَهُ اِلَيَّ أَبِيْ عَنْ جَدِّيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَأَجْمِعُوْا أَمْرَكُمْ
وَشُرَكَائَكُمْ ثُمَّ لَا تَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْا
إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنَ إِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ عَلَى وَرَبِّكُمْ
مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّيْ عَلَى صِرَاطٍ
مُسْتَقِيْمٍ

"خدا کی قسم! اس کے بعد تم لوگ گھوڑے پر سوار ہونے کی دیر بھی
باقی نہیں رہو گے، تمھیں چکی کے پتھر کی طرح گھمایا جائے گا اور چکی

Presented by Ziaraat.com

کے کیل کی طرح تم بے چین رہو گے۔ یہ خبر وہ خبر ہے جو میرے بابا کو میرے نانا رسولؐ خدا سے ملی ہے۔ تم سب اپنے ساتھیوں سے مل کر بلا خوف و خطر مجھ پر حملہ کرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو، تا کہ تمہارے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہ جائے۔ میں نے اپنے پروردگار پر توکل کیا ہے۔ کوئی جاندار نہیں مگر یہ کہ خدا نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے۔ میرے رب کا راستہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے اور میں صراطِ مستقیم پر ہوں"۔ (مقتل المقرم، ص ۲۸۴)

وَاللهُ لَا يَدَعُ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا انْتَقَمَ لِي مِنْهُ بِقَتْلَةٍ وَضَرْبَةٍ بِضَرْبَةٍ وَإِنَّهُ لَيَنْتَصِرُ لِي وَلِأَهْلِ بَيْتِي وَأَشْيَاعِي

"ان میں سے کسی ایک کو بھی خدا زندہ نہیں چھوڑے گا، مگر یہ کہ ہر قتل کا بدلہ قتل سے اور ہر ضرب کا بدلہ ضرب سے لے۔ وہ خداوند متعال ﷻ مجھے میرے اہل بیتؑ اور میرے اصحاب کو غالب و کامیاب کرے گا"۔

امامؑ کے اس کلام کو آپ کیا کہیں گے؟ پیش گوئی؟ سچا خواب؟ پاک فطرت شہداء کی روحانی طاقت؟ خاصانِ خدا کے لیے اسرارِ الٰہی کی بادِ نسیم؟

کیونکہ شہادت کے بعد جس طرح امامؑ عالی مقام نے فرمایا تھا اسی طرح واقع ہوا۔ ہر قتل کے بدلے قتل ہوا، اور ہر ضرب کے بدلے ضرب لگی۔

کلام امامؑ کی طرف توجہ کریں:

اَللّٰهُمَّ احْبِسْ عَنْهُمْ قَطْرَ السَّمَاءِ وَابْعَثْ عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِيِّ يُوسُفَ وَسَلِّطْ عَلَيْهِمْ غُلَامَ ثَقِيفٍ يَسْقِيهِمْ كَأْسًا مُصَبَّرَةً

"خدایا! بارانِ رحمت کو ان سے روک لے، انھیں قحط سالی میں گرفتار کر

Presented by Ziaraat.com

جس طرح زمانہ یوسفؑ کے لوگ گرفتار ہوئے تھے۔ اور ثقفی جوان (مختار ثقفیؒ) کو ان پر مسلط کردے جو معصیت کے کڑوے جام انھیں پلائے"۔

امامؑ عالی مقام کی اس بددعا کے بعد بنو امیہ کس طرح عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے؟ کیسے وہ زمانہ یوسفؑ کہ وہ قحط سالی کا شکار ہوئے؟ کیسے اُن پر ثقفی جوان کو خدا نے مسلط کیا کہ جس نے چُن چُن کر ان سے کربلا والوں کے بدلے لیے؟ مختار ثقفیؒ نے ایک بار نہیں بلکہ بار بار انھیں اپنے کیئے کا مزہ چکھایا یہاں تک کہ مختارؒ نے بنو اُمیہ کے ان ظالموں کے نام ونشان مٹا دیے۔ وہ شعر جسے امامؑ ہمام نے روز عاشور مظلوموں کا نعرہ قرار دیا تھا، وہ یہ ہے:

أَمَا مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا

"کوئی مدد کرنے والا ہے جو ہماری مدد کو پہنچے؟"

أَمَا مِنْ مُجِيرٍ يُجِيرُنَا

"کوئی پناہ دینے والا ہے جو ہمیں پناہ دے"

أَمَا مِنْ طَالِبِ حَقٍّ يَنْصُرُنَا

"کوئی حق کو طلب کرنے والا ہے جو ہماری مدد کرے"

أَمَا مِنْ خَائِفٍ مِنَ النَّارِ فَيَذُبَّ عَنَّا

"کیا کوئی شخص آتشِ جہنم سے ڈرنے والا نہیں ہے جو ہماری مدد کرے؟"

امامؑ عالی مقام کے یہ مظلومانہ استغاثے سن کر لوگوں کی بہت بڑی تعداد نصرتِ امامؑ کے لیے تیار ہوگئی۔ خاندانِ اہلِ بیتؑ کو پناہ دینے والے، حق کو طلب کرنے والے، حق والوں کی مدد کرنے والے اور آتشِ جہنم سے خوف کھانے والے وہ لوگ جو

Presented by Ziaraat.com

امام کی حمایت اور امام کے دفاع کے لیے تیار ہوئے ان کی تعداد ایک بیابان کے سنگریزوں سے بھی زیادہ تھی۔ امام عالی مقام کے اس جملے نے زمانے میں ہلچل مچادی:

هَلْ مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ

"کوئی ایسا شخص ہے جو ہمارا دفاع کرے؟"

اس جملے کے بعد خونِ حسینؑ کے انتقام کی آتش لوگوں کے دلوں میں شعلہ ور ہوئی۔ امام کو پناہ دینے، امامؑ کی مدد کرنے اور امامؑ کا دفاع کرنے کو لوگوں نے ایک قانون کا درجہ دے دیا اور واجب دینی کی حیثیت سے دیکھا۔ چاہے وہ مسلمان ہوں چاہے غیر مسلم ہوں ہر دور میں ہر شخص نے نصرتِ امامؑ کا پختہ ارادہ کرلیا۔ امام عالی مقام کی بددعا کے اثرات فوراً لوگوں نے دیکھے لیکن عقیلۂ بنی ہاشم نے بھی اپنے بھائی کے کلام سے ملتے جلتے جملے ادا کرتے ہوئے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ خُذْ لَنَا بِحَقِّنَا وَانْتَقِمْ مِمَّنْ ظَلَمَنَا وَاحْلُلْ غَضَبَكَ بِمَنْ سَفَكَ دِمَائَنَا وَقَتَلَ حُمَاتَنَا

"بارِ الٰہا! تو خود ہمارا حق ان سے لے، ان لوگوں سے انتقام لے جنہوں نے ہم پر ظلم کیا، اپنا غضب نازل کر اُن لوگوں پر جنہوں نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے مددگاروں کو شہید کیا"۔

سیدہؑ کی بددعا اگرچہ تمام ظالموں کے متعلق تھی لیکن دربارِ یزید میں سیدہؑ نے یزید کو مخاطب کرکے فرمایا:

فَوَاللهِ مَا فَرَيْتَ إِلَّا جِلْدَكَ وَلَا حَزَزْتَ إِلَّا لَحْمَكَ وَلَتَرِدَنَّ عَلَى رَسُولِ اللهِ وَآلِهِ بِمَا تَحَمَّلْتَ مِنْ سَفْكِ دِمَاءِ ذُرِّيَّتِهِ وَانْتَهَكْتَ مِنْ حُرْمَتِهِ فِي عِتْرَتِهِ وَلُحْمَتِهِ حَيْثُ يَجْمَعُ اللهُ شَمْلَهُمْ وَيَلُمُّ شَعَثَهُمْ وَيَأْخُذُ بِحَقِّهِمْ

Presented by Ziaraat.com

"خدا کی قسم! تو نے فقط اپنے بدن کی جلد کے ٹکڑے کیے ہیں، تو نے صرف اپنے بدن کے گوشت کو پارہ پارہ کیا ہے تو رسولؐ خدا اور آپؐ کی آلؑ کی بارگاہ میں اس طرح حاضر ہوگا کہ آلِ رسولؐ کے قتل اور آپؐ کی ذریت کی توہین کا بارِ گراں تیرے کاندھوں پر ہوگا۔ اس دن خداوند متعال ان بکھرے ہوئے مقتولوں کو ایک جگہ جمع کرے گا اور ظالموں سے ان کا حق لے گا"۔

سیدہؑ کی بددعا کے نتیجے میں جو حادثات پیش آئے وہ بعینہ اسی طرح تھے جس طرح سیدہ نے کہا تھا۔ یزید نے اپنے ہاتھوں اپنی تباہی کا سامان فراہم کیا، گویا اس نے اپنا بدن خود پارہ پارہ کیا۔ یزید جس انداز سے واصلِ جہنم ہوا اور اس کے بعد جو واقعات رونما ہوئے اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ روزِ قیامت اس کا انجام کیا ہوگا؟

یہ وہ دن ہوگا جب آلِ رسولؐ کے خونِ ناحق کا بارِ گراں اس کی گردن پر ہوگا اور اس سے ان مظالم کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ نیز یہ کلمات جو عقیلۂ بنی ہاشمؑ کی زبان مبارک پر جاری ہوئے تھے تعجب ہے کہ وہ بعینہ وقوع پذیر ہوئے جس طرح سیدہؑ نے کہا تھا۔ سیدہؑ کے وہ الہامی کلمات یہ ہیں:

فَوَ اللهِ لَا تَمْحُوْ ذِكْرَنَا وَلَا تُمِيْتُ وَحْيَنَا وَلَا يَرْحَضُ عَنْكَ عَارُهَا وَهَلْ رَأْيُكَ إِلَّا فَنَدٌ وَأَيَّامُكَ إِلَّا عَدَدٌ وَجَمْعُكَ إِلَّا بَدَدٌ يَوْمَ يُنَادِي الْمُنَادِيْ أَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ

"خدا کی قسم! تو ہمارا نام اور پیغام نہیں مٹا سکتا اور تو اس ننگ و عار سے کبھی بری نہیں ہو سکتا، اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تیری فکر، تیرا اقتدار اور تیرا لاؤ لشکر سب کچھ مٹ جائے گا جس دن ندا دینے والا ندا دے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو"۔

Presented by Ziaraat.com

سیدہؑ نے اپنی اسیری کے دوران مزید یہ الہامی کلمات ارشاد فرمائے:

اَلْمُسْتَقْبِلُ لِذِکْرِنَا وَالْعَظَمَۃُ لِرِجَالِنَا وَالْحَیَاۃُ لِاٰثَارِنَا وَالْعُلُوُّ لِاَعْقَابِنَا وَالْوَلَاءُ لَنَا وَحْدَنَا

"آنے والے زمانوں میں ہمارے تذکرے اور ہمارے خاندان کے چرچے ہوں گے۔ بزرگی ہمارے مردوں کے لیے ہوگی۔ ہمارے آثار ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ بلند مرتبہ ہمارے خاندان کے لیے ہوگا اور لوگوں کی محبت ہمارے خاندان کے لیے ہوگی"۔

سرزمین کربلا کو ترک کرنے سے پہلے سیدہ زینبؑ نے حضرت امام سجاد علیہ السلام سے کہا:

فَوَاللّٰہِ اِنَّ ھٰذَا لَعَھْدٌ مِنَ اللّٰہِ اِلٰی جَدِّکَ وَاَبِیْکَ اِنَّ قَبْرَ اَبِیْکَ سَیَکُوْنَ عَلَماً لَا یُدْرَسُ اَثَرُہٗ وَلَا یُمْحٰی رَسْمُہٗ عَلٰی کُرُوْرِ الْاَیَّامِ وَاللَّیَالِیْ وَلَیَجْتَھِدَنَّ اَئِمَّۃُ الْکُفْرِ وَاَشْیَاعُ الضَّلَالِ فِیْ مَحْوِہٖ وَتَطْمِیْسِہٖ فَلَا یَزْدَادُ اَثَرُہٗ اِلَّا عُلُوًّا

"خدا کی قسم! کربلا میں رونما ہونے والا یہ حادثہ درحقیقت روز ازل سے خدا تعالیٰ اور تیرے نانا رسولؐ اور تیرے بابا علیؑ کے درمیان عہد و پیمان کی صورت میں مقرر تھا۔ تیرے بابا کا مزار ہدایت کا مرکز ہوگا اور شب و روز کے گزرنے سے اس کے آثار نہیں مٹیں گے۔ لشکر کفر کے امام اور ان کے پیروکار تیرے بابا کی قبر کو مٹانے کی جتنی کوششیں کریں گے ناکام رہیں گے بلکہ اس کی عظمت میں روز بروز اضافہ ہوگا"۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۸، ص۱۱)

سیدہؑ نے اپنے اس عالی بیان میں جن حالات کی پیشگوئی کی زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ تمام حالات من و عن سچ ثابت ہوئے۔ یزید کے دامن پر خونِ ناحق کے

Presented by Ziaraat.com

جو دب گئے تھے وہ صاف نہ ہوئے، یہاں تک کہ وہ نابود ہو گیا، اور بار گناہ اپنے ہمراہ لیے ہوئے اپنے ٹھکانے تک پہنچ گیا۔ اس کی حکمرانی اور اس کی کامیابی کے چند گنے چنے دن ہی تھے جو گزر گئے اور اس کے اعیان و انصار سب کے سب ہلاک ہو گئے، اور آنے والے زمانہ میں خاندانِ اہلِ بیتؑ کے تذکرے اور ان کی عظمت کے چرچے باقی رہ گئے اور باعظمت زندگی ان کی علامت بن گئی۔ روز بروز ان کی نسل کی بلندی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اس خاندان سے لوگوں کی محبت میں اور زیادہ اضافہ ہوا۔

قبرِ حسینؑ آج تک اس بلند پرچم کی مانند ہے جس کی بلندی تک کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی۔ ایسا پرچم جو کبھی فرسودہ نہ ہوا۔ وہ سرزمین جہاں قبرِ حسینؑ واقع ہے، اس میں اس کی برکتوں کے بہت سے اثرات ہیں لیکن قبرِ حسینؑ نے زمینِ کربلا میں جو اثر دکھائے اس سے زیادہ لوگوں کے دلوں میں دکھائے بلکہ اس کے اثرات مستحکم ہوتے چلے گئے۔ گروہِ کفر کے سرداروں اور ضلالت و گمراہی کے پیروکاروں کی ناکام کوشش کے باوجود وہ کم نہ ہو سکے۔

اس کرۂ خاک و آب کا غور سے مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ سید الشہداءؑ کی شہادت کے معجزات کو دیکھا جا سکے اور دیکھنا چاہیے کہ امیر شام، یزید، ابن زیاد اور شمر کے آثار کہاں ہیں؟ ان کے آثار و نشانات مٹ گئے۔ ان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ جب بھی انھیں یاد کیا جاتا ہے لعنت کے سوا یاد نہیں کیا جاتا اور ہر کوئی ان کے لیے عذاب میں اضافہ کی دعا کرتا ہے۔

یہ حسینؑ ابن علیؑ ہیں کہ جن کے نام نامی اسم گرامی کے پر ترنم نغمے ہر سو سنائی دیتے ہیں۔ ان کا نام ہمیشہ باقی رہنے والا مقدس نام ہے، کیونکہ ہر مقام پر حسینؑ ہدایت کا مینار ہے۔ ہر دریائے پرشور میں کشتی نجات ہے اور ہر تاریکی میں حکمت کا نور ہے اور ہر ظالم فرمانروا کے مقابل میں ظلم کی بنیادیں ہلا دینے والا نوری دھماکہ ہے۔

Presented by Ziaraat.com

ستم دیدہ لوگوں کی اُمید کا نام ہے حسینؑ۔ مصیبت دیدہ لوگوں کے زخموں پر مرہم کا نام ہے حسینؑ۔ خلاصہ یہ کہ ہر اخلاقی بیماری اور اجتماعی مرض کے شفا کا نام ہے حسینؑ۔

کہاں ہیں وہ ظلم کرنے والے اور ان کی قبروں کے نشان؟ اور انھیں کس طرح یاد کیا جاتا ہے، درود وسلام سے یا لعنت وبددعا سے؟ اعتقادی اُصولوں کی پائیداری سے ان لوگوں کی عظمت کا پتہ چلے گا جو امامؑ کی ہم رکابی میں شہید ہوئے۔ یزید کی ذلت وخواری کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے بیٹے معاویہ ثانی نے جب باپ کی موت کے بعد اس کا تخت دیکھا تو وہ مظالم جن کا مرتکب یزید ہوا تھا ان سے اس نے اعلانِ برأت کیا اور اس کا وہ تخت جو خونِ حسینؑ سے رنگین تھا اس پر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔

انقلاب حسینیؑ کی عظمت کے لیے اور کچھ نہ بھی ہوتا تو یہی کافی تھا کہ ان کے قاتل کے بیٹے کو اقرار کرنا پڑا کہ انقلاب کا چراغ حسینؑ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ اقتدار میں آ بھی گیا تو اسی چراغ سے روشنی طلب کرے گا۔ مرگ یزید کے متعلق بیان ہوا ہے کہ وہ شام کے مضافات میں شکار کے دوران واصل جہنم ہوا۔ اس کے بدن پر گزرنے والے لوگ پتھر برساتے اور تھوکتے تھے تاکہ اس کے گندے کردار سے اظہار برأت کریں۔ اس کے نجس بدن میں سے صرف ایک ران ملی جسے باب الصغیر کے نزدیک چھت کے بغیر ایک کمرے میں دفنایا گیا۔

ادھر عظمت حسینؑ کو دیکھیں کہ لوگ اختلاف دین اور اختلاف مذہب کے باوجود امام حسینؑ کا کتنا احترام کرتے ہیں؟ اور جنگ، صلح میں اور دیگر چھوٹے بڑے کاموں میں کس طرح امامؑ کی زندگی سے الہام لیتے ہیں؟ اور ہر سال روز عاشور کس طرح اس الہام کی تجدید کرتے ہیں؟ روز عاشور اس بزرگ مرد کی یاد کا دن ہے جس نے دین کی موت پر اپنی موت کو ترجیح دی۔ جس نے اپنی جان دے کر یوم الدین تک دین کو زندگی بخشی۔

Presented by Ziaraat.com

ذاتِ پروردگار کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ وہ اپنے بندوں پر اتنا مہربان ہے کہ ان کی نجات کے لیے حسینؑ کی شکل میں کشتی نجات کا انتظام کیا اور مینارِ ہدایت و فضیلت کو حسینؑ کی صورت میں بلند کیا۔ اولادِ آدمؑ کے لیے یہ بہت بڑا درس ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ احکاماتِ خدا اور تعلیماتِ انبیاء کو دیکھنے اور سننے کی بجائے ان سے اپنی آنکھیں اور اپنے کان بند کرلیں بلکہ انسان غور کرے اپنی آنکھیں اور اپنے کان کھول کر رکھے۔ اولادِ آدمؑ کو خداوند متعال نے اس حکمت کے لیے خلق فرمایا ہے جو بشری فکر سے بالاتر ہے۔ خداوند متعال نے فرمایا:

''جس طرح آسمان زمین کے اُوپر ہیں اسی طرح مجھ تک پہنچنے کے راستے تمہارے راستوں سے اُوپر ہیں''۔

تحریک حسینی ؑ درحقیقت وہی کشتی نجات ہے جس کی طرف رسولؐ خدا نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''جو اس پر سوار ہوگا وہ نجات پا جائے گا اور جو اس سے کنارہ کش ہوگا وہ غرق ہو جائے گا''۔

کیا خوب ہوگا کہ اس پُرآشوب دور میں جب معاشرے پر اخلاقی، اجتماعی اور سیاسی تاریکی چھائی ہوئی ہے اور انسان مختلف قسم کے مصائب و آلام کا شکار ہے۔ اپنے مصائب و آلام سے نجات پانے کے لیے حسینؑ جیسے نورانی چراغ سے روشنی پائے، تاکہ گمراہ نہ ہو اور کشتی نجات میں اپنے پنجے جمادے تاکہ غرق نہ ہو اور انؑ کے استغاثوں سے ہدایت حاصل کرے تاکہ گمراہ کرنے والے وحشی جانور اور ذلیل کرنے والے ظالم اس سے دُور رہیں۔

کتنی پسندیدہ ہے یہ بات کہ ہر دور سے زیادہ اس دور میں شہادتِ حسینؑ کی حرارت سے لوگ بہرہ مند ہوں، ایسی حرارت جو ہمارے دلوں میں ہمیشہ جوش مارتی

Presented by Ziaraat.com

رہے اور کبھی سرد نہ ہو۔ حقیقت حال تو یہ ہے کہ جب سے ہم ایمان لائے ہیں وہ حرارت ہمارے دلوں میں موجود ہے جو ہمیشہ موجود رہے گی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَیْنِ حَرَارَةً فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَبْرُدُ اَبَدًا

"شہادت حسینؑ کی حرارت مومنین کے دلوں میں موجود ہے جو کبھی سرد نہیں ہوگی"۔

رسولؐ خدا ہمیں ہدایت کی بنیاد کی طرف متوجہ فرمارہے ہیں۔ اسکی بنیاد جسے ہم فراموش کر چکے تھے۔ قتل حسینؑ کی حرارت سے خدا نے ہمارے دل لبریز کردیے ہیں اس طرح کہ وہ حرارت ہمارے گوشت پوست اور خون کا حصّہ بن چکی ہے۔ وہ حرارت گویا ہمارے بدن کو تشکیل دینے والے سیل اور ٹشوز (tissues cells) کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس حرارت کو اپنے اندر محفوظ رکھیں۔ اسے سرد نہ ہونے دیں۔ اگر یہ حرارت دائمی قانون ہدایت کی حیثیت نہ رکھتی ہوتی، بلکہ ایک عارضی اور جز وقتی صفت ہوتی تو حضور فرماتے:

"قتل حسینؑ کی حرارت آئندہ زمانوں میں کبھی نہ کبھی شعلہ ور ہو جائے گی"۔

حضورؐ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ آپؐ نے فرمایا:

"وہ حرارت ہمیشہ مومنین کے دلوں میں رہے گی اور کبھی سرد نہیں ہوگی"۔

اب ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اس حرارت کو ٹھنڈا نہ ہونے دیں۔

حضورؐ نے قتل حسینؑ کی حرارت کو "انسانی ارادے" سے مربوط کردیا ہے تاکہ انسان اس سے ہدایت حاصل کرے۔ حضرتؐ کا اشارہ انسانی وایمانی غیرت وحمیت کی طرف ہے کہ جس کی بنا پر شہادت نے حرارت کی صورت اختیار کرلی ہے لہٰذا جب تک انسان کے دل میں ایمانی غیرت رہے گی وہ حرارت بھی رہے گی۔

Presented by Ziaraat.com

یہ کوئی پیچیدہ فلسفیانہ بات نہیں ہے بلکہ حضورؐ اس حقیقت پر تاکید کرنا چاہتے ہیں کہ مومن کا پاک دل، قتلِ حسینؑ کی حرارت کا اصل مقام ہے۔ ایمان ہی قتلِ حسینؑ کی حرارت ہے اور قتلِ حسینؑ کی حرارت ہی ایمان ہے۔ یہ دونوں ایک چیز ہیں، ان میں فرق نہیں ہے۔

ایسی حرارت مومن کے دل میں ہمیشہ محفوظ رہے گی، کبھی سرد نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ دل فکرِ انسان کو حرکت میں لاتا ہے اور جب فکر حرکت میں آجائے تو انسان اقدام کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے۔ جب عاشق کے دل میں حرارتِ عشق کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ معشوق کی محبت کو اپنے تن، من، جان و روح میں اور زیادہ مضبوط و مستحکم کر لیتا ہے۔

قتلِ حسینؑ کی حرارت جو ہمارے دلوں میں مستحکم ہو چکی ہے۔ یہ درحقیقت حسینؑ بن علیؑ کے نور کا مقدس عکس ہے جس کی وجہ سے ہم اسی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں جس طرف سے اس ناشناختہ حرارت کی صدائیں سنائی دیتی ہیں تاکہ اس حرارت کو جذب کر کے اپنے باطن کا مُردہ خشک بیاباں زندہ و سرسبز کر لیں۔ حرارتِ دل اور سوزِ قلبی کا یہی راز ہے (انتہائی باریک نکات ہیں جن میں بار بار غور کرنے کی ضرورت ہے)۔

حضورؐ کے اس فرمان میں بے شمار انقلابی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اگر ہم ان کو زادِ راہ عمل بنا کر چلیں تو ہماری زندگی تبدیل ہو جائے چنانچہ ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی بنیاد کی طرف متوجہ رہیں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں۔ ہمارے دل میں پائی جانے والی ہیجانی کیفیت اور جوش و جذبہ ہمیں نہضتِ حسینیؑ کی حمایت پر مجبور کرتا ہے۔ وہ نہضتِ حسینیؑ جس کا دوسرا نام عدالت، رحمت اور اطمینان ہے اور اس کا سستی، خوف اور شک کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ واقعاً ایک حقیقی مومن سے زیادہ کون اس کا سزاوار ہے کہ وہ شہادتِ حسینؑ کے نتائج سے فائدہ اُٹھائے؟

ایک مومن جس کے افکار سمیت پورا وجود قتلِ حسینؑ کی حرارت کا حصہ بن چکا ہو،

Presented by Ziaraat.com

اس سے زیادہ کون سزاوار ہے کہ اس حرارت سے استفادہ کرے؟ بنابر ایں ہم ایسے مومن کیوں نہ بنیں جن کے دلوں میں خداوند متعال نے قتل حسینؑ کی سرد نہ ہونے والی حرارت کو جگہ دی؟ کیا ہم اس عظمت کے لائق ہیں؟ کیا ہم اس حرارت کے لائق ہیں؟

مذکورہ سوالات کے جوابات دینے سے پہلے اپنے آپ سے پوچھیے: کیا شہادتِ حسینؑ کے سوز و گداز کو ہم سمجھے ہیں؟ اگر وہ ہمارے اندر پایا جاتا ہے تو کیا اس حد تک ہے کہ ہم اس پر مطمئن ہو جائیں؟

یاد رہے! اطمینان کی علامت یہ ہے کہ ہم اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھیں کہ ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کس حد تک طاقت رکھتے ہیں؟ اور مظلوموں کی مدد کی کتنی تڑپ رکھتے ہیں؟

اگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور مظلوموں کی مدد میں ہم کسی بے جا مصلحت کا شکار نہیں ہوتے اور اپنے دنیوی نفع و نقصان کی پروا نہیں کرتے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ ہم قتل حسینؑ کی حرارت کہ جو ایمان کا دوسرا نام ہے اسے اپنے اندر جگہ دے چکے ہیں اور اس کی حقیقت کو سمجھ چکے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہمیں اپنے ایمان پر نظر ثانی کرنا پڑے گی۔

Presented by Ziaraat.com

نہضت حسینؑ کے پوشیدہ عوامل

نہضت حسینؑ کے اسباب ۶۱ ہجری میں وجود میں نہیں آئے بلکہ ان اسباب و عوامل کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ کتب تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خاندانِ عبدالمناف اور خاندانِ قریش کے بزرگان سے ان اسباب کا آغاز ہوا۔ بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کا تعلق ایک خاندان سے تھا لیکن ان میں اخلاق و کردار کے اعتبار سے بڑا فرق تھا، کیونکہ بنو ہاشم بااخلاق، باکردار اور جوان مرد تھے جبکہ بنو اُمیہ خصوصاً فرزندانِ عبدشمس چالاک، دُنیادار اور مفاد پرست تھے۔ نُفَیل کے اس شعر میں دونوں خاندان کی خوب توصیف بیان کی گئی ہے۔ جب نفیل بن عدی نے حرب ابن اُمیہ کو خطاب کر کے کہا:

اَبُوْكَ مُعَاهِرٌ وَاَبُوْهُ عَفٌّ وَدَاهُ

الْفِيْلِ عَنْ بَلَدِ الْحَرَامِ

"تیرا باپ بدکار ہے، اس کا باپ پاکدامن ہے جب ہاتھیوں نے پر حملہ کیا تو اس کے باپ نے دفاع کیا"۔

نفیل بن عدی ابرہہ کی فوج کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ جس نے مکہ پر حملہ کیا تھا اور اُمیہ کو فاسد کہہ رہا ہے، کیونکہ وہ خاص حالات اور خاص مقامات پر عورتوں کو چھیڑا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایسے وقت میں اسے تلوار کی ضرب بھی کھانا پڑی تھی جب وہ قبیلۂ بنی زہرہ کی ایک عورت سے چھیڑ خانی کر رہا تھا۔ شاید اخلاق و مزاج کے اسی اختلاف کی وجہ سے ہاشم اور عبدشمس کی نسلوں میں اختلاف پیدا ہوا اور ان کے راستے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

Presented by Ziaraat.com

تاریخ دانوں میں یہ بات مشہور ہے کہ بنو ہاشم معاشرے کی ہدایت و رہبری کے ذمہ دار تھے۔ معاشرے میں انھیں ایک رہبر کا درجہ حاصل تھا جبکہ عبد شمس اور اس کی اولاد تاجر اور چالاک سیاستدان تھے۔

جب لوگوں کے مزاج اور ان کی فطرت میں تفاوت پیدا ہو جائے تو ان کے امورِ زندگی میں بھی یقیناً تفاوت پیدا ہو جائے گا۔ اس دور میں نظر آ رہا تھا کہ عبد مناف کے دو خاندانوں میں حتماً جنگ ہوگی۔ فطری سی بات ہے جب دو خاندانوں کے درمیان جنگ ہو جائے تو ایک آگاہ اور مزاج شناس انسان آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان میں سے کون سا خاندان حق پر ہے اور کون سا باطل پر اور کون سا خاندان ظالم ہے اور کون سا مظلوم؟

اگر ان دو خاندانوں کا معاملہ کسی انسان کے سامنے رکھا جائے تو وہ ضرور جواب دے گا کہ مفاد پرست اہلِ باطل ہوتا ہے اور با کردار، با اخلاق اور جان نثار مرد اہلِ حق ہوتا ہے۔ اسی بنا پر حتماً وہ یہ فیصلہ دے گا کہ تاجر اور سیاستدان اختلاف کا سبب تھا کہ وہ نہیں جو دینی معاملات میں لوگوں کا رہبر تھا اور معاشرے کو اخلاق و کردار سازی کی طرف دعوت دینے والا ہے۔ اگرچہ ہماری یہ کتاب ایک تجزیاتی کتاب ہے واقعاتی کتاب نہیں۔ اور ان دو خاندانوں (خاندان بنو اُمیہ اور بنو ہاشم) کے اختلاف کے تاریخی عوامل تاریخ کی کتابوں میں محققین نے درج کیے ہیں لیکن ہم اپنی اس کتاب میں ان عوامل پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں، تا کہ ۶۱ ہجری تک ان دو خاندانوں کے حالات سامنے لائے جا سکیں۔

بنیادی اختلاف

بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کے درمیان پائے جانے والے شدید اختلاف کا تعلق

Presented by Ziaraat.com

زمانہ جاہلیت سے ہے۔ جس کا آغاز بنو ہاشم اور بنو امیہ سے ہوا تھا اور پھر حضرت محمدؐ اور ابوسفیان کے درمیان اور پھر حضرت علیؑ اور امیر معاویہ کے درمیان اور پھر امام حسینؑ اور یزید کے درمیان موجود رہا۔

رحلتِ رسولؐ سے مسلمانوں کے مختلف قبائل کے درمیان ہوسِ اقتدار آشکار ہوگئی۔ رسولؐ کی رحلت کو ابھی چند گھنٹے نہیں گزرے تھے کہ مسلمانوں کے درمیان گوشہ وکنار سے خلافت وجانشینی کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ہر گروہ کی کوشش تھی کہ خلافت ہمارے حصہ میں آجائے۔ انصار خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے جبکہ خاندانِ قریش کے ایک گروہ نے ان کی مخالفت کی۔ مسلمان ہوسِ اقتدار میں یوں غرق ہوئے کہ مولا علیؑ کی خلافت کے متعلق رسولؐ کی ہر وصیت بھول گئے۔

قبائلی تعصب کی آگ سقیفہ میں بھڑک اٹھی جس نے آہستہ آہستہ اس دور کے اکثر مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جب حضرت عمرؓ بن خطاب خلیفہ بنے تو انہوں نے بیت المال سے ملنے والے حصے کو معیارِ فضیلت قرار دیا۔ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں کو دوسرے مسلمانوں پر برتری دی۔ مہاجرین کو انصار پر، عرب کو عجم پر، عربیوں کو غلاموں پر اور قبیلۂ مضر کو ربیعہ پر اور اوس کو خزرج پر۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی، ج ۸، ص ۱۱)

لیکن حضرت عمر بن خطاب اس قبائلی تعصب کے نقصانات کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور اس کی اصلاح کے لیے کوئی اقدام نہ کیا یہاں تک کہ خود اسی تعصب کا شکار ہوگئے۔

تاریخ یعقوبی اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید میں آیا ہے کہ عمر بن خطاب نے ایک دفعہ کہا:

"اگر میں اس سال زندہ رہا تو لوگوں میں مساوات قائم کروں گا۔ سفید کو سیاہ پر اور عرب کو عجم پر برتری نہیں دوں گا، بالکل اسی طرح جس

Presented by Ziaraat.com

طرح رسولؐ خدا اور ابوبکر نے کیا تھا"۔

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو انھوں نے بھی سابقہ انداز حکمرانی کو جاری رکھا اور قبائلی تعصب کا بیج جو سقیفہ بنی ساعدہ میں کاشت ہوا تھا آج وہ تناور درخت بن گیا تھا اور اس کا منحوس پھل تقریباً تمام قبائل کھانے لگے۔ جس کی وجہ سے مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ بنی ہاشم کے سوا تمام قریش حضرت عثمانؓ کے حامی بن گئے جبکہ بنو ہاشم اور انصار حضرت علیؑ کی حمایت کرنے لگے۔ اس حالت کا واضح طور پر ملاحظہ نے کے لیے اس بیان کی طرف توجہ کیجئے۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اموی نے کہا:

"اے سرداران قریش! اگر تم چاہتے ہو کہ قریش کے درمیان اختلاف پیدا نہ ہو تو آؤ حضرت عثمان بن عفانؓ کی بیعت کرلو"۔

ادھر حضرت عمار بن یاسرؓ نے پکارا:

"اگر تم چاہتے ہو کہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق قائم ہو تو آؤ علی ابن ابی طالبؑ کی بیعت کرلو"۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۹، ص۵۹)

چونکہ علیؑ بن ابی طالب مسلمان عوام کے امیدوار (candidate) تھے لہٰذا وہ کامیاب نہ ہو سکے اور حضرت عثمانؓ قریش کے سرداروں کے نمائندے تھے لہٰذا وہ بیعت لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اس دن سے بنو امیہ حکومت میں داخل ہو گئے اور حضرت عثمانؓ جو کہ خلافت کی زبردست خواہش رکھتے تھے کامیاب ہو گئے۔ علیؑ بن ابی طالب نے سلیکشن کے بعد فرمایا:

"اگر مسلمان محفوظ رہ جائیں اور تنہا مجھ پر ظلم ہوتا رہے تو کوئی بات نہیں میں خاموش ہو جاؤں گا"۔

Presented by Ziaraat.com

بھی روزِ اول تھا جہاں سے مسلمانوں کے عقائد اور اسلامی نظریات میں انحراف کا آغاز ہوا یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کی حکومت میں اقتدار و اختیار اور مال و منال کی تقسیم میں بے انصافی کھل کر سامنے آ گئی یہاں تک کہ اس بے انصافی نے پوری سرزمین اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور یہی چیز سبب بنی کہ مسلمانوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف قیام کیا۔ حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ گورنروں نے مسلمانوں کو سخت تکلیفیں دیں، مسلمانوں کو مشکل ترین حالات میں بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا جاتا اور وہ بصد خوشی چلے جاتے لیکن حضرت عثمانؓ ان کی معاونت روک لیتے، تاکہ وہ ان کی اطاعت پر مجبور رہیں بالآخر ان حادثات کا نتیجہ قتل عثمانؓ کی شکل میں سامنے آیا۔

علی بن ابی طالب علیہ السلام کی حکومت

قتل عثمان کے بعد لوگ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، تاکہ وہ خلافت کو قبول کرلیں لیکن وہ بالکل تیار نہ ہوئے، کیونکہ قتل عثمان کے بعد حکومت میں بہت بُرے اثرات پیدا ہو گئے تھے۔ اسی لیے امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"میرا دامن چھوڑ دو، خلافت کے لیے کسی اور کو ڈھونڈ لاؤ، موجودہ حکومتی نظام کا مستقبل تاریک ہے اور راستے گم ہو چکے ہیں۔ جان لو! اگر میں خلیفہ بن گیا تو اپنے علم کے مطابق احکامات جاری کروں گا اور لوگوں کی باتوں اور ان کی سرزنش کی قطعاً پروا نہیں کروں گا۔ مجھے خلافت سے الگ رہنے دو تو میں تمہاری طرح بلکہ تم سے بھی زیادہ تمہارے خلیفہ کے قوانین کا پابند رہوں گا۔ میں اگر تمہارا مشاور بن کے رہوں تو اس سے بہتر ہے کہ تمہارا خلیفہ بن کے رہوں"۔

لیکن پھر بھی مسلمانوں نے خلافت قبول کرنے پر شدید اصرار کیا تو امامؑ نے محض

Presented by Ziaraat.com

اصلاحِ احوال کی خاطر ان کی خواہش کو قبول کرلیا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے حضرتؑ کی بیعت کی۔ امام علیہ السلام نے فوراً حکومتِ عثمان میں پیدا ہونے والی بے انصافیوں کی اصلاح کے لیے اقدام کیا اور اس سلسلے میں فرمایا:

"یہ بات مجھے قطعاً قبول نہیں ہے کہ بعض نادان اور ظالم لوگ مسلمانوں کے حاکم بن جائیں اور لوگوں کو کھلونا بنالیں۔ وہ نیک لوگوں سے دشمنی کریں اور فاسق و فاجر لوگوں کو اپنے گروہ میں داخل کرلیں"۔

امام عالی مقامؑ نے عرب کے جاہلی تعصبات اور طبقاتی نظام کے خاتمے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

اَلذَّلِيلُ عِنْدِي عَزِيزٌ آخُذَ الْحَقَّ لَهُ وَالْقَوِيُّ عِنْدِي ضَعِيفٌ حَتّٰى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ

"ضعیف و کمزور لوگ میرے نزدیک عزت والے ہیں تاکہ میں ان کا حق انھیں دلوا دوں اور طاقت ور لوگ میرے نزدیک کمزور ہیں یہاں تک کہ میں ان سے مظلوموں کا حق واپس لے لوں"۔ (نہج البلاغہ ۲۱۸/۱)

بہت کم عرصے میں امامؑ نے بااثر لوگوں سے کمزور لوگوں کا حق واپس لے لیا اور طبقاتی نظام کو ختم کردیا۔ امامؑ عالی مقام کے ان اقدامات سے قریش کا بغض و کینہ جوش میں آیا۔ انھوں نے ابتدائی طور پر مذاکرات کو ترجیح دی۔ اسی غرض سے ولید بن عقبہ کو حضرتؑ کے پاس بھیجا تاکہ وہ امامؑ سے مذاکرات کرے کہ حکومتِ عثمان سے جو مال وہ لے چکے ہیں اگر امامؑ ان سے واپس نہ لیں تو وہ بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن امامؑ نے جب ان کی یہ پیشکش قبول نہ کی تو اسی دن سے انھوں نے امامؑ کے خلاف سازشوں کا آغاز کردیا۔

Presented by Ziaraat.com

سب سے پہلے بصرہ میں خون خواہی عثمان کا نعرہ لگانے والوں نے امامؑ کے خلاف صف آرائی کی، جس سے جنگ جمل کا حادثہ پیش آیا جسے حضرت نے پوری طاقت سے کچل دیا۔ ان میں سے جو ذوالفقارِ علیؑ سے بچ نکلے تھے انھوں نے شام کا رُخ کیا۔ معاویہ بن ابی سفیان کے پرچم تلے شام میں وہ تمام لوگ اکٹھے ہو گئے جنہوں نے حکومت اسلامی کے اصلاحی اقدامات کی وجہ سے نقصان اُٹھائے تھے۔

ابھی چند روز نہیں گزرے تھے کہ قتل عثمان کا بدلہ لینے کا نعرہ لگا کر شام والوں کا لشکر، معاویہ کی سربراہی میں میدانِ صفین میں جمع ہو گیا۔ جس سے جنگ صفین کا حادثہ پیش آیا۔ جس میں شام والوں نے نیزوں پر قرآن بلند کر کے تحکیم والی منافقانہ چال چلی۔

اس کے فوراً بعد خوارج نے نہروان میں اجتماع کیا جس سے جنگِ نہروان کا حادثہ پیش آیا۔ جس کا مقصد واجب الاطاعت امامؑ کے خلاف صف آرائی کرنا تھا۔ ان میں سے اکثر لوگ میدانِ جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں مارے گئے۔ پھر سازشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے امامؑ عالی مقام کو شہید کیا گیا اور پھر امام حسن علیہ السلام کی بیعت سے لوگوں کو روکا گیا۔ امام حسن علیہ السلام کے خلاف شام والوں نے فوج تیار کی اور جنگ لڑی جس کی وجہ سے امامؑ نے مسلمانوں کی جان و مال کے تحفظ کی خاطر عارضی طور پر حکومت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

Presented by Ziaraat.com

اَمیرِ شام کا علیؑ کے شیعوں سے انتقام

جب اُمیرِ شام خلیفہ بنا اور اُمتِ اسلامیہ پر مسلط ہو گیا تو لوگوں کو ڈرا دھمکا کر بھوکا پیاسا رکھ کر، دین کا نام استعمال کر کے قوم و قبیلہ اور امیر المومنین جیسے الفاظ استعمال کر کے اُس نے انھیں اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح کے حیلوں بہانوں سے وہ حکومت چلانے میں کامیاب رہا۔

بسر ابن ارطاۃ کو اُس نے چالاک اور پلید فطرت پا کر اپنی فوج کا کمانڈر مقرر کر دیا اور اسے کہا:

"وہ علاقہ جہاں کے لوگ علیؑ کے پیروکار ہوں انھیں ہر طرف سے گھیر کر ان پر ایسا حملہ کر دے کہ وہ یہ سمجھیں کہ اب نجات کا کوئی راستہ باقی نہیں بچا۔ جب تو ان سب پر پوری طرح مسلط ہو جائے تو انھیں آزاد کر دینا اور پھر ایک ایک سے جبراً میری بیعت لینا۔ اگر کوئی انکار کرے تو اس کا سر قلم کر دینا"۔ (1)

معاویہ نے جس سال کو اتحاد کا سال قرار دیا اسی سال اُس نے اپنے تمام گورنروں کو خط لکھا:

"ہر وہ شخص جس نے خاندانِ اہلِ بیتؑ کی فضیلت میں کوئی ایک روایت بھی نقل کی وہ میری حمایت سے محروم رہے گا اور پھر نتائج کا وہ

(1) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 2 ص 4

Presented by Ziaraat.com

خود ذمہ دار ہوگا۔ تمام درباری ملاں برسرِ منبر حضرت علی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے۔ حضرتؑ پر سب و شتم کرتے۔ آپؑ سے اعلانِ برأت کرتے اور خاندانِ اہلِ بیتؑ کے خلاف جو بکواس بک سکتے تھے وہ بکتے تھے۔ اس نے ایک دفعہ اپنی باطنی نیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے کوفہ والو! کیا میں نے تمہارے خلاف نماز، زکات اور حج کی خاطر جنگ کی ہے؟ نہیں نہیں، تم نماز بھی پڑھتے ہو، زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہو اور حج کا فریضہ بھی ادا کرتے ہو لیکن میں نے صرف اس لیے تمہارے خلاف جنگ کی ہے تاکہ تم میری فرمانروائی کو تسلیم کرلو"۔

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد معاویہ نے شیعوں کو بہت سزائیں دیں۔ بہت شکنجے دیے۔ کئی ہزار شیعوں کا قتل عام کیا۔ اس ظلم کی خاطر اس نے زیاد بن سمرہ بن جندب جیسے خونخواروں کو اپنی فوج کی کمان دی اور اس خونخوار درندے نے ہر اس شیعہ کو قتل کردیا جس پر معاویہ کے جاسوسوں نے قتلِ عثمانؓ کی تہمت لگائی۔ قبیلہ ہمدان کی عورتوں کو قیدی بنا کر بازار میں فروخت کردیا۔ اس طرح مسلمان عورتوں کے بازار میں فروخت ہونے کا تاریخی ریکارڈ قائم ہوا۔ کیونکہ نہ اس سے پہلے ایسا ہوا تھا اور نہ اس کے بعد۔

وہ ایسا چالاک اور ریاکار تھا کہ اتنے مظالم کے باوجود اس زمانے کے بہت سے لوگ اسے بردبار، سخی اور صابر جیسے الفاظ سے یاد کرتے تھے، اسی لیے بہت سے قصہ خوان جو اس دور میں قصہ خوانی میں معروف تھے بہت سے نیک کاموں اور اخلاقی کارناموں کی نسبت اس کی طرف دیا کرتے تھے۔ وہ اپنے منفی سیاسی اہداف میں بالکل کامیاب رہا۔

Presented by Ziaraat.com

اس نے شام، عراق اور یمن کے مختلف قبائل کو ایک دوسرے کا دشمن بنادیا۔ وہ ان میں اختلاف کی آگ بھڑکانے میں کامیاب رہا۔ "مسٹر ولہاوزن" نے اپنی کتاب "عربی حکومت" میں لکھا ہے:

"امیر شام کے گورنروں نے قبائل کے درمیان قدیم دشمنی کی خاموش آگ کو خوب بھڑکایا۔ ان کے پاس فوجی بہت کم تھے اس لیے انھوں نے بہت سے لوگوں کو اس کام کے لیے اپنے پاس مزدوری پر رکھا تھا تاکہ وہ قبائل کے اختلاف کو ہوا دیں اور اس سے معاویہ کی حکومت مستحکم ہو"۔

ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ بہت سے شعراء کو انھوں نے اس کام پر لگایا۔ اس طرح کہ ایک قبیلے کا شاعر دوسرے قبیلے کے خلاف اور ایک سیاسی جماعت کا شاعر دوسری سیاسی جماعت کے خلاف بیہودہ اور طنزیہ اشعار کہتا جس کے نتیجے میں کشیدگی میں اضافہ ہو جاتا۔

اخطل نامی شاعر بنو اُمیہ کے ساتھ جاملا اور اُس نے بنی تغلب کے شاعر قیس عیلان کے خلاف بہت سے اشعار کہے۔ پھر اخطل فرزدق کے ساتھ جاملا اور بنو قیس کے شاعر جریر کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا رہا۔ اس طرح سے مختلف شعراء کو مزدوری پر لگایا گیا تاکہ وہ اختلاف کو ہوا دیں اور اس طرح حکومت وقت اپنی "لڑاؤ اور راج کرو" کی پالیسی میں بہت کامیاب رہی۔

Presented by Ziaraat.com

تحریکِ دین کا آغاز

قبائلی اور قومی تعصب اپنے عروج پر پہنچا تو پورا اسلامی معاشرہ ایک خطرناک بحران کی لپیٹ میں آ گیا۔ اس طرح کہ لوگ اپنی طرف سے احادیث گھڑ کر انھیں رسولِ خدا کی طرف منسوب کرنے لگے۔ مختلف انداز میں من گھڑت احادیث کو پیغمبرِ اسلام کی طرف منسوب کیا گیا۔ جعلی احادیث کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

① رسولِ خدا نے فرمایا:

"خداوند متعال نے تین افراد کو وحی کا امین قرار دیا:

◇۱ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ◇۲ جبرائیل امین ◇۳ معاویہ

② رسولِ خدا نے ایک تیر معاویہ کو دیا اور فرمایا:

"یہ تیر مجھ سے لے لو (اور اس سے جنگ لڑو) یہاں تک کہ بہشت میں میری تجھ سے ملاقات ہو"۔

③ "میں علم کا شہر ہوں، علیؑ اُس کا دروازہ ہیں اور معاویہ اس کا کنڈا ہے"۔

④ "میرے بعد تم اختلاف اور فتنہ و فساد کا شکار ہو جاؤ گے۔ ایک شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ! اس پُر آشوب دور میں ہمارا مددگار کون ہوگا اور اس دور میں ہماری ذمہ داری کیا ہوگی؟

حضورؐ نے فرمایا: "امینِ اسلام معاویہ ہوگا اور عثمان کی اطاعت کرنا"۔

ان احادیث کے ذریعہ بنو اُمیہ کی حکومت نے لوگوں کو حکومتی نظام کے سامنے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔ ان من گھڑت احادیث میں سے ایک عجیب و غریب حدیث

Presented by Ziaraat.com

یہ ہے: رسولِ خدا نے فرمایا:

"میرے بعد تم ایسی چیزیں دیکھو گے جنھیں تم دوست نہیں رکھتے"۔

لوگوں نے پوچھا: "یارسول اللہ! اس وقت کے لیے آپ ہمیں کیا حکم دینا چاہیں گے؟"

حضور سرورِ کائنات نے فرمایا:

"جو شخص اپنے بادشاہ سے کوئی ناپسندیدہ کام دیکھے وہ اس پر صبر کرے اور اس پر اعتراض نہ کرے، ان فرمانرواؤں کا حق ادا کرو اور دعا کرو کہ خداوند متعال بھی انھیں ان کا حق عطا فرمائے"۔

اس طرح کی احادیث صحیح بخاری اور حدیث کی دیگر کتابوں میں بہ کثرت پائی جاتی ہیں۔ وہ لوگ جنھیں حکومت وقت فقر و غربت میں رکھے اور وہ بھوکے پیاسے، افلاس و ناداری میں زندگی گزار رہے ہوں ان میں حکومت کے خلاف قیام کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ وہ خاموشی اور قیام کی درمیانی حالت میں ہوتے ہیں اور اپنی رائے کو ظاہر کرنے سے ڈرتے ہیں۔ اس حالت میں خاموشی کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوتا، اس لیے کہ انھیں معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے خلاف بات کرنے سے ان کے حصے میں قتل و قید کے علاوہ اور کچھ نہیں آئے گا۔

فرزدق نے اسی حالت کی حکایت کرتے ہوئے اہلِ کوفہ کے متعلق امام حسین علیہ السلام سے کہا تھا:

قُلُوبُهُمْ مَعَكُمْ وَسُيُوفُهُمْ عَلَيْكُمْ

"اُن کے دل آپ کے ساتھ ہیں جبکہ اُن کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں"۔

معاویہ کے دورِ حکومت کے لوگ حضرت عثمان کے دورِ حکومت میں زیادہ آسانی

Presented by Ziaraat.com

میں تھے۔ اس دور میں اسلامی معاشرے کے لوگ طاقت ور تھے۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف قیام کرنے کی طاقت رکھتے تھے لیکن معاویہ کے دور میں ان کے لیے یہ ممکن نہیں تھا، کیونکہ معاویہ ایک شاطر حیلہ باز شخص تھا کہ جو لوگوں کو کچل ڈالنے، ڈرانے دھمکانے اور ان پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کا سر کچل کر انھیں کمزور کر کے ایران کے کسریٰ جیسا شاہی نظام قائم کرے، چنانچہ اس نے اپنا اقتدار قائم کرنے کے بعد کہا: "ظہورِ اسلام کے بعد پہلا بادشاہ میں ہوں"۔

یعنی وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ ظہورِ اسلام کے بعد میں ایسا بادشاہ ہوں کہ جس کی خوفناک اور خونی حکومت کی مثال نہیں ملتی۔ اس نے اپنے بعد ایک موروثی حکومت کی بنیاد رکھی، جو اس کے بعد وراثت کے طور پر اس کے بیٹے یزید کے حصے میں آئی۔ اس حکومت کی طرف سے حرمتِ اسلام کی پامالی اور حقیقتِ اسلام کی تحریف اور اس طرح کے دیگر انحرافات جو وجود میں آئے تھے ان سب کی بازگشت زمانہ جاہلیت کے رسوم ورواج کی طرف تھی کہ جنھیں مٹانے کے لیے اسلام ہمیشہ حالت جنگ میں رہا۔

ایک طرف معاویہ روز بروز اپنی گمراہی میں اضافہ کر رہا تھا اور دوسری طرف اُمت اسلامیہ کی ذلت کا یہ عالم تھا کہ وہ اس ظالم حکومت کے سامنے جھک چکی تھی۔

امام حسین علیہ السلام یہ سارے انحرافات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ آتش انقلاب کے شعلے حضرتؑ کے سینے میں بھڑک رہے تھے۔ اُمت کی بدحالی پر پیچ وتاب کھا رہے تھے اور اس وقت کے انتظار میں تھے جب اُمت کی آزادی کے لیے خداوند متعال کی جانب سے غیبی اشارے آئیں، تاکہ حضرتؑ الٰہی تائید سے انقلاب کا آغاز کریں، تاکہ اُمتِ رسولؐ کو صراطِ مستقیم اور صراطِ ہدایت کی طرف پلٹایا جا سکے۔ وہ لوگ جو جان کے ڈر سے خاموش تھے، ان میں آتشِ انقلاب پیدا کی جا سکے اور سب سے مقدس ہستیوں کی عظیم شہادتوں کے ذریعہ دین کا حیاتِ نو دے کر اسے اسی حالت

Presented by Ziaraat.com

میں لایا جاسکے جس حالت میں وہ زمانِ رسولؐ میں تھا۔

امام حسینؑ نے معاویہ کے دور میں قیام کیوں نہ کیا؟

بہت سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ امام حسینؑ نے معاویہ کے دور میں قیام کیوں نہ کیا؟ امام علیہ السلام نے یزید کے دور تک اپنے قیام کو تاخیر میں کیوں ڈالا؟ حالانکہ معاویہ کے دور میں حکومتی فسادات مسلمانوں پر بالکل واضح ہو چکے تھے؟

حضرتؑ نے اس وقت قیام کیوں نہ کیا، حالانکہ اُمت طرح طرح کے سخت ترین مشکلات و مصائب سے گزر رہی تھی؟

مذکورہ سوالات کے بہت سے جواب دیے گئے ہیں کہ جو حقیقت سے دور ہیں۔ انقلاب کو تاخیر میں ڈالنے کے اسباب و عوامل کو گہرائی سے دیکھنے کی ضرورت ہے کہ امام حسینؑ نے کن وجوہات کی بنا پر اس دور میں خاموشی اختیار کی۔

جن لوگوں نے ان سوالات کے اُدھورے اور مضحکہ خیز جواب دیے ہیں اُنھوں نے اس موضوع کی ایسی غلط تفسیر کی ہے جس سے بہت سارے حقائق مسخ ہو گئے ہیں اور بہت سارے حقائق چھپ گئے ہیں۔ ایسے لوگوں نے انقلابِ حسینؑ کے پیچھے کارفرما عنایاتِ الٰہی سے چشم پوشی کی ہے۔

اگر ہم یہ کہیں تو غلط نہیں ہوگا کہ جس طرح خداوند متعال نے انبیاء، اَوصیاء اور اَولیاء کو اپنے اپنے زمانے میں قیام کا حکم دیا تھا اسی طرح خداوند متعال نے امام حسینؑ کو بھی قیام کا حکم دیا، کیونکہ حکمتِ الٰہی کے مطابق انقلابِ امامؑ کو تاخیر میں ڈالا گیا تھا۔ پروردگار کی طرف سے کیفیتِ انقلاب اور زمانِ انقلاب کا امام کو الہام ہوا تھا تاکہ اس آفتاب عالم تاب کی روشنی ہر جگہ پھیل جائے۔

انقلابِ حسینؑ سے پہلے اور اس کے بعد بہت سے انقلاب آئے لیکن امامؑ کے انقلاب سے اَہداف کے اعتبار سے بالکل الگ تھے۔ جب معاویہ کے دور میں اہلِ کوفہ

Presented by Ziaraat.com

نے امامؑ عالی مقام کو خطوط لکھ کر ظالم اُموی حکومت کے خلاف قیام کرنے کی دعوت دی تو ان کے جواب میں امامؑ نے ارشاد فرمایا:

"ہماری رائے کے مطابق یہ دور نہیں ہے۔ خداوند متعال تم پر رحم کرے، تم خاموشی سے اپنے مقام پر بیٹھے رہو۔ حکومت کے ظلم سے بچنے کے لیے اپنے گھروں میں چھپ جاؤ، جب تک معاویہ زندہ ہے تم قیام کا سوچو بھی نہیں"۔

یہ ایسے ہے جیسے حضرت عیسیٰؑ سے آپؑ کی مادر گرامی نے جب معجزہ دکھانے کا کہا تو حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا: "مادر جان!! ابھی معجزہ دکھانے کا وقت نہیں آیا"۔

آخر کیا وجہ تھی کہ امام حسینؑ نے اہلِ کوفہ کو خاموش رہنے کا حکم دیا، کیونکہ اُموی حکومت نے اُمت کے لیے جو حالات پیدا کر دیے تھے ان کے پیش نظر امامؑ نے قتل ہو جانا تھا چاہے آپؑ معاویہ کے ہاتھوں چاہے یزید کے ہاتھوں قتل ہوتے؟ اور یہ بات بھی ہر کوئی جانتا تھا کہ فوجی مقابلے کے ذریعہ امامؑ کے عزم کو شکست نہیں دی جا سکتی۔ تو پھر معاویہ کے دور میں قیام نہ کرنے کی کیا وجہ تھی؟

یہ وہ مرحلہ ہے جس میں غور کرنے سے حکمت الٰہی آشکار ہو جاتی ہے اور اس دور میں قیام نہ کرنے اور یزید کے دور میں چھوٹے سے لشکر کے ساتھ قیام کرنے کا راز سمجھ میں آ جاتا ہے، کیونکہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے ان مشکل حالات میں مجبور ہو کر معاویہ کے ساتھ صلح کر لی تھی۔ یہ پاک و نجیب امامؑ کہ جن کی اخلاقی عظمت کا تقاضا یہ تھا کہ اپنے بڑے بھائی اور زمانے کے امام، امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے کیے ہوئے عہد و پیمان کے پابند رہیں۔ امامؑ کے ہوتے ہوئے اپنی رائے اور اپنے اجتہاد کو کسی صورت بیان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ کسی شخص نے معاویہ کے ساتھ امام حسن مجتبیٰ کی صلح کے متعلق امام حسینؑ سے سوال کیا تو امامؑ نے جواب میں فرمایا:

"میرے بڑے بھائی کی رائے یہ ہے کہ صلح کی جائے اور میرے

Presented by Ziaraat.com

راۓ یہ ہے کہ ظالموں سے جنگ کی جاۓ، یہ دونوں آراء خدا اور
رسولؐ کے فرمان کے عین مطابق ہیں"۔

امامؑ نے اہلِ کوفہ سے کہا:

"تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو جب تک ہند جگر خوار کا بیٹا زندہ ہے۔
اگر معاویہ مر گیا اور ہم لوگ زندہ رہ گئے تو اُمید ہے خداوند متعال
ہمارے لیے ہدایت کا راستہ ضرور نکالے گا اور ہمیں ایک لحظہ بھی
ہمارے نفسِ امارہ کے حوالے نہیں کرے گا"۔

امام علیہ السلام کا یہ جملہ کہ:

"اگر معاویہ مر گیا اور ہم زندہ رہ گئے تو اُمید ہے کہ خداوند ہمارے
لیے کوئی راستہ نکالے گا"۔

عہد معاویہ میں قیام نہ کرنے کی دلیل ہے اور مذکورہ جملے کے فوراً بعد جو امام علیہ السلام
نے فرمایا:

"اُمید ہے خداوند متعال ہمیں ہدایت کا صحیح راستہ دکھاۓ گا"۔

اس سے گویا امام نے یہ کہنا چاہا کہ صرف ذاتِ خدا ہے جو اس کام میں ہماری
مدد کرے گی اور ہمیں ہدایت کا راستہ دکھاۓ گی اور ہم حکم خدا کے منتظر ہیں کہ جس
وقت خدا نے چاہا ہم اُمت کو قیام کا حکم دیں گے اور اُمت کی رہبری کا وظیفہ ادا
کریں گے۔

امامؑ عالی مقام نے مرگِ معاویہ پر خاموش رہنے کا حکم دیتے ہوۓ فرمایا:

وَٱلْصِقُوْا فِي الْاَرْضِ وَاَخْفُوْا الشَّخْصَ وَالْتَمِسُوْا الْهُدٰى

"اپنے مقام پر خاموشی سے بیٹھ جاؤ، لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جاؤ،
خداوند متعال کی طرف سے امرِ ہدایت آنے کا انتظار کرو"۔

Presented by Ziaraat.com

سرکارؑ کے مذکورہ فرمان سے پتہ چلتا ہے کہ حضرتؑ نے ایک عرصہ تک خاموش رہنے کا حکم دیا۔ یہ خاموشی کا عرصہ دَرحقیقت احکاماتِ الٰہی میں غور وفکر کرنے کا عرصہ تھا۔ حضرتؑ جن احکامات الٰہی کو لاگو کرنے پر مامور تھے ان میں غور وفکر کرنے کی ضرورت تھی۔ انقلابات کی تاریخ میں کسی نے اس طرح کا انقلاب نہیں دیکھا۔ حضرتؑ کا صبر وسکوت درحقیقت خداوند متعال کی طرف سے الہام کا انتظار تھا اور حضرتؑ ان الہامات کو اپنے عزیزوں اور اپنے اَصحاب سے پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ حضرتؑ کا خاندان اور آپؑ کے اَصحاب اصرار کرتے تھے کہ حضرتؑ اپنے بھائی حسنؑ کی طرح عمل کریں، جس کے جواب میں حضرتؑ نے پوری وضاحت سے کہا:

"یہ حکم خدا ہے جس پر عمل پیرا ہونا مجھ پر لازم ہے۔"

حضرتؑ کے افکار کا مرکز ومحور اور تھا۔ مشورہ دینے والے ساتھیوں کی سوچ کا رخ اور تھا۔ حضرتؑ عہد معاویہ میں اگر اپنے بابا علیؑ اور بھائی حسنؑ کی طرح جنگی ٹیکنیک سے کام لیتے ہوئے قیام کرتے تو شاید معاویہ پر غلبہ حاصل کر لیتے اور اس دور میں لوگ امامؑ عالی مقام کو صرف ایک جنگی جرنیل کی حیثیت دیتے کہ جس نے جنگی وسائل کے زور پر دشمن پر غلبہ پالیا ہو۔

اور اگر امامؑ معاویہ سے جنگ کی صورت میں شکست کھا جاتے تو آپؑ معاویہ کے ہاتھوں مارے جانے والے لوگوں میں شمار ہوتے اور حضرتؑ کا خاندان ان پر گریہ وزاری کرتا اور رفتہ رفتہ بھلا دیے جاتے، جس طرح دیگر لوگ تاریخ میں بھلا دیے گئے۔ یقیناً معاویہ کے ساتھ جنگ نہ کرنے میں حکمت الٰہی کارفرما تھی اس لیے کہ معاویہ ان فرمانرواؤں میں سے تھا جس کا لوگ احترام بھی کرتے تھے اور دل میں اس کا بغض و کینہ بھی رکھتے تھے۔ بعید نہیں تھا کہ لوگ اس کے خلاف امامؑ عالی مقام کی پشت پناہی کرتے اور وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب نہ ہوتا۔

Presented by Ziaraat.com

یہ جو امامؑ نے اپنے ساتھیوں کو چھپ جانے اور تقیہ کرنے کا حکم دیا اس کا راز یہ تھا کہ امامؑ عالی مقام جنگِ صفین، جنگِ جمل اور جنگِ نہروان دیکھ چکے تھے اور معاویہ کی چالاکیوں اور مکاریوں سے آگاہ تھے کہ وہ دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے ہر ناجائز کام بھی کر گزرتا ہے۔ دشمن کو زیر کرنے کا سب سے زیادہ مشہور انداز جو اس نے اپنایا تھا وہ تھا زہر سے دشمن کو پوشیدہ طور پر قتل کرنا۔ حضرتؑ دیکھ چکے تھے کہ امام حسنؑ اس کے اسی ظلم کا نشانہ بن چکے ہیں۔ اس ظلم کا وہ سپیشلسٹ تھا۔ اس کا مشہور جملہ ہے:

"خداوند کے ہاں شہد کے اندر مختلف لشکر پائے جاتے ہیں جو اپنا اپنا کام دکھاتے ہیں"۔

یعنی وہ اس طرف اشارہ کرتا تھا کہ شہد کی تمام قسمیں شفا دینے والی ہیں مگر کسی ایک کو زہر آلود کر کے سم قاتل بنایا جا سکتا تھا۔ ابوالفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں:

"معاویہ نے جب چاہا کہ وہ اپنے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لے تو اس کے لیے دو افراد بڑا چیلنج تھے۔ ایک امام حسن مجتبیٰؑ اور دوسرے سعد بن ابی وقاص۔ اسے پتہ تھا کہ ان دونوں نے یزید جیسے کی بیعت کبھی نہیں کرنی تو اس نے دونوں کو زہر دے کر قتل کروا دیا۔ امام حسینؑ نے تقیہ اس لیے کیا تا کہ اپنے ہدف تک پہنچ جائیں اور یہ معاویہ کی مکاریوں کے ڈر سے نہیں تھا بلکہ امامؑ اپنے اقدام میں احتیاط سے کام لے رہے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ معاویہ کے ہاتھوں مارے جائیں بلکہ حضرت قیام کے لیے مناسب وقت کے انتظار میں تھے اور فوجی جنگ کی بجائے جنگ کا ایسا انداز اپنانا چاہتے تھے جو فوجی جنگ سے زیادہ مضبوط ہوتا اور اس کے نتائج دوررس ہوتے اس طرح کہ وعدۂ الٰہی پورا ہو جائے اور ایک بار پھر دین اسلام اپنی اصلی شکل میں واپس آ جائے۔

Presented by Ziaraat.com

وہ لوگ جو امامؑ کے قیام کو وعدۂ الٰہی کے مطابق نہیں سمجھتے انھیں چاہیے کہ وہ آغاز اسلام سے لے کر آج تک پیش آنے والے حادثات کا مطالعہ کریں اور غور کریں کہ صلح حدیبیہ میں حضورؐ نے وعدۂ الٰہی کیسے پورا کیا کہ مشرکین کے صلح نامہ سے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور "محمد رسول اللہ" کے الفاظ مٹانے کا مطالبہ کیا تو حضورؐ نے نہایت تحمل کے ساتھ مٹانے کی اجازت دے دی؟

معاویہ نے اپنی مکارانہ سیاست کی وجہ سے قرآن کو جب نیزوں پر بلند کیا تو مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام حکمت الٰہی پر کیسے راضی ہو گئے؟ وعدۂ الٰہی کو امامؑ نے کیسے نبھایا؟

امام حسن مجتبیٰؑ نے معاویہ کے ساتھ کیسے صلح کی؟ جبکہ وہ خلافت کو غصب کر چکا تھا اور دین میں تحریف کر چکا تھا؟

ان الٰہی رازوں کو اہلِ بصیرت کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اس لیے بہت سے لوگوں کی عقلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں جس سے وہ حق کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ معاویہ کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا ایک اور سبب یہ ہے کہ عراق کے لوگ اس زمانے میں مسلسل پیش آنے والی جنگوں کی وجہ سے سست پڑ چکے تھے اور معاویہ کے ساتھ جنگ کی ہمت کھو چکے تھے حالانکہ وہ معاویہ کی حکومت و حکام کو دل سے نہیں تلوار کے ڈر سے مانتے تھے۔

Presented by Ziaraat.com

امام حسین علیہ السلام اور معاویہ کی خط و کتابت

معاویہ کے ساتھ امام حسینؑ کے جنگ نہ کرنے کا ایک اور سبب دونوں فریقوں (امام حسنؑ اور معاویہ) کے مابین جنگ نہ کرنے کا عہد و پیمان ہے۔ اس طرح کہ معاویہ اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام میں ہونے والی صلح میں یہ بات طے ہوئی تھی کہ اب طرفین ایک دوسرے سے مزید کوئی جنگ نہیں کریں گے۔ اب اگر امام حسین علیہ السلام معاویہ سے جنگ کرتے تو وہ امامؑ عالی مقام کو معاشرے کے سامنے ایک عہد شکن اور مفاد پرست شخص کے طور پر پیش کرتا اور امام کا یہ اقدام پروپیگنڈا کرنے کے لیے ایک دستاویز کے طور پر اُس کے ہاتھ آجاتا اور امامؑ عالی مقام کبھی یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ اسلامی معاشرے میں ان کے خلاف ایسا پروپیگنڈا کیا جائے۔ معاویہ کے ہاتھوں حق امامت پامال ہونا اُن کے لیے آسان تھا لیکن ان تہمتوں کا سامنا کرنا ان کے لیے مشکل تو کیا، ناممکن تھا۔

امام عالی مقامؑ ہر کام سے پہلے اس کے نتیجے کو مدنظر رکھتے تھے لہٰذا معاویہ کے دور میں امامؑ کی خاموشی اس لیے بھی تھی کہ اس دور میں امام علیہ السلام کو اہلِ عراق میں جنگ وجہاد کے لیے آمادگی نظر نہیں آتی تھی ورنہ امامؑ اپنی نہضت کا حتماً آغاز کر دیتے۔

جرمنی کے تاریخی تجزیہ نگار مسٹر ماربین کہتے ہیں: "امام حسینؑ اپنے انقلاب کے لیے مقدمہ سازی کرتے رہے اس طرح کہ حضرتؑ کا حجاز، عراق اور دیگر اسلامی علاقوں میں اپنے انقلاب کے اَہداف اور بنواُمیہ کی خیانت سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہتے تھے تاکہ انقلاب کے مقدمہ کی راہ ہموار ہو جائے۔

Presented by Ziaraat.com

امام حسینؑ معاویہ کے سیاسی منصوبوں کو گہرائی سے جانتے تھے۔اس کی موت کے انتظار میں تھے تا کہ اس کے مرنے کے بعد یزید تخت خلافت پر آ جائے اور خلافت کے نام پر وہ جتنا ظلم کر سکتا ہے کر لے تا کہ امامؑ اسے اور تمام بنواُمیہ کو اُن کے مظالم کی وجہ سے رُسوا کریں۔ معاویہ اپنی باطنی کیفیت کو چھپانے کا ماہر تھا۔ وہ بہت ہی زیادہ ذہین اور ہوشیار لوگوں کو بھی دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔

امامؑ عالی مقام جانتے تھے کہ اگر آپؑ ایسے حکمران کے ساتھ فوجی جنگ لڑیں گے تو معروضی حالات کے پیش نظر کامیاب نہیں ہوں گے لیکن جہاں تک تعلق ہے مکر و حیلہ کا تو یہ کام امامؑ کا غیر کر سکتا تھا۔ بنابریں امامؑ عالی مقام نے ظالم حکومت کے مظالم پر صبر کو ترجیح دی تا کہ منصوبہ بندی کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہ اٹھائیں۔ امامؑ نے اس بات کو ترجیح دی کہ جب تک خداوند متعال ان کے لیے مناسب اقدام کی راہنمائی نہ فرما دے اس وقت تک وہ خاموش رہیں اور وقت کا انتظار کریں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے جس صلح نامہ پر دستخط کیے تھے وہ حقیقتاً صحیح تھا۔ حالات کے مطابق امام حسن علیہ السلام نے جو کچھ کیا وہ واقعاً درست تھا۔ اس عہد نامہ کی وفاداری اور پاسداری کو حضرتؑ اپنا الٰہی وظیفہ سمجھتے تھے، ورنہ اس کی خلاف ورزی کرنا حضرتؑ کے لیے بالکل مشکل نہیں تھا۔ چونکہ وہ عہد نامہ نہ امام حسینؑ کے ساتھ تھا اور نہ ہی امام حسینؑ نے اس پر دستخط کیے تھے اور نہ ہی امام حسینؑ اس پر راضی تھے بلکہ یہ عہد نامہ اُمت مسلمہ کے مفاد میں مجبور ہو کر کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود امامؑ نے اس عہد نامہ کی پاسداری کر کے لوگوں کو اپنے خاندان کی صداقت کردار کی طرف متوجہ کیا۔

ہماری اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام حسینؑ نے اہل عراق سے کہا:

"میں عہد نامے کا پابند ہوں۔ میرے لیے مناسب نہیں کہ میں اس کی خلاف ورزی کروں، فرمایا: تم صبر کرو جب تک معاویہ مر نہ جائے"۔

Presented by Ziaraat.com

گویا حضرتؑ نے ان سے کہا: ہر واقعہ کے پیچھے ایک راز ہوتا ہے اور میرا قیام نہ کرنا بھی راز سے خالی نہیں ہے، کیونکہ معاویہ نے متعدد بار عہد نامہ کے احترام کے تذکرے کر کے اسے اپنے سیاسی مفادات کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی۔

اس وقت امامؑ اسلامی معاشرے کو اموی حکومت کے خلاف تیار کر رہے تھے۔ معاویہ نے اس خوف سے کہ کہیں امام حسینؑ کی تعلیمات کی وجہ سے معاشرے میں وہ رسوا نہ ہو جائے امام علیہ السلام کو خط لکھا:

"اما بعد! مجھ تک آپؑ کے سیاسی امور کی خبر پہنچی ہے۔ اگر وہ رپورٹ درست ہے اور حق و صداقت پر مبنی ہے تو پھر بھی میں آپ کو اس طرح کے امور سے دور سمجھتا ہوں۔ خدا کی قسم! جس نے اپنے خدا کے ساتھ عہد و پیمان کیا ہو اسے چاہیے کہ وہ اس کا وفادار رہے۔ اس عہد نامہ کی وفاداری کا زیادہ سزاوار وہ شخص ہے جو آپ کے شرف و عظمت کو خداوند متعال کے نزدیک جانتا ہے (یعنی خود معاویہ) آپ اپنی عزت و عظمت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس عہد نامہ کے وفادار رہیں۔ اگر آپؑ میری قدر و منزلت کا پاس نہیں رکھیں گے تو میں بھی ایسا کروں گا۔ اگر آپؑ میرے ساتھ مکر و حیلہ سے پیش آئیں گے تو میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ پس امت میں رخنہ ڈالنے سے پرہیز کریں"۔

توجہ کیجیے! قبل از اینکہ امام حسینؑ پیمان شکنی کریں معاویہ نے اس عہد نامہ کا ذکر کر کے اس سے سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ امام کو خط اس لیے لکھا کہ اگر امام علیہ السلام اس عہد نامہ کی خلاف ورزی بھی کریں تو ان کے پاس یہ خط سند کے طور پر موجود ہو، تاکہ وہ امت کے سامنے اپنے اقدام کی توجیہ کر سکے۔

معاویہ نے ایک اور خط میں دھمکی آمیز لہجے میں لکھا:

Presented by Ziaraat.com

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل کوفہ نے آپؑ کو قیام کی دعوت دی ہے۔
آپؑ لوگ اہلِ عراق کو آزما چکے ہیں کہ انھوں نے آپؑ کے باپ کے
ساتھ وفاداری کی اور نہ ہی آپؑ کے بھائی کے ساتھ ماضی میں اُن کا
رویہ آپ لوگوں کے ساتھ کتنا نامناسب رہا ہے۔ پس خدا سے ڈریں
اور اپنے عہد و پیمان کو فراموش نہ کریں"۔

ان دونوں خطوط میں آپؑ نے دیکھا کہ وہ عہد نامہ کی تار سے شاک لگانا چاہتا ہے اور بار بار کہتا ہے: آپؑ نے خداوند متعال کے ساتھ عہد کیا ہے۔ آپؑ کے لیے سزاوار ہے کہ آپؑ اس کے پابند رہیں۔ آپؑ خدا سے ڈریں اور اس پیمان نامہ کو فراموش مت کریں۔ آپؑ اپنی قدر و منزلت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس الٰہی پیمان کے وفادار رہیں"۔

معاویہ اپنے ان خطوط سے سیاسی فائدہ اُٹھاتے ہوئے انھیں سند کے طور پر پیش کرنا چاہتا تھا کہ کل اگر امام حسینؑ اس کے خلاف کوئی اقدام کریں تو اس کے پاس امام کے خلاف کوئی ثبوت موجود ہو اور یہ خطوط اس کے لیے ایک مضبوط سند بن سکتے ہیں۔

امام حسینؑ نے خطوط کا جواب خطوط سے دے کر اس نفسیاتی جنگ کا خوب مقابلہ کیا۔ امامؑ عالی مقام نے اپنے خطوط میں ان تمام شکوک و شبہات کا جواب دیا جو معاویہ نے لوگوں کے دلوں میں ڈالے ہوئے تھے۔

امام علیہ السلام کے خطوط گویا باطنی انقلاب کا اجازت نامہ تھا۔ حسینؑ ابن علیؑ چاہتے تھے کہ لوگوں کے دل حتمی قیام کے لیے آمادہ ہوں اور امام حسینؑ اور معاویہ کے درمیان پائے جانے والے اختلاف جنہیں معاویہ چھپانا چاہتا ہے انھیں چھپایا نہ جا سکے بلکہ وہ کھل کر لوگوں کے سامنے آجائیں، تاکہ لوگ دو کاموں کی وجہ سے اس کی خوب سرزنش کریں۔

Presented by Ziaraat.com

① اول: پیمان شکنی کی وجہ سے۔

② دوم: جھوٹے خلیفہ کے ہاتھوں اسلام کی حرمت پامال ہونے کی وجہ سے وہ بھی ایسے حالات میں کہ کوئی ایک شخص بھی اس پر اعتراض کرنے والا موجود نہ ہو۔

معاویہ نے جب سے بیعتِ یزید کے مقدمات فراہم کرنا شروع کیے تھے امامؑ نے اسی وقت سے اس کی حکومت کے خلاف جنگ کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔ امام عالی مقامؑ نے اسے جو خط لکھا اسے اس کتاب میں درج کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں معاویہ کی شخصیت اور اس کی حکومت کی امامؑ نے مکمل تصویر کشی کی ہے۔ امامؑ کے اس خط کو درج کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مورخین اور تجزیہ نگاروں نے آج تک جتنا بھی معاویہ اور معاویہ شاہی کے عیوب کو ظاہر کیا ہے وہ اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ہیں جو امامؑ نے اپنے خط میں ظاہر کیے ہیں۔ اس خط میں امامؑ نے معاویہ کی زندگی کے آخری دنوں کی سیاسی چالیں اور ان کے مقابلے میں اپنے سیاسی اقدامات کو واضح کیا۔ امامؑ نے بلاخوف وخطر اس خط میں اپنے صبر وانتظار کی مکمل تفسیر بیان فرمائی ہے اور تقیہ چھوڑتے ہوئے امامؑ نے تمام حقائق کو کھول دیا ہے۔

امام عالی مقام حضرت ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام نے معاویہ کو لکھا:

"تیرا خط مجھے پہنچا، جس میں تو نے لکھا ہے کہ میرے ان اُمور کی تجھ تک خبر پہنچی ہے جنہیں تو پسند نہیں کرتا اور وہ اُمور گویا میرے شایانِ شان نہیں ہیں اور یہ کہ خداوند متعال فقط ان کاموں کا حکم دیتا ہے جو دائرۂ شریعت کے اندر ہوں۔ اب سن لے! میرے بارے میں تجھے جو خبر ملی ہے وہ خوشامد اور چاپلوسی کرنے والوں، چغل خوری اور تفرقہ پھیلانے والے جھوٹے لوگوں کی مکاری اور حیلہ بازی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ میں جنگ نہیں کرنا چاہتا اور تیری مخالفت کا ارادہ بھی

Presented by Ziaraat.com

نہیں رکھتا اور یہ کھری بات ہے۔ میں تجھے دھوکہ میں بھی نہیں رکھنا چاہتا۔ رہا ان خبروں کا مسئلہ جو تجھ تک پہنچتی رہتی ہیں تو یہ تیرے جھوٹے حاشیہ نشینوں کا کارنامہ ہے۔ میں ان سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

اب ذرا تو یہ بتا! کیا تو نے حجرؓ بن عدی اور اس کے عبادت گزار اور نمازی ساتھیوں کو قتل نہیں کیا؟ یہ لوگ ظلم کے دشمن، بدعت سے اعلان بیزاری کرنے والے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے تھے۔ اس طرح کہ راہِ خدا میں یہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ تو نے انھیں ظلم اور بغض وکینہ کی وجہ سے قتل کیا ہے حالانکہ تو ان کے ساتھ امن وامان کا مضبوط ومستحکم عہد وپیمان کر چکا تھا۔ تو نے اپنے اس جرم سے حریم الٰہی میں جسارت کی ہے اور پیمانِ الٰہی کو تو نے سبک شمار کیا ہے۔ کیا تو عمروؓ بن حمق جیسے صحابی رسولؐ کا قاتل نہیں ہے؟ یہ وہ بندۂ خدا تھے کہ عبادت الٰہی بجا لانے کی شدت کی وجہ سے ان کی آنکھیں، کمزور اور رنگ زرد پڑ چکا تھا۔ تو نے انھیں اس حال میں قتل کیا کہ تو اسے امان دے چکا تھا اور اس کے ساتھ عہد وپیمان باندھ چکا تھا۔ اگر تو سمجھ سکتا ہے تو سمجھ لے کہ اس کی مظلومیت اور بے گناہی کی وجہ سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے تو تعجب نہ ہوتا۔

زیاد بن سمیہ جو عبید ثقفی کے گھر میں پیدا ہوا، کیا تو نے اسے اپنا سوتیلا بھائی نہ بنایا تھا؟ حالانکہ رسولِ خدا نے فرمایا تھا:

(بچہ باپ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے جبکہ زناکار کو سنگسار کیا جاتا ہے۔ تو نے اپنے اس کام کے ساتھ سنت رسولؐ سے دوری اختیار کی اور قانون

Presented by Ziaraat.com

خدا کے خلاف اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کی۔ پھر تو نے اسے مسلمانوں پر مسلط کر دیا اور وہ انھیں قتل کرتا ہے۔ ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیتا ہے۔ ان کی آنکھیں پھوڑ دیتا ہے اور انھیں خرما کے درخت کے ساتھ پھانسی پر لٹکا دیتا ہے۔ گویا تو مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔ اور مسلمان تجھ سے نہیں ہیں یعنی تو مسلمان نہیں ہے یا وہ مسلمان نہیں ہیں۔ کیا تو حضرمی کا قاتل نہیں ہے کہ جس کے متعلق زیاد ابن ابیہ نے تجھے لکھا تھا کہ وہ علیؑ کا پیروکار ہے اور تو نے اسے جواب میں کہا: ہر وہ شخص جو علیؑ کے مذہب پر ہو اسے قتل کر دے۔ تو اس نے بھی تیرے کہنے پر اسے قتل کر دیا اور پھر تیرے ہی کہنے پر اس کا مثلہ کیا؟ حالانکہ علیؑ کا دین وہی رسولؐ خدا کا دین ہے۔ وہ رسولؐ کہ جس کی وجہ سے آج تو اس مقام تک پہنچا ہے، اگر رسولؐ اور اس کا دین نہ ہوتا تو تیری اور تیرے خاندان کی عزت کا نام ونشان بھی نہ ہوتا، تیرا وہ خاندان جو سردی اور گرمی کے موسموں میں مختلف شہروں کی طرف تجارت کے لیے جایا کرتا تھا ان کی عزت رسولؐ اور رسولؐ کے دین سے وابستہ تھی۔

تو نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا نہ کروں اور ان کے درمیان فتنہ ایجاد نہ کروں۔

تو سن لے! اس اُمت کے لیے تیری حکومت سے زیادہ اور کوئی فتنہ نہیں ہوسکتا۔ میں اپنی حفاظت اور اپنے دین کی حفاظت اور اُمت محمدؐ کی حفاظت کے لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ تیرے ساتھ واضح و آشکار بات کروں، اگر تو خوشنودی خدا کے مطابق زندگی گزارے تو ٹھیک لیکن اگر اس طرح زندگی گزارے جس میں خوشنودی خدا نہ ہو تو پھر

Presented by Ziaraat.com

میں خدا سے اپنے لیے اپنے دین کی حفاظت، اپنی بخشش اور توفیق ہدایت کی دعا کروں گا۔

تو نے اپنے خط میں لکھا: اگر میں نے تیرا احترام نہ کیا تو تو بھی میرا احترام نہیں کرے گا، اگر میں نے مکر وفریب سے کام لیا تو تو بھی مکر وفریب سے کام لے گا۔

تو سن لے! تیرا مکر وفریب مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اس کا نقصان سب سے زیادہ تجھے ہی ہوگا اس لیے کہ تو سرکش گھوڑے پر سوار ہے اور پیمان شکنی کا شوق رکھتا ہے۔ مجھے میری جان کی قسم! تو نے اپنے کسی عہد وپیمان کو پورا نہیں کیا۔ تو نے امان دینے کے بعد اور صلح کرنے کے بعد صاحبان ایمان کے گروہ کو قتل کر کے اپنا عہد وپیمان توڑ دیا جو صاحبانِ ایمان تھے، حالانکہ انھوں نے تیرے خلاف جنگ نہیں کی تھی، تو نے ان پر ظلم اس لیے روا رکھا کہ وہ ہمارے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ ہمارے حق کی پاسداری کرتے تھے، اور ہمارے حق کو اہمیت دیتے تھے، تجھے یہ خوف لاحق ہو گیا تھا کہ اگر تو انھیں قتل نہیں کرے گا تو وہ تجھے قتل کر دیں گے۔

یاد رکھنا تیرے مرنے تک وہ اپنے عقیدے سے دست بردار ہونے والے نہیں تھے۔ اے معاویہ! یہ خوش خبری بھی سن لے کہ قیامت کا حساب وکتاب سامنے ہے، خداوند متعال فرماتا ہے:

"وہ لوگ جو خدا کی نشانیاں دیکھ کر اس کی حمد نہیں کرتے اور ان کو قتل کرتے ہیں جو لوگوں کو اپنے درمیان عدالت کرنے کا حکم دیتے ہیں انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا"۔ (آل عمران 21)

Presented by Ziaraat.com

تو جان لے! خداوند متعال کے ہاں ایک کتاب ہے جس میں وہ انسان کے ہر چھوٹے بڑے عمل کو درج کر دیتا ہے۔ اس کتاب میں درج ہو چکا ہے کہ تو گمان کی بنیاد پر لوگوں کو زندان میں ڈال دیتا ہے اور ان کے سرپرست کو کسی تہمت کی وجہ سے قتل کر دیتا ہے، اور ان میں سے بعض کو ملک بدر یا شہر بدر کر دیتا ہے اور لوگوں سے تو اپنے ناپختہ بیٹے کے لیے بیعت لیتا ہے حالانکہ وہ شراب خوار اور سگ باز ہے۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ اس کا گھاٹا تیرے سوا اور کوئی نہیں اٹھائے گا جو سراسر گھاٹے میں ہے۔ تو نے اپنا دین تباہ اور لوگوں کو اپنے سے بیزار کر دیا ہے۔ تو فقط احمق اور نادان لوگوں کی باتوں پر عمل کرتا ہے اور پرہیزگار اور متقی شخص کو اپنے سے ڈراتا اور دُور کرتا ہے"۔

والسلام!

امام حسین علیہ السلام اور امیرِ شام کے خطوط کا تجزیہ

ہر وہ شخص جو امامؑ عالی مقام کے خطوط کا غور سے مطالعہ کرے گا اُسے معلوم ہو جائے گا کہ امامؑ نے یہ کوشش کی ہے کہ معاویہ کا حقیقی چہرہ لوگوں کو دکھا کر اُسے رُسوا کریں اور اس کے چھوڑے ہوئے تیر خود اسی کی طرف پلٹا دیں۔

معاویہ نے امامؑ پر تہمت لگائی کہ آپؑ اُمت میں اختلاف ایجاد کر رہے ہیں، جس کا حضرتؑ نے ان الفاظ میں جواب دیا:

"اس اُمت میں تیری باطل حکومت سے بڑا فتنہ کوئی اور نہیں ہو سکتا اور قرآن میں آیا ہے:

اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ

"فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے"۔

معاویہ امامؑ سے کہتا ہے:

"خدا سے ڈریں اور پیمان صلح کو یاد رکھیں"۔

اس کے جواب میں امام علیہ السلام نے فرمایا:

"تو نے ان عبادت گزار نیک لوگوں کو قتل کیا جو ہمارے فضائل نقل کیا کرتے تھے۔ اس سے تو نے اپنا پیمان توڑ دیا۔ تو نے اپنے صلح نامہ کو اپنی قسموں کو اور عہد و پیمان کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا"۔

معاویہ نے امامؑ سے اشارۃً خاموش رہنے کو کہا:

"آپ اپنے مقام و منزلت کو سمجھیں اور اپنے عہد و پیمان کے وفادار رہیں"۔

Presented by Ziaraat.com

امامؑ عالی مقام نے جواب دیا:

"اپنی جان، اپنے دین اور اُمت محمدؐ کی حفاظت کے لیے مجھے تیرے ساتھ جنگ کرنے سے بہتر کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اگر میں یہ کام انجام دینے میں کامیاب ہو جاؤں تو اس سے میرا خدا مجھ پر راضی ہوگا"۔

اہل عراق کے حوالے سے دی گئی اس کی دھمکی کے جواب میں امامؑ نے فرمایا:

"میرے ساتھ جتنا مکر وفریب کر سکتا ہے کر لے"۔

امامؑ عالی مقام کے یہ الفاظ واضح طور پر مبارز طلبی کے عروج پر ہیں۔ مزید آپؑ نے فرمایا: "اے معاویہ! تجھے اس قصاص اور حساب و کتاب کی خوش خبری ہو جو قیامت کے دن تجھ سے لیا جائے گا"۔

امامؑ عالی مقام نے اسے اس کے مظالم اور مکر وفریب کا انجام بتایا اور یہ کہ آخرت کا عذاب اس کے انتظار میں ہے۔

اب آیئے امامؑ کے خط کا ردعمل دیکھتے ہیں کہ جب امامؑ کا مبارک خط اُس کے ہاتھ میں پہنچا تو اس نے کیا ردعمل دکھایا؟

جب امامؑ کا خط پہنچا تو اُس نے خط پڑھ کر خاموشی اختیار کر لی اور تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نقل نہیں ہوا جس سے اس نے اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا ہو۔ یہ نکتہ بہت اہم ہے۔ اس سے اس کی چالاکی اور باطنی خباثت کا پتہ چلتا ہے ورنہ ایسا ہرگز نہیں کہ امامؑ کی نصیحتوں نے اسے متاثر کیا ہو اور وہ ان میں غور وفکر کی خاطر طویل خاموشی میں چلا گیا ہو اس کے برعکس سوچیے کہ اگر امام علیہ السلام کا یہی خط یزید کے ہاتھوں تک پہنچتا تو وہ دیوانہ وار امامؑ سے جنگ کرنے کی ٹھان لیتا۔

امامؑ عالی مقام نے اپنے اس مقدس و مبارک خط میں ایک جگہ فرمایا: "تو میرے ساتھ جتنا مکر وفریب کر سکتا ہے کر لے"۔

Presented by Ziaraat.com

ان کلمات سے امامؑ نے اُسے ہند گلی میں دھکیل دیا کہ جہاں سے نکلنے کے راستے اس کے لیے بالکل بند ہو گئے کیونکہ امامؑ نے صرف یہ نہیں کہا کہ تو جس طرح چاہتا ہے مکر وفریب کرلے بلکہ امامؑ نے فرمایا: "جو کچھ تو میرے بارے میں جانتا ہے اس کی بنیاد پر میرے ساتھ مکر وفریب کرلے"۔

اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ تو نے جو کچھ کہا ہم اس طرح نہیں ہیں۔ اگر ہم میں تو نے عیب دیکھے ہوں تو انہیں منظر عام پر لانے کی تجھے اجازت ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تو نے جو کچھ ہمارے متعلق کہا وہ جھوٹ، تہمت اور بدگمانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

یہ خط اس کے ہاتھ سے لکھا گیا تھا جس نے فصاحت و بلاغت اپنے بابا علیؑ سے وراثت میں پائی جس کی صداقت معاویہ کی خباثت سے زیادہ تھی، امامؑ نے اپنے اس خط سے معاویہ کا چھوڑا ہوا تیر خود اس کی طرف پلٹا دیا اور اسے ایک مدت تک خاموشی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

اس واضح حقیقت کو مسلمان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ معاویہ امامؑ پر خواہ مخواہ کی تہمتیں لگا رہا ہے۔ مسلمانوں نے یہ بھی دیکھا کہ معاویہ نے اپنی مکارانہ چالوں سے امامؑ کو بہت زیادہ تکلیفیں پہنچائیں لیکن اس کے باوجود بھی امامؑ نے اس کے خلاف قیام نہ کیا۔ اس لیے کہ امامؑ اپنے بھائی کے عہد و پیمان پر پوری طرح کاربند تھے، حالانکہ معاویہ نے اپنے عہد و پیمان کو اپنے پاؤں تلے روندا اور بے گناہ مومنین کے خون میں اپنے ہاتھ رنگین کیے۔ امامؑ نے ان چیزوں کا اپنے خط میں تفصیلی تذکرہ فرمایا۔

عہد و پیمان سے وفادار رہنا، امامؑ کی صرف یہی صفت نہیں تھی بلکہ اس نفسیاتی اور اعصابی جنگ میں وفاداری امامؑ کی پسندیدہ صفت ہی اتنی واضح تھی کہ ہر مسلمان بخوبی اس سے آگاہ تھا۔

اس حسین صفت کی بڑی دلیل یہ تھی کہ جب معاویہ نے ہزاروں بے گناہوں کو

Presented by Ziaraat.com

صرف اس جرم میں قتل کروایا تھا کہ وہ علیؑ کے شیعہ تھے۔ خاندانِ بنی ہاشمؑ کے فضائل بتانے والے اور ہمیشہ خاندانِ اہل بیتؑ کے حقوق کی بات کرنے والے تھے۔ اس نے نہ صرف انہیں قتل کروایا بلکہ ان کی نعشوں کا مثلہ بھی کروایا اور ان کے جنازوں کو ٹکڑے ٹکڑے کروایا۔

تب بھی امامؑ نے اس کے خلاف قیام نہیں کیا۔ حالانکہ یہ اقتدار معاویہ کو رسولؐ اور دینِ رسولؐ کے صدقے میں حاصل ہوا تھا۔ اس امر کی طرف بھی امامؑ نے اپنے خط میں اشارہ فرمایا تھا:

"اگر یہ دین نہ ہوتا تو تیرا اور تیرے خاندان کا کوئی وقار نہ ہوتا"۔

اگر اس دور میں امامؑ معاویہ کے خلاف آواز بلند کرتے تو اس معاشرے کا ایک بڑا طبقہ یقیناً امامؑ کا ساتھ دیتا کیونکہ معاویہ اپنے مخالفین کے قتل میں مشہور ہو چکا تھا۔ سب نے دیکھا کہ وہ امام حسن مجتبیٰؑ، حجر بن عدی، حضرمی اور دیگر بہت سے لوگوں کو محبت علیؑ کے جرم میں قتل کر چکا تھا لیکن امامؑ عالی مقام کہ جنہیں مشیت الٰہی نے شہادت عظمیٰ کے لیے ذخیرہ کر رکھا تھا اور ہر ناپسندیدہ صفت سے دور رکھا تھا۔ وہ معاویہ کو تحریر فرمار ہے تھے: "گویا تو اس اُمت سے نہیں ہے یا پھر یہ اُمت تیرے دین پر نہیں ہے"۔

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ امامؑ اور معاویہ کے درمیان بات فقط چند خطوط پر نہ رُکی بلکہ معاویہ چاہتا تھا کہ یزید کی خلافت کے لیے امامؑ کی رائے کو خرید لے اور امامؑ پر اتنا دباؤ ڈالے کہ امامؑ خلافتِ یزید کی تائید پر مجبور ہو جائیں لیکن وہ اس مقصد میں ناکام رہا۔ امامؑ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا:

وَفَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ عَنْ يَزِيْدَ مِنْ اِكْتِمَالِهِ وَسِيَاسَتِهِ لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ تُرِيْدُ أَنْ تُوْهِمَ النَّاسَ فِيْ يَزِيْدَ كَأَنَّكَ تَصِفُ مَحْجُوْبًا

Presented by Ziaraat.com

أَوْ تَنْعَتُ غَائِباً أَوْ تُخْبِرُ عَمَّا كَانَ مِمَّا احْتَوَيْتَهُ بِعِلْمٍ خَاصٍّ وَقَدْ دَلَّ يَزِيدُ مِنْ نَفْسِهِ عَلَى مَوْقِعِ رَأْيِهِ فَخُذْ لِيَزِيدَ فِيمَا أَخَذَ مِنِ اسْتِقْرَائِهِ الْكِلَابَ الْمُهَارَشَةَ عِنْدَ التَّهَارُشِ وَالْحَمَامِ السُّبَّقِ لِأَتْرَابِهِنَّ وَالْقِيَانَ ذَوَاتِ الْمَعَازِفِ وَضَرْبِ الْمَلَاهِي تَجِدْهُ بَاصِراً وَدَعْ عَنْكَ مَا تُحَاوِلُ فَمَا أَغْنَاكَ أَنْ تَلْقَى اللهَ مِنْ وِزْرِ هٰذَا الْخَلْقِ بِأَكْثَرَ مِمَّا أَنْتَ لَاقِيهِ فَوَاللهِ مَا بَرِحْتَ تَقْدَحُ بَاطِلًا فِي جَوْرٍ وَحَنَقًا فِي ظُلْمٍ حَتَّى مَلَأْتَ الْأَسْقِيَةَ وَمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْمَوْتِ إِلَّا غَمْضَةٌ

"مجھے معلوم ہے کہ تو اُمت محمدؐ کی خلافت کے لیے یزید کی پرورش کر رہا ہے۔ کیا تو یزید کے متعلق لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالنا چاہتا ہے؟ یہ تو ایسے ہے جیسے تو کسی چھپے ہوئے غائب شخص کا اُمت کو تعارف کرا رہا ہے یا اس کے متعلق خبر دے رہا ہے جسے تو نے اپنے خاص علم سے پالا پوسا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ خود یزید کا کردار اس کے افکار کی عکاسی کرتا ہے جو کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

ذرا تو یزید کو توجہ سے دیکھ وہ کیسے کتوں کو آپس میں لڑاتا ہے؟ اور کیسا کبوتر باز ہے؟ وہ گانے اور ناچنے والی عورتوں کو اپنے اردگرد جمع رکھتا ہے، اور عیاشی کرتا ہے۔ اگر اس طرح تو اُسے دیکھے تو اچھی طرح اسے پہچان لے گا کہ وہ کیسا ہے۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو اس ظلم سے ہاتھ اُٹھا لے! کیونکہ قیامت کے دن تیرا بار گناہ اس سے کہیں زیادہ ہوگا جس کا تو گمان کرتا ہے۔ اس دن تو گھاٹا اٹھانے

Presented by Ziaraat.com

والوں میں سے ہوگا۔ خدا کی قسم! تو نے باطل اور بغض وکینہ سے اپنے
ظلم کے ظرف کو پُر کر لیا ہے، حالانکہ موت اور تیرے درمیان آنکھ
جھپکنے سے زیادہ فاصلہ باقی نہیں ہے"۔

Presented by Ziaraat.com

یزید کی ولی عہدی کے لیے
معاویہ کے مکارانہ اقدامات

جب معاویہ خلافتِ یزید کی تائید کے لیے امام حسینؑ سے مایوس ہوا تو اُس نے بنی ہاشم پر اقتصادی اعتبار سے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا، تاکہ امامؑ کو بیعت پر مجبور کیا جا سکے، لیکن اس کے غرور و تکبر اور بیمار دل نے اس سے یہ طاقت سلب کر لی تھی۔ اس کی بلند پروازی میں البتہ کمی نہ آئی۔ اس کے ظلم میں وقفہ نہ آیا۔

جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تب اس نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے ایک مکارانہ چال چلی۔ اس طرح کہ اپنے آپ کو تیل سرمہ لگا کر کو خوب تیار کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا تاکہ انھیں یہ تاثر دے کہ وہ ٹھیک ٹھاک ہے اور بیماری کا خواہ مخواہ لوگوں نے شور مچایا ہوا ہے لہٰذا جب لوگوں نے اُسے اس حالت میں دیکھا تو تعجب کیا کہ وہ تو سخت بیمار تھا لیکن ابھی کیسے تندرست لگ رہا ہے؟ جب لوگ اس کی ملاقات کر کے واپس جانے لگے تو اس نے یہ اشعار پڑھے:

وَتَجَلُّدِی لِلشَّامِتِیْنَ اُرَاهُمُ
اِنِّیْ لِرَیْبِ الدَّهْرِ لَا اَتَضَعْضَعُ
وَاِذَا الْمَنِیَّةُ اَنْشَبَتْ اَظْفَارَهَا
اَلْفَیْتَ کُلَّ تَمِیْمَةٍ لَا تَنْفَعُ

”سرزنش کرنے والوں کے سامنے میں اپنی اکڑ اور مضبوطی کا مظاہرہ

Presented by Ziaraat.com

کروں گا کہ زمانہ کے حادثات سے میرے بدن میں کپکپی طاری نہیں
ہوتی، جب موت نے اپنے پنجے گاڑ دیے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ
کوئی تعویذ گنڈا اسے نفع نہیں دے گا"۔

ان اشعار میں وہ اپنی ریاکاری اور ظاہر سازی کا تذکرہ کر رہا ہے:
"لوگ مجھے بیمار اور عاجز نہ سمجھیں بلکہ میں پوری طرح طاقت توان
رکھتا ہوں"۔

بالآخر اُس نے مروان کو خط لکھا کہ جو مدینہ کا گورنر تھا اور اس سے کہا کہ یہ خط بزرگان مدینہ کو ایک جگہ جمع کر کے سنا دے۔ وہ خط یہ ہے:

"امیر المومنین ضعیف اور بوڑھے ہو گئے ہیں اور انھیں اس بات کا
خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پیغام اجل پہنچ جائے اور وہ لوگوں کو
گوسفندی طرح محافظ کے بغیر چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو جائیں۔
امیر المومنین چاہتے ہیں پرچم اسلام سرنگوں نہ ہونے پائے لہٰذا
ضروری ہے کہ وہ کسی کو اپنا جانشین مقرر فرمادیں"۔

لوگوں نے مروان کو مثبت جواب دیا۔ اس نے معاویہ کو اطلاع دی تو معاویہ نے کہا: "یزید کا انھیں تعارف کرائیں، اور اس کی خلافت کا مسئلہ ان کے درمیان رکھیں"۔

مروان نے معاویہ کی ناجائز خواہش کی تکمیل کے لیے بزرگانِ مدینہ کو بلا کر یزید کی خلافت کا مسئلہ اُن کے درمیان رکھا۔ عبدالرحمان بن ابی بکر بھری محفل میں گفتگو کے لیے کھڑا ہوا:

"اے مروان! خدا کی قسم: تو نے اور معاویہ نے ہم سے جھوٹ بولا
ہے۔ ہم اسلامی خلافت کو روم کے بادشاہی نظام میں تبدیل نہیں
ہونے دیں گے۔ رومی حکومت کے رسم ورواج کی ہم سے بات نہ

Presented by Ziaraat.com

کریں کہ روم میں جب ایک ہرقل مرتا ہے تو دوسرا ہرقل اس کا جانشین بن جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ معاویہ کے مرنے کے بعد ہم یزید کی خلافت کو ہرگز قبول نہیں کریں گے"۔

اس کے بعد حسین بن علی اور ان کے بعد عبداللہ بن زبیر نے بیعت یزید سے اعلان برائت کیا لیکن معاویہ نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے اپنے تمام گورنروں کو خط لکھا کہ:

"اسلامی حکومت کے گوش و کنار میں بیعت یزید کے مقدمات فراہم کریں اور بیعت کرنے والوں کے گروہوں کو بیعت کرنے کے لیے شام کی طرف روانہ کریں"۔

گورنروں نے اپنے اپنے علاقوں میں یزید کی بیعت کا معاملہ اٹھایا تو لوگوں نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ اہل شام اور اہل عراق نے بھی انکار کر دیا۔

بالآخر حج کے ایام میں معاویہ مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ مراسم حج تمام ہونے کے بعد مدینہ کی طرف واپس پلٹا اور اس نے بزرگان مدینہ سے ملاقات کی خواہش کی تو اُنھوں نے ملاقات کی دعوت کو اس لیے قبول کیا کہ شاید مسلمانوں کے ردعمل کی وجہ سے اس کی رائے میں تبدیلی آئی ہو۔ جب یہ لوگ معاویہ کے پاس پہنچے تو اس نے توقع سے بڑھ کر سب کا استقبال کیا اور انھیں انعام واکرام سے نوازا اور پھر بلا فاصلہ بیعت یزید کا مسئلہ ان کے درمیان رکھ دیا۔

جواب میں ابن زبیر نے کہا: "تیرے لیے تین راستے ہیں، ان میں سے کسی ایک راستے کا تجھے انتخاب کرنا پڑے گا"۔

معاویہ: یقیناً ان تین راستوں میں ہی نجات کا راستہ ہوگا۔

ابن زبیر: رسولؐ خدا کے راستے کو اپنا لو۔

Presented by Ziaraat.com

معاویہ: پس کیا کروں؟

ابن زبیر: اپنے بعد کسی کو بھی خلیفہ مقرر نہ کرو۔

معاویہ: یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

ابن زبیر: "اگر یہ تیرے لیے ممکن نہیں ہے تو پھر ابوبکر کا راستہ اپنا لے کہ اس نے اپنے بعد اس شخص کو اپنا جانشین مقرر کیا جو بنو امیہ سے نہیں تھا بلکہ قریش بنی تیم سے بھی نہیں تھا۔ اگر یہ بھی تیرے لیے ممکن نہیں تو پھر عمر بن خطاب کا راستہ اپنا لے کہ اس نے خلافت کا معاملہ چھ نفری شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا اور ان چھ افراد میں کوئی ایک شخص بھی نہ اس کی اولاد میں سے تھا اور نہ ہی اس کے قبیلے بنو عدی میں سے تھا"۔

معاویہ نے جواباً قاطعانہ لہجے میں کہا: "ہمارے درمیان نہ کوئی ابوبکر جیسا ہے اور نہ ہی کوئی عمر جیسا اور میں اُمت کے درمیان اختلاف سے ڈرتا ہوں، کیا تم میری بات نہیں سمجھ رہے؟ میں نے کسی کے راستے پر نہیں چلنا بلکہ تم سب کو میرے راستے پر چلنا ہوگا، اور اب میں نے مجمع عام میں خطاب کرنا ہے، جب تک میرا خطاب جاری رہے گا تم سب کو خاموش رہنا پڑے گا اور کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہوگا۔ اگر میں نے سچ بولا تو اپنے سچ کا ذمہ دار میں خود ہوں اور اگر میں نے جھوٹ بولا تو اپنے جھوٹ کا ذمہ دار بھی میں خود ہی ہوں۔ اگر میری تقریر کے دوران کوئی بولا تو اس کا سر قلم کر دوں گا"۔

پھر ان میں سے ہر ایک پر دو نگران مقرر کیے تاکہ وہ انھیں خاموش رکھیں اور بولنے کا موقع نہ دیں۔ اب مجمع عام میں اس نے تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

"عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمان بن ابی بکر اور حسینؑ بن علیؑ نے بیعت کر لی ہے، اب تم بھی یزید کی بیعت کرو"۔ (1)

---

(1) امامیہ منابع میں یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.com

اس اعلان پر لوگ جوق در جوق یزید کی بیعت کرنے لگے یہاں تک کہ وہ سب لوگوں سے بیعت لے چکا اور اس بیعت سے فارغ ہو کر شام کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد تمام لوگ ان تین افراد کے پاس آئے، جن کا اُس نے نام لیا تھا۔ ان سے بیعت کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: "ہم نے تو بیعت نہیں کی لیکن معاویہ نے تم سے بہت بڑی چال چلی ہے"۔

سب نے پوچھا: تو پھر آپ لوگ خاموش کیوں رہے؟ اعتراض کیوں نہ کیا؟ ہم تو سمجھ رہے تھے کہ آپ لوگوں نے بیعت کر لی ہے اسی لیے ہم نے بیعت کی۔

انہوں نے جواب دیا: "ہم سب پر اس کے جلاّد مقرر تھے اگر بولتے یا اعتراض کرتے تو وہ ہمیں قتل کر دیتے"۔

خلاصہ یہ کہ دھوکہ اور مکر و فریب کے ذریعے اُس نے اہلِ مدینہ سے یزید کی بیعت لے لی۔ اس واقعہ کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وہ بیمار ہو گیا اور جب اس کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو اس نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں ایک بار پھر مکاری اور حیلہ بازی سے کام لیتے ہوئے کہا:

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ایک پیراہن مجھے عطا فرمایا تھا ایک دن سرکارؐ نے اپنے ناخن کاٹے جنھیں میں نے ایک شیشی میں محفوظ رکھا ہوا ہے، جب میری موت واقع ہو جائے تو مجھے اسی پیراہن میں کفن دینا اور وہ ناخن لا کر میرے چہرے پر ڈالنا شاید خداوند اُن کی برکت سے مجھے معاف فرما دے"۔

پھر اس نے اشہب بن رملہ کے یہ دو اشعار پڑھے ۔

اِذَا مِتُّ مَاتَ الْجُوْدُ وَانْقَطَعَ النَّدٰی
مِنَ النَّاسِ اِلَّا قَلِیْلٍ مُصَرَّد

Presented by Ziaraat.com

وَرُدَّتْ اُكُفُّ السَّائِلِيْنَ وَاَمْسَكُوْا
مِنَ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا بِخُلْفٍ مُجَدَّدٍ

"جب میں مرا تو سخاوت مر جائے گی اور بخشش کا سلسلہ لوگوں سے کٹ جائے گا، مگر بعض قلیل لوگوں میں رہ جائے گا اور مانگنے والوں کے ہاتھ پلٹائے جائیں گے اور وہ سمٹ کر رہ جائیں گے۔ وہ دین و دنیا میں سے محدود بھیک پر اکتفا کریں گے"۔

جب اس کی ایک بیٹی نے بڑی بے تابی سے کہا:

بابا! ایسامت کہیں تو اُس کے جواب میں اُس نے یہ شعر پڑھا ۔

وَاِذَا الْمَنِيَّةُ اَنْشَبَتْ اَظْفَارَهَا
اَلْفَيْتَ كُلَّ تَمِيْمَةٍ لَا تَنْفَعُ

"جب موت اپنے پنجے گاڑ دیتی ہے تو پھر کوئی علاج فائدہ مند نہیں ہوتا"۔

اس کے فوراً بعد وہ کوما میں چلا گیا۔ جب افاقہ ہوا تو اُس نے کہا: "خدا سے ڈرتے رہنا کیونکہ خوفِ خدا انسان کی حفاظت کرتا ہے اور جس کے پاس تقویٰ نہ ہو اس کا کوئی پشت پناہ نہیں ہوتا"۔

اس کے بعد اُس نے ہچکی لی اور اس کی روح پرواز کر گئی اور یہ کوئی ۶۰ ہجری کا ماہِ رجب تھا، جس میں اُس کی موت واقع ہوئی۔ مرگِ معاویہ کے ساتھ جھوٹ، فریب، مکر و حیلہ کا دور ختم ہوا کہ جس میں اللہ اور رسولؐ پر جھوٹ باندھا جاتا تھا۔ ایک ظالمانہ نظام کا خاتمہ ہوا تو دوسرے ظالمانہ نظام کے آثار مسلمانوں کو دُور سے دکھائی دینے لگے، کیونکہ یزید معاویہ جیسا ہی تھا مگر اُس میں اپنے باپ کی خصوصیات کم پائی جاتی تھیں اور اس کی خواہشتیں اپنے باپ سے کہیں زیادہ تھیں۔

Presented by Ziaraat.com

یزید کا دورِ حکومت

لَئِنْ جَرَتْ لَفْظَةُ التَّوحِیدِ فِیْ فَمِهٖ
فَسَیْفُهُ بِسِوَی التَّوحِیدِ مَافَتَكَا
قَدْ اَصْبَحَ الدِّیْنُ مِنْهُ یَشْتَكِیْ سُقْمًا
وَمَا اِلٰی اَحَدٍ غَیْرَ الْحُسَیْنِ شَكَا

"اگرچہ توحید کا لفظ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے لیکن اس کی شمشیر توحید کے مقابل کھلم کھلا قتل کرتی ہے۔ دین اس کی وجہ سے باطنی بیماری کی شکایت کرتا ہے اور اپنی شکایت حسینؑ کے سوا کسی کے پاس نہیں لے جاتا"۔

عصر یزید کے ایک شاعر نے اس دور کے حالات کی عکاسی کرتے ہوئے مذکورہ بالا شعر کہا تھا۔ اس زمانے کے مسلمانوں کے دل پریشان اور اعصاب تھکے ہوئے تھے۔ نہ وہ مرگِ معاویہ سے پریشان ہوئے اور نہ حکومت یزید سے خوش ہوئے۔ اس دور کے خراب حالات کی عکاسی ایک شاعر نے ان الفاظ میں کی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَاصَبْرَ وَ لَا جَلَدٌ
وَلَا عَزَاءٌ اِذَا اَهْلُ الْبَلَاءِ رَقَدُوا
خَلِیْفَةٌ مَاتَ لَمْ یَحْزَنْ لَهٗ اَحَدٌ
وَاٰخَرُ قَامَ لَمْ یَفْرَحْ بِهٖ اَحَدًا

"تمام تعریفیں خداوند متعال کے لیے ہیں۔ نہ عزا ہے نہ بے تابی ہے اور نہ ہی صبر ہے بلکہ پریشان حال لوگ پرسکون خواب میں چلے گئے ہیں۔ ایک خلیفہ مرا تو کوئی شخص اس سے پریشان نہ ہوا اور دوسرا اس کی جگہ پر آیا تو کوئی اس پر خوش نہ ہوا"۔

Presented by Ziaraat.com

مسلمانوں کا مسئلہ مرگِ معاویہ کے غم یا حکومتِ یزید کی خوشی تک محدود نہیں تھا بلکہ وہ اس بات سے خوف زدہ تھے کہ انھیں کردارِ یزید میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی تھی، کیونکہ معاویہ بہت زیرک تھا۔ وہ جوش کے ساتھ ہوش بھی رکھتا تھا۔ بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے اپنے مفادات کا تحفظ اور لوگوں کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے حالات کو اعتدال میں رکھتا تھا اور اس اعتدال کو برقرار رکھنے کے لیے وہ ہر قسم کے وسیلے سے فائدہ اُٹھاتا تھا لیکن یزید اس کے بالکل برعکس تھا)۔ مسلمان اچھی طرح اسے پہچانتے تھے کہ وہ ایک مغرور، منحرف اور احمق شہزادہ ہے جو کسی کام کے انجام پر غور نہیں کرتا۔ کسی صاحبِ عزت کی عزت کا پاس نہیں رکھتا۔ اتنا احمق ہے کہ کسی راز کو چھپا نہیں سکتا۔ اپنے باپ کے برعکس کہ وہ بہت زیادہ راز دار تھا، حالات کے انجام پر گہری نظر رکھتا تھا مگر یہ احمق اپنے باپ کے راز فاش کرنے کو اپنی شجاعت سمجھتا تھا۔ اسے یہ پتہ نہیں تھا کہ شجاعت اور چیز ہے، حماقت اور چیز۔

علم نفسیات کی رُو سے انسان کی ایک شخصیت ہوتی ہے اور بعض لوگ شخصیت کے اعتبار سے غصیلے، تنگ نظر اور منفی سوچ کے مالک ہوتے ہیں۔ یزید بالکل اسی طرح کی شخصیت رکھتا تھا۔ ایسے لوگوں کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ سوچے سمجھے بغیر فوراً ردِ عمل دکھاتے ہیں اور دوسروں کے کاموں کی مخالفت کا فوراً اعلان کر دیتے ہیں بغیر اس کے کہ اس کے انجام پر نظر رکھیں اور اس کے صحیح یا غلط ہونے کے متعلق کچھ سوچیں۔ یزید جو اسی طرح کی شخصیت رکھتا تھا وہ ایک خون خوار وحشی انسان تھا جو اپنے ہدف تک پہنچنے کی خاطر اپنے قریبی ترین دوستوں سے خیانت کرتا تھا اور گھٹیا ترین کاموں کا مرتکب ہوتا تھا۔

بعض ماہرینِ نفسیات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غصیلی طبیعت رکھنے والے افراد بعض اوقات چالاک لوگوں کے ہاتھوں استعمال بھی ہو جاتے ہیں۔ وہ اس سے فائدہ

Presented by Ziaraat.com

اُٹھاتے ہیں، اور اسے پریشانیوں میں رکھتے ہیں۔

یزید مذکورہ علم نفسیات کے قانون کا مصداق اتم تھا اس لیے کہ بعض کتے باز، کبوتر باز، بندر باز اور کنیزوں اور فاحشہ عورتوں کی دلالی کرنے والے بدکرداروں نے یزید کے ہاں بڑا مقام پالیا تھا۔ خوش گزرانی میں اُس کا ساتھ دیتے اور اس کی عطا سے فائدہ اُٹھاتے تھے جبکہ شریف اور باکردار طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ اس کی عطا اور اُس کے بیت المال سے محروم رہتے تھے۔

یزید چند چیزوں کا شیدائی تھا مثلاً خوش گزرانی، ہوس رانی، شکار و شراب و زنا، کتے، بندر اور کبوتر۔ حتیٰ کہ اُس نے کتوں اور بندروں کے لیے سونے کی چوڑیاں اور قیمتی لباس تیار کروائے تھے جو انھیں پہنایا کرتا تھا۔ اس نے اپنے ہر پالتو کتے کے لیے ایک خدمت گزار بھی رکھا ہوا تھا۔ ان گھٹیا عادات و صفات والا شخص بدقسمتی سے اسلامی حکومت کا حاکم اور امت اسلامیہ کا نام نہاد خلیفہ بن چکا تھا۔

حسینؑ جیسے باکمال انسان کے لیے ناممکن تھا کہ وہ ایسے شخص کی حکومت کے سامنے خاموش رہتے جبکہ امامؑ عالی مقام ایک پرہیز گار اور خوف خدا رکھنے والے فرد تھے۔ محتاجوں کی اس طرح مدد کرنے والے تھے کہ خود نہیں کھاتے تھے، انھیں کھلاتے تھے۔ خود نہیں پہنتے تھے، انھیں پہناتے تھے۔

یزید جیسے شخص سے بعید تھا کہ وہ امام حسینؑ کے ساتھ اپنے باپ والا رویہ اپنائے کیونکہ باپ بیٹے کے درمیان شخصیت کے اعتبار سے بڑا فرق تھا۔ نظر آرہا تھا کہ اس کی حکومت کے دوران بہت بڑی جنگ واقع ہوگی۔

مرگِ معاویہ کے بعد امام حسینؑ نے اپنے قیام کو آشکار کردیا اس لیے کہ اسے مخفی رکھنے میں کوئی مصلحت موجود نہیں تھی۔ تمام لوگ اس نئے خلیفہ کے خلاف قیام کے لیے تیار تھے۔ یزید میں اپنے باپ کی طرح یہ خصوصیت نہیں تھی کہ وہ اپنے اُوپر

Presented by Ziaraat.com

پردہ ڈال دے اور اپنے برے کاموں کو دینی رنگ دے سکے بلکہ وہ علانیہ دین اسلام کی بے حرمتی کرتا تھا جس کی وجہ سے لوگ اس سے سخت نالاں تھے۔

دوسری طرف وہ عہد و پیمان جس کی پاسداری امامؑ عالی مقام معاویہ کے دور میں کرتے رہے تھے۔ مرگ معاویہ کے بعد اس کی مدت ختم ہو چکی تھی۔ اب اس کی پابندی امامؑ پر لازم نہیں تھی۔ یزید نے اپنی حکومت کے آغاز میں ہی اپنی احمقانہ حرکات کی وجہ سے جنگ کے حالات پیدا کر دیئے۔ ابھی قبر معاویہ خشک نہیں ہوئی تھی کہ یزید نے جلد بازی کرتے ہوئے اپنے راہنماؤں سے بیعت لینے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ کہتا تھا:

"میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے اور اہل عراق کے درمیان خون کا دریا بہہ رہا ہے جسے کوشش کے باوجود میں عبور نہیں کر سکا، جبکہ عبیداللہ بن زیاد اسے عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے"۔

یزید نے اس جھوٹ سے اپنی حکومت کا آغاز کیا، جس طرح اس کے باپ نے جھوٹ سے اپنی زندگی کا اختتام کیا تھا۔ اس کا باپ مرتے وقت مقدس خوابوں کے تذکرے کرتا تھا گویا ایسے مقدس خواب فقط وہی اپنے بیمار دل و دماغ سے دیکھ سکتا تھا اور کوئی نہیں۔ حاکم مدینہ، ولید بن عتبہ کو یزید نے مرگ معاویہ کی خبر دی اور ساتھ ہی ایک مختصر سا خط لکھا جس کی تحریر کچھ اس طرح تھی:

"اما بعد! حسینؑ بن علیؑ، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمان بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر سے میری بیعت لے اور انھیں سوچنے کی مہلت بھی نہ دے جو بھی انکار کرے اس کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دے۔ والسلام"[1]

اس خط سے یزید کی اصل شخصیت کا پتہ چل رہا ہے، کیونکہ اس نے اپنے گورنر

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۱ ص 243، مقتل خوارزمی ج ۱ ص 178

Presented by Ziaraat.com

کے پہلے خط میں قتل حسینؑ کا حکم دیا ہے حق یہ بنتا تھا کہ وہ سب سے پہلے مذاکرات، بات چیت اور صلح صفائی کی بات کرتا لیکن اس طرح کا احمقانہ خط یزید جیسے شخص سے بعید نہیں تھا۔

یزید کا پہلا اقدام اپنے باپ کی آخری وصیت کے خلاف تھا، کیونکہ معاویہ نے بستر مرگ پر یزید کو وصیت کرتے ہوئے کہا تھا:

"اگر عراق میں حسینؑ بن علیؑ خروج کرے اور تو اُن پر غلبہ پانے میں کامیاب ہو جائے تو اسے معاف کر دینا کیونکہ وہ رسولؐ خدا کے نواسے ہیں۔ کیونکہ اگر میں بھی اس پر غلبہ پالیتا تو میں بھی اسے معاف کر دیتا"۔

لیکن یزید ایک جلد باز اور غصیلا شخص تھا۔ وہ اپنے قریبی ترین دوستوں تک کو آنکھ جھپکنے کی دیر میں قتل کر دیتا تھا۔ اس کے لیے حسینؑ کا نواسہ رسولؐ ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ اس کا نظریہ یہ تھا کہ اس کے حکم پر ہر کوئی لبیک کہے اور اگر وہ خواہش کرے تو فوراً لوگوں کے سر قلم کر دیے جائیں۔ لیکن حسینؑ بن علیؑ نے فوراً اس پر اعتراض کیا حالانکہ امامؑ ایک لمبا عرصہ ان حالات کے انتظار میں رہے تھے اور معاویہ کے دور میں امامؑ نے اتنی طویل خاموشی اختیار کی کہ ان کے اپنے ساتھی مایوس ہو گئے تھے۔ امام علیہ السلام کو ولید نے جب دربار میں بلا کر یزید کا خط دکھایا تو امامؑ نے حکیمانہ انداز میں اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

مِثْلِیْ لَا یُبَایِعُ سِرًّا وَلَا یُجْتَزِیُ بِهَا مِنِّی سِرًّا فَاِذَا خَرَجْتَ لِلنَّاسِ وَدَعَوْتَهُمْ لِلْبَیْعَةِ وَدَعَوْتَنَا مَعَهُمْ كَانَ الْاَمْرُ وَاحِدًا

"مجھ جیسا شخص چھپ کر بیعت نہیں کرتا اور نہ ہی ایسی مخفیانہ بیعت کو

Presented by Ziaraat.com

کافی سمجھتا ہے۔ جب آپ لوگوں کو بیعت کی دعوت دیں گے اور ہمیں
بھی دیں گے تو ہم سب مل کر علانیہ بیعت کریں گے"۔

ولید خاموش ہو گیا، لیکن مروان نے اُس سے کہا: اگر حسینؑ ابھی بیعت کئے بغیر چلے گئے تو پھر کبھی بیعت نہیں کریں گے۔ پھر تو اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکے گا مگر یہ کہ فریقین کے درمیان بہت سے لوگ مارے جائیں اس مرد کو واپس جانے سے روک لو اور بیعت لے لو یا اس کا سر قلم کر دو۔ یہ سن کر حسینؑ کے تیور بدلے۔ امام نے فوراً اپنی جگہ چھوڑی اور گرج دار لہجے میں بولے:

"اے بدچلن ماں کے بیٹے! کیا تو مجھے قتل کرے گا یا وہ؟ تو نے جھوٹ بولا ہے، اپنے آپ کو رسوا کیا ہے اور تو گناہ کا مرتکب ہوا ہے"۔

پھر امامؑ، ولید کی طرف مخاطب ہوئے اور آپ گرجدار لہجے میں کہا:

"اے ولید! ہم اہلِ بیتؑ رسولؐ ہیں، ہم رسالت کا مرکز ہیں اور ہمارا گھر فرشتوں کے آنے جانے کی منزل ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اس دنیا کا آغاز بھی ہم سے کیا تھا اور اس کا اختتام بھی ہم سے کرے گا جبکہ یزید ایک فاسق، فاجر، گناہگار، شراب خوار اور بے گناہوں کا قاتل ہے۔ وہ علانیہ گناہ کرتا ہے لہٰذا مجھ جیسا اُس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا۔ ہاں! کل صبح تک آپ بھی غور کریں ہم بھی غور کریں گے کہ ہم میں سے کون خلافت کا سزاوار ہے"۔

ولید اپنے مقام سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ امامؑ اور اس کے درمیان تلخ کلامی ہوئی۔ آوازیں بلند ہوئیں تو بنی ہاشم کے انیس جوان جو امامؑ کے ہمراہ آئے تھے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے تلواریں نکالے دربار میں داخل ہوئے اور امامؑ کو بحفاظت باہر لے گئے۔

مروان نے ولید سے کہا، خدا کی قسم! تو نے خلیفہ کی نافرمانی کی ہے اور موقع ہاتھ

Presented by Ziaraat.com

سے گنوا دیا ہے۔ اس طرح کا موقع پھر تیرے ہاتھ نہیں آئے گا۔

ولید نے غصیلے لہجہ میں جواب دیتے ہوئے کہا: "اے مروان! کسی اور کو جا کر سرزنش کر تو مجھے جس راستے پر لگانا چاہتا ہے اس میں ہلاکت ہے۔ اگر حسینؑ بیعت نہ کریں تو اُسے قتل کر دوں؟

خدا کی قسم: یہ کام آسان نہیں ہے۔ قاتلِ حسینؑ کے قاتل کو خدا کبھی نہیں بخشے گا اور اسے دردناک عذاب ملے گا۔

امام عالی مقامؑ کا یہ جملہ: "مجھ جیسا یزید جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا"۔

یہ درحقیقت سفرِ شہادت کا آغاز تھا۔ یہ عبارت اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن اس کی تشریح میں ایک مکمل کتاب لکھی جائے تو وہ بھی کم ہوگی۔

مذکورہ جملے کا معنی یہ ہے کہ مجھ جیسا ہر وہ انسان جو حقیقی دین کا وارث اور خاندان "اہلِ بیتؑ" کا فرد ہے وہ ایسے شخص کی بیعت نہیں کر سکتا، جو باطل پرست رہبر ہو اور اہلِ بیتؑ کے حق کا غاصب ہو۔ اسی لیے امام علیہ السلام نے معنوی احساسات اور الٰہی احکامات کو عملی جامہ پہنانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

امامؑ کا وظیفہ شرعی بڑھ چکا تھا۔ جب سے امامؑ نے مروان اور ولید کے سامنے علانیہ اپنے موقف کو بیان کیا اسی وقت سے جہاد کے لیے امامؑ کی ماموریت کا آغاز ہو گیا تھا۔ قبرِ رسولؐ سے ایک نور بلند ہوا، اور امامؑ عالی مقام نے اپنے جدّ سے راز و نیاز کرتے ہوئے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُولَ اللهِ! اَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ فَاطِمَةَ
فَرْخُكَ وَابْنُ فَرْخَتِكَ وَسِبْطُكَ الَّذِيْ خَلَّفْتَنِيْ فِيْ اُمَّتِكَ
فَاشْهَدْ عَلَيْهِمْ يَانَبِيَّ اللهِ! اَنَّهُمْ خَذَلُوْنِيْ وَلَمْ يَحْفَظُوْنِيْ
وَهٰذِهٖ شَكْوَايَ اِلَيْكَ حَتّٰى اَلْقَاكَ

Presented by Ziaraat.com

"آپ پر سلام ہو اے رسول خدا! میں آپ کی بیٹی کا بیٹا حسینؑ ہوں اور آپ کا نواسہ ہوں جسے آپ نے اپنی اُمت میں اپنا نائب قرار دیا تھا۔ اے اللہ کے نبی! گواہ رہنا کہ انھوں نے مجھے بے وقار کر دیا ہے۔ میری حرمت کا پاس نہیں رکھا۔ میں اس ظلم کی آپ کو شکایت کرنے آیا ہوں جو کہ روز ملاقات تک رہے گی"۔ ①

دوسری رات امامؑ پھر قبر نبیؐ پر حاضر ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی اور دعا کرتے ہوئے کہا:

"خدایا! تجھے صاحب قبر کا واسطہ میرے لیے ایسے راستے کا انتخاب فرما جس میں خدا اور رسولؐ خدا کی رضا ہو"۔

پھر گریہ زاری کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی آنکھ لگ گئی اور خواب میں دیکھا کہ رسولؐ اللہ فرشتوں کے جھرمٹ میں تشریف لا رہے ہیں۔ قریب آ کر اپنے فرزند کو آغوش میں لیا اور آنکھوں کا بوسہ لیتے ہوئے فرمایا:

"اے میرے محبوب! اے حسینؑ! میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب میری اُمت کے ایک گروہ کے ہاتھوں تیرا خون بہایا جائے گا اور تجھے سرزمین کربلا میں پیاسا شہید کیا جائے گا۔ اور وہ گنہگار گروہ میری شفاعت کا بھی امیدوار ہو گا۔ روز قیامت ان تک میری شفاعت نہیں پہنچے گی۔

اے میرے محبوب! اے میرے حسینؑ! تیرے ماں باپ اور بھائی میرے پاس آ چکے ہیں اور اب ہم سب تیرے دیدار کے مشتاق ہیں۔

---

① تاریخ طبری، ج 6، ص 19؛ اللہوف، ص 13

Presented by Ziaraat.com

میرے بیٹے! جنت میں تیرا ایک مقام ہے جسے تو شہادت کے ساتھ پائے گا"۔

امام حسینؑ نے اپنے نانا کی طرف والہانہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا:

يَاجَدَّاهُ! لَا حَاجَةَ لِيْ فِي الرُّجُوْعِ إِلَى الدُّنْيَا خُذْنِيْ إِلَيْكَ وَأَدْخِلْنِيْ مَعَكَ فِيْ قَبْرِكَ

"اے نانا جانؐ! اب میں دنیا کی طرف واپس نہیں پلٹنا چاہتا۔ آپؐ میرا ہاتھ تھام لیں اور مجھے اپنے ساتھ قبر میں لے جائیں"۔

امامؑ کا آخری جملہ کہ "مجھے اپنے ساتھ قبر میں لے جایئے" یہ جملہ اس بات کی دلیل نہیں ہے، کہ حضرتؑ دشمن کے ڈر سے خوف زدہ ہو گئے تھے، بلکہ اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلم کرنے والے وحشی ان پر اتنا ظلم کریں گے اور انھیں تکلیف دیں گے کہ جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملے گی۔

چنانچہ امامؑ رسولؐ خدا کے ساتھ قبر میں جانے کا تقاضا اس لیے کر رہے تھے، تاکہ وہ گمراہ نہ ہوں اور وہ امامؑ پر کوئی ظلم و ستم نہ کر پائیں شاید وہ اس طرح ہلاکت سے بچ جائیں۔ شاید ان ظالموں کی سنگ دلی کو واضح کرنے کے لیے رسولؐ خدا نے یہ فرمایا ہو:

"میرے پیارے حسینؑ! میں دیکھ رہا ہوں کہ میری اُمت کے سنگ دل لوگ تیرا خون بہا رہے ہیں"۔

حضورؐ کا یہ ارشاد:

"میری اُمت کے سنگ دل" اشارہ ہے ان کی ماہیت و حقیقت کی طرف اور یہ سنگ دل اور شقی القلب گروہ ایسا تھا جن کے دل و دماغ اور ضمیر و وجدان میں یزید نے زہر بھر دیا تھا۔ رسولؐ خدا نے اس گروہ کی نشاندہی کر دی کہ میری اُمت کے یہ فاسد لوگ ہیں جو معاشرتی

Presented by Ziaraat.com

اخلاق و قوانین کے بالکل پابند نہیں ہیں۔ یہ گروہ ایسا ہے جیسا چوروں اور قاتلوں کا گروہ ہوتا ہے۔ پھر رسولؐ خدا نے ان کی زیادتی اور تباہ کاری کو اپنے نواسے کے سامنے مجسم کرتے ہوئے فرمایا: ”مجھے وہ پیاسا شہید کریں گے“۔

رسولؐ خدا کی پیشین گوئی کے مطابق اس ستم گر جماعت نے حضرتؑ کا محاصرہ کیا پھر پانی اور غذا کو ان پر بند کر دیا۔

معاشرتی قوانین کے تحت اگر ایک مجرم کو پھانسی لگانا چاہیں تو اس کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ جن کی رعایت کی جاتی ہے۔ مثلاً پھانسی دینے سے پہلے دیکھیں اگر وہ بھوکا ہے تو اسے غذا دیں اور پیاسا ہے تو اُسے پانی پلائیں۔ امام حسینؑ کو ان معمولی انسانی حقوق سے بھی محروم رکھا گیا، یہاں تک کہ امامؑ کو ہتک حرمت کے بعد بے دردی سے بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا۔ رسولؐ خدا نے ان کے دیگر مظالم کو ایک دوسرے سے مربوط کرتے ہوئے فرمایا:

”وہ میری شفاعت کے بھی اُمیدوار ہوں گے لیکن انہیں میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی“۔

حضور سرورِ کائناتؐ کے بیان میں دو جملے ذکر ہوئے۔ ایک جملہ ہے: وَأَنْتَ مَعَ ذٰلِكَ ”یعنی تو اس شہادت کے ساتھ بلند مقام پائے گا“۔ اور دوسرا جملہ ہے: وَهُمْ مَعَ ذٰلِكَ اور وہ ظالموں اور سنگ دلوں کا گروہ اتنے ظلم کے باوجود میری شفاعت کی اُمید رکھتا ہوگا۔

حضورؐ نے مذکورہ بالا دو جملوں کے ساتھ ظالم و مظلوم، دونوں کے اقدام کا نتیجہ بیان فرما دیا ہے:

”کسی بے گناہ کو قتل کرنا ایک ایسا ظلم ہے جس کی سزا قانونی، اجتماعی

Presented by Ziaraat.com

اور دینی اعتبار سے ممکن ہے لیکن اگر ظلم اس سے بڑھ جائے مثلاً مظلوم کو قتل سے پہلے شکنجے دیے جائیں تو ظالم کی سزا میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے"۔

قانون کے مطابق یہ الگ ایک ظلم شمار ہوتا ہے جس سے ظالم کی سزا میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور پھر اگر مقتول کے مرنے کے بعد اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں تو یہ ظلم قتل سے بھی بڑا جرم شمار ہوتا ہے کیونکہ یہ مرنے والے کے جنازے کی توہین ہے۔

امام حسین علیہ السلام کے قاتل ان تمام جرائم کے مرتکب ہوئے جس سے خود ان کی اس دنیا کی سزا میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ آخرت کی سزا تو خداوند متعال کے ہاتھ میں ہے کہ جس کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر چھوٹے بڑے ظلم کی انھیں سزا دے۔

امام حسینؑ کی شہادت کو قانونی اعتبار سے دیکھا جائے تو حضرتؑ کے قاتل کئی جرائم کے مرتکب ہوئے۔ سب سے پہلے حضرتؑ کو شکنجے دیے، پھر قتل کیا پھر ان کی لاش کے ٹکڑے کیے جو اس ظالم گروہ کی انتہائی پستی کی دلیل ہیں اسی لیے رسولؐ خدا نے جب دیکھا کہ حسینؑ ان کی قبر کے پاس بیٹھ کر گریہ کر رہے ہیں اور تقاضا کر رہے ہیں کہ انھیں اپنے ہمراہ قبر میں لے جائیں تو حضورؐ نے انھیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

"خداوند متعال نے آپؑ کے لیے جو اجر عظیم مقرر فرمایا ہے اسے فقط شہادت سے پایا جاسکتا ہے۔ میرے پیارے حسینؑ! کل روز قیامت آپؑ، آپؑ کے ماں باپ اور آپؑ کے چچا جعفر طیار اور آپؑ کے بابا کے چچا حضرت حمزہ سید الشہداء آپ سب لوگ ایک جماعت کی شکل میں محشور ہوں گے، اور ایک دوسرے کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوں گے"۔

بنابرایں، حضرتؑ کا معاویہ کے دور میں خاموش رہنا اور یزید کے دور میں جنگ

Presented by Ziaraat.com

کرنا اسی مقصد کی خاطر تھا جس کا ذکر رسولِ خدا نے فرمایا۔

امام حسینؑ نے اپنی مرضی سے کوئی قدم نہ اٹھایا بلکہ یہ قیام خدا اور رسولِ خدا کی طرف سے پہلے ہی سے معین شدہ تھا اور امام کو اس میں کوئی جداگانہ اختیار نہیں تھا۔ وہ لوگ جو اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں وہ رسولِ خدا کے اس فرمان کی کیا توجیہ کریں گے جس میں آپؐ نے فرمایا:

"آپ کو شہید ہونا پڑے گا، تا کہ آپ کو وہ مقام حاصل ہو جو خدا نے آپؑ کے لیے معین کر رکھا ہے"۔

کیا رسولِ خدا کی پیشگوئی کے باوجود کسی شک وشبہ کی گنجائش ہے۔ کیا رسولِ خدا نے جو کچھ فرمایا درست فرمایا یا غلط؟ (معاذ اللہ)

وہ لوگ جو اس جنگ کو ایک عسکری جنگ اور عام انسانی حادثہ قرار دیتے ہیں، کیا انھیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ امام کا یہ قیام ایثار، قربانی اور شوقِ شہادت کی خاطر تھا کہ جس کے اہداف، نتائج اور طریقۂ کار پہلے سے معین کیے جا چکے تھے جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں اس بات کا مکمل تجزیہ کیا ہے۔ کیا ان لوگوں نے شہداء کے متعلق، انبیاء و اوصیاء کی پیشگوئیاں نہیں پڑھیں؟ کہ جن میں انھوں نے فرمایا:

"یہ لوگ اپنی شہادت اور قربانی سے بشریت کو ظلم کی قید سے نجات دینے والے ان کی ہدایت کرنے والے اور انھیں گمراہی سے نکالنے والے ہیں؟"

پس ان کے یہ غلط دعوے نورِ الٰہی کی تجلی سے نابود ہو جائیں گے کیونکہ اس نور سے زیادہ روشنی والا کوئی نور نہیں ہے۔ اس نور کی مثال اس آفتاب جیسی ہے جو ہر چیز کو روشنی فراہم کرتا ہے۔ سیاہ دل والے منحرف لوگ جب اس آفتابِ ہدایت کو دیکھتے ہیں، تو اس سے منہ موڑ لیتے ہیں ان کی مثال ان پھل دار درختوں جیسی ہے جن کے پھل اور

Presented by Ziaraat.com

پنے جھڑ چکے ہوں۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جو حسین جیسی نعمت الٰہی کی طرف عیبوں اور کمزوریوں کی نسبت دیتے ہیں، حالانکہ یہ وہ چراغِ ہدایت ہے جسے خود خداوند متعال نے چراغِ ہدایت قرار دیا۔ قیامت کے دن ان کی کون شفاعت کرے گا؟ جس دن ہر کوئی رحمتِ خدا کو طلب کرے گا تاکہ جہنم سے نجات پائے اس دن انھیں کون نجات دے گا؟

یَالَیْتَ مَنْ یَمْنَعُ الْمَعْرُوْفَ یَمْنَعُهُ
حَتّٰی یَذُوْقَ رِجَالٌ غِبَّ مَاصَنَعُوْا
وَلَیْتَ لِلنَّاسِ خَطًّا فِیْ وُجُوْهِهِمْ
تَبِیْنُ اَخْلَاقُهُمْ فِیْهِ اِذَا اجْتَمَعُوْا
وَلَیْتَ ذَاالْفُحْشِ لَاقٰی فَاحِشاً اَبَداً
وَوَافَقَ الْحِلْمَ اَهْلُ الْحِلْمِ فَاتَّبِعُوْا

"اے کاش! وہ شخص جو نیک کام سے اجتناب کرتا ہے کوئی شخص بھی اس کے ساتھ نیکی نہ کرتا تا کہ اُسے اپنے کیے کا نتیجہ نظر آجاتا۔ اے کاش! لوگوں کے چہروں میں کوئی علامت ہوتی جس سے ان کا اخلاق و کردار اس وقت واضح ہوتا جب وہ باہم جمع ہوتے۔ اے کاش! اچھے اچھوں کے ساتھ اور برے بروں کے ساتھ رُوبرو ہوتے تو اچھے کام انجام پاتے"۔

فصل سوم

بسوئے کربلا

أَلَا يَا عَيْنُ فَاحْتَفِلِي بِجُهْدٍ

وَمَنْ يَبْكِي عَلَى الشُّهَدَاءِ بَعْدِي؟

عَلَى قَوْمٍ تَسُوقُهُمُ الْمَنَايَا

بِمِقْدَارٍ إِلَى إِنْجَازِ وَعْدٍ

"اے آنکھ! بہت گریہ کر، آخر میرے بعد شہیدوں پر کون گریہ کرے گا؟ وہ گروہ کہ موت جن کے پیچھے آ رہی ہے تاکہ ان کے متعلق اپنا وعدہ پورا کرے"۔

اس غیبی ندا کو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اس وقت سنا جب قافلۂ اہلِ بیتؑ کوفہ کے قریب خزیمیہ نامی مقام پر تھا۔ سیدہؑ نے اپنے بھائی حسینؑ کو اس خبر سے آگاہ کیا، لیکن امامؑ نے اپنے جدؐ کے انداز میں اپنی بہن سے ایک جملے سے زیادہ کچھ نہ کہا:

يَا أُخْتَاهُ! كُلُّ الَّذِي قُضِيَ فَهُوَ كَائِنٌ

"اے میری بہن! خدا کی طرف سے جو ہماری سرنوشت مقرر ہو چکی ہے وہ ہو کر رہے گی"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے تقدیرِ الٰہی کو دل و جان سے قبول کرتے ہوئے قدم آگے بڑھائے، کیونکہ آپؑ رسولِ خداؐ سے سن چکے تھے کہ شہادت میرے بیٹے حسینؑ کے حصے میں ثبت ہو چکی ہے اسی لیے سید الشہداؑ کو اپنے قیام میں کوئی شک نہیں تھا بلکہ

Presented by Ziaraat.com

آپ سوچ سمجھ کر تیے کو مد نظر رکھ کر قدم آگے بڑھا رہے تھے۔ امامؑ مدینہ میں اپنے نانا سے الہام لینے کے بعد واپس گھر تشریف لا کر اپنے اصحاب اور خاندان کو جمع کیا اور روضۂ رسولؐ پر عالمِ خواب میں اپنے جد بزرگوار سے جو انھیں دستور العمل ملا، وہ پوری تفصیل سے اپنے ساتھیوں کو بیان کیا جسے سن کر سب خوف زدہ ہو گئے۔ عمر الاطرف نے حضرتؑ کو مشورہ دیا کہ یزید کی بیعت کر لیں ورنہ مارے جائیں گے اور دوسری طرف محمدؒ بن حنفیہ بڑی دل سوزی سے بولے:

"بھائی جان! اگر یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کرنی تو اس کی حکومت سے اتنا دور چلے جائیں کہ وہ آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے، پھر آپ لوگوں کے پاس اپنے ایلچی بھیجیں اور انھیں یزید کے خلاف قیام کی خاطر اپنی بیعت کی دعوت دیں۔ اگر انھوں نے آپؑ کی بیعت کر لی تو خدا کا شکر ادا کریں اور اگر وہ آپؑ سے منہ موڑ کر کسی اور کے ارد گرد جمع ہو گئے تو اس کی وجہ سے خداوند متعال آپ کا مواخذہ نہیں کرے گا"۔

امامؑ عالی مقام نے اس عاقلانہ نصیحت پر محمد بن حنفیہؒ کا شکریہ ادا کیا۔ اُسے دعا دی اور فرمایا: "اس میں میں غور کروں گا"۔

اب امامؑ نے مکہ کی طرف روانگی کا پختہ ارادہ کر لیا، الوداع کی خاطر مسجدِ نبوی میں تشریف لائے اور الوداعی لہجے میں کہا:

لَا ذُعِرْتُ السَّوَامَ فِیْ فَلَقِ الصُّبْحِ
مُغِیْرًا وَ لَا دُعِیْتُ یَزِیْدًا
یَوْمَ اُعْطِیْ مَخَافَةَ الْمَوْتِ ضَیْمًا
وَالْمَنَایَا یَرْصُدْنَنِیْ اَنْ اَحِیْدًا

"میں صبح اس حالت میں کرتا ہوں کہ مجھے کسی چیز کا خوف نہیں ہوتا اور

Presented by Ziaraat.com

مجھے یزید کی طرف جانے میں بھی کوئی خوف نہیں ہے۔ لوگ موت کے ڈر سے ظلم قبول کر چکے ہیں اور انسانی شکل کے درندے کمین گاہ میں ہیں تا کہ مجھے حق کے راستے سے منحرف کر دیں"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑنے سے پہلے اپنا وصیت نامہ لکھا کہ جو مصیف حسینی کا منشور شمار ہوتا ہے اور آپؑ نے اس میں اپنے قیام کے اصل ہدف کو ذکر فرمایا:

وَاِنِّی لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَّلَا بَطِرًا وَّلَا مُفْسِدًا وَّلَا ظَالِمًا وَاِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِیْ اُمَّةِ جَدِّیْ اُرِیْدُ اَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهٰی عَنِ الْمُنْکَرِ وَاَسِیْرَ بِسِیْرَةِ جَدِّیْ وَاَبِیْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَمَنْ قَبِلَنِیْ بِقَبُوْلِ الْحَقِّ فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِالْحَقِّ وَمَنْ رَدَّ عَلَیَّ هٰذَا اَصْبِرُ حَتّٰی یَقْضِیَ اللّٰهُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ الْقَوْمِ وَهُوَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ

"میں نے ظلم و ستم اور فساد و تباہ کاری کی خاطر قیام نہیں کیا بلکہ میں نے اپنے جدِّ نامدار کی اُمت کی اصلاح کی خاطر قیام کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں لوگوں کو نیکی کا حکم دوں اور برائی سے روکوں تا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ادا ہو جائے۔ میں چاہتا ہوں اپنے جدِّ نامدارؐ اور اپنے پدر بزرگوارؑ کے نقش قدم پر چلوں، جو شخص میری دعوت حق کو قبول کرتا ہے وہ جان لے کہ خداوند تعالیٰ حق کا سزاوار ہے اور اگر لوگوں نے میری دعوتِ حق کو رد کر دیا تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ خداوند متعال میرے اور اُن لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔ وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"۔

Presented by Ziaraat.com

شیخ محمد عبدہ جو کتبِ اہلِ سنت کے بہت بڑے محقق ہیں وہ کہتے ہیں:

"قیامِ امام حسینؑ ایک ظالم، گمراہ اور تباہ کار حاکم کے خلاف تھا تاکہ امامؑ اُس کی ظالمانہ حکومت کو رُسوا کریں، کیونکہ اُس کی حکومت نے اسلامی قوانین کو پامال کر دیا تھا"۔

امام عالی مقامؑ نے ۲۸ رجب ۶۰ ہجری کو اپنے خاندان اور اصحاب کے ہمراہ مدینہ چھوڑا، اور دعا کی کہ خداوند متعال انھیں ظالموں کے ظلم سے نجات عطا فرمائے۔

امام علیہ السلام نے مشہور و معروف راستے پر اپنا سفر جاری رکھا۔ امام عالی مقامؑ کو لوگوں نے مشورہ دیا:

"عبداللہ بن زبیر کی طرح اصلی راستہ چھوڑ کر فرعی راستے سے سفر کریں تاکہ یزید لعین کے گماشتے آپؑ تک نہ پہنچ سکیں اور آپؑ اُن کے شر سے محفوظ رہیں"۔

امام علیہ السلام نے اُن کے جواب میں فرمایا:

لَا وَاللهِ لَا اُفَارِقُهُ حَتّٰى يَقْضِيَ اللهُ مَا هُوَ قَاضٍ

"خدا کی قسم! میں اس معروف راستہ کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ اپنے حکم کو جاری کرے"۔

امامؑ نے چار مہینے تک مکہ میں قیام کیا اور آپؑ اسی دوران اپنے ماننے والوں کے حالات اور حکومتِ وقت کے عزائم کو جانچتے رہے۔ اسی دوران لوگوں کے بے شمار خطوط امام کو موصول ہوئے کہ جنھوں نے امامؑ سے بیعت کا وعدہ کیا اور قیام کی دعوت دی۔ کوفہ اور اُس کے مضافات کے لوگوں نے امامؑ سے وعدہ کیا کہ اگر امامؑ ان کی بیعت قبول کر لیں اور یزید کی حکومت کے خلاف خروج کریں تو وہ ایک لاکھ جنگجو جوانوں سے آپؑ کی مدد کریں گے۔ لیکن شہزادۂ جنتؑ نے بڑی بُردباری کے ساتھ صبر کیا تاکہ

Presented by Ziaraat.com

تمام حالات اچھی طرح معلوم ہو جائیں۔ امامؑ نے کوفہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو اہلِ کوفہ کی طرف اپنا سفیر بنا کر بھیجا، تاکہ بیعت کے لیے زمین ہموار ہو جائے اور بدلتے ہوئے حالات کا اچھی طرح علم ہو جائے۔ آپؑ نے اسی ہدف کے تحت اہلِ کوفہ کو اس مضمون کا خط لکھ کر مسلم بن عقیلؑ کے حوالے کیا:

"اما بعد! تم لوگوں کے خطوط موصول ہو چکے ہیں اور معلوم ہوا کہ تم لوگ دل وجان سے چاہتے ہو کہ میں کوفہ آؤں۔ میں اپنے قابلِ اعتماد اور اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں تاکہ وہ مجھے آپ لوگوں کے حالات سے اور آپ لوگوں کے ارادوں سے آگاہ کریں۔ اگر اس نے مجھے لکھا کہ آپ کے بزرگان اور صاحبانِ فہم وفراست اپنے اسی عقیدے پر باقی ہیں جس کا اظہار انھوں نے اپنے خطوط میں کیا ہے تو انشاء اللہ میں بہت جلدی کوفہ میں آپ لوگوں کے پاس آجاؤں گا۔ مجھے میری جان کی قسم! امامؑ وہ ہوتا ہے جو کتاب خدا کے مطابق عمل کرے اور خود عدالت سے کام لے اور معاشرے پر بھی عادلانہ نظام لاگو کرے۔ حقوق ادا کرے اور اپنے آپ کو خدا کے لیے وقف کر دے"۔ والسلام!

امام عالی مقامؑ کی اقامت کے دوران ایامِ حج آن پہنچے۔ لوگ کثیر تعداد میں ملک کے گوشہ وکنار سے حج کرنے کی خاطر مکہ پہنچنے لگے۔ بنو امیہ کے سرداروں تک یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ امام حسینؑ اُن سے اپنی نفرت کا اعلان کر چکے ہیں۔ یزید کے جاسوس اپنے مرکز تک پل پل کی خبر پہنچاتے رہے۔ خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ مختلف اوقات میں امامؑ کی ملاقاتوں کی خبر فی الفور شام تک پہنچائی گئی اور یہ بھی بتایا گیا کہ لوگ مرگِ

Presented by Ziaraat.com

معاویہ پر خوش ہیں اور یزیدی حکومت کے خلاف قیام کے سلسلے میں بڑے پرجوش ہیں۔

بنا بر ایں بنواُمیہ کے سرداروں نے ایک دفعہ ارادہ کیا کہ امامؑ کو مکہ ہی میں شہید کر دیا جائے چاہے وہ غلاف کعبہ کے ساتھ ہی کیوں نہ لپٹے ہوئے ہوں۔ اسی غرض کے تحت تیس افراد پر مشتمل شیاطین بنواُمیہ کا ایک گروہ روانہ کیا گیا تاکہ حریم خدا میں امامؑ کا کام تمام کر دیا جائے۔

یزید اس کارروائی سے چاہتا تھا کہ ایک تیر سے دو شکار ہو جائیں۔ اس طرح کہ ایک تو اپنے دشمن کو اپنے راستے سے ہٹا دے دوسرا یہ کہ بنواُمیہ کے وہ مخالفین جو امامؑ عالی مقام کے ساتھی تھے انھیں شہادتِ حسینؑ کے بعد چُن چُن کر قتل کر دے۔ امام عالی مقامؑ تک خبر پہنچی کہ اٹھارہ ہزار کوفیوں نے میری رکاب میں لڑنے کے لیے مسلم بن عقیلؑ کی بیعت کر لی ہے۔

اب اس مرحلہ میں امامؑ نے مکہ چھوڑا۔ آپؑ نے فوراً کوفہ جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اس کی چند وجوہات ہیں:

① اگر خانہ کعبہ میں قتل ہو گئے تو حرم الٰہی اور حرم امن کی حرمت پامال ہو جائے گی۔

② جتنا جلدی ہو سکے اپنے آپ کو بیعت کرنے والوں تک پہنچائیں، تاکہ وہ بکھر نہ جائیں اور طویل انتظار کی وجہ سے ان کے انقلابی جذبات سرد نہ پڑ جائیں۔

وہ لوگ جو امامؑ کے خیر خواہ تھے اُنھوں نے امامؑ کو کوفہ جانے سے روکا خصوصاً عبداللہؓ بن عباسؓ۔ اس نے شہزادۂ جنتؑ سے پوچھا: لوگوں میں یہ خبر گردش کر رہی ہے کہ آپؑ عراق کی طرف جانے والے ہیں کیا یہ خبر سچ ہے؟

امامؑ نے جواب دیا: جی ہاں! ایک دو دن کے اندر ہم روانہ ہوں گے۔

ابن عباسؓ نے نہایت دل سوزی سے کہا: مجھے خوف ہے کہ آپؑ اس راستے میں

Presented by Ziaraat.com

مارے جائیں گے۔ عراق کے لوگ بے وفا اور منافق ہیں۔ آپؑ اس سرزمین میں رہ جائیں۔ آپؑ اہل حجاز کے سردار ہوں گے۔ آپ کو اہلِ حجاز اسی طرح چاہتے ہیں جس طرح کہتے ہیں۔ جب عراق سے آپؑ کا دشمن نکال دیا جائے تو پھر آپؑ خوشی ان کے پاس چلے جایئے لیکن اگر پھر بھی آپؑ جانا چاہیں تو یمن چلے جائیں، کیونکہ وہاں آپؑ کے والد بزرگوار امام علیؑ کے چاہنے والے بہت زیادہ ہیں۔

شہزادہ جنتؑ نے اُن سے کہا: "مجھے معلوم ہے کہ آپؑ میرے خیر خواہ ہیں لیکن میں نے سفر کا پختہ ارادہ کرلیا ہے اور اس میں نظرِ ثانی کی گنجائش بھی نہیں ہے"۔

ابن عباسؓ نے اصرار کیا، اگر آپؑ نے ہر صورت جانا ہی ہے تو پھر اپنے اہل دعیال میں سے کسی کو اپنے ہمراہ نہ لے جائیں، اس لیے کہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ آپؑ بیوی، بچوں اور اہل دعیال کے سامنے قتل ہو جائیں جس طرح عثمان قتل ہوا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مشورہ دینے والے تمام خیر خواہ افراد قیامِ امامؑ کے راز کو نہیں سمجھتے تھے۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ امامؑ اپنی ماموریت کو ادا کر رہے ہیں وہ درحقیقت اپنی قتل گاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ یہ ایک فوجی جنگ ہے اور ایک لشکر نے دوسرے لشکر پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے، حالانکہ یہ الٰہی رازوں میں سے ایک راز تھا کہ جسے کامل طور پر صرف حسینؑ جانتے تھے۔

کوفہ کی طرف روانگی

کوفہ مخالفین بنواُمیہ کا مرکز تھا اور امامؑ ۸ ذی الحجہ کو اُس کی طرف باقاعدہ روانہ ہوئے۔ یزید کے جاسوسوں نے اس تک خبر پہنچا دی تھی کہ اہلِ کوفہ نے امام حسینؑ کو خطوط لکھے ہیں اور مسلم بن عقیلؑ کی بیعت کرلی ہے اور امام مکہ سے کوفہ کی طرف چل پڑے ہیں۔ سرجون رومی یزید کا مشیر تھا اُس نے اس سے مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا

Presented by Ziaraat.com

چاہیے؟ اس نے کہا نعمان بن بشیر کو گورنری سے معزول کر کے کوفہ کا گورنر عبید اللہ بن زیاد کو مقرر کریں۔ یاد رہے ابن کثیر اپنی کتاب بدایہ میں لکھتے ہیں:

"ابن زیاد مسلمان نہیں تھا بلکہ وہ آتش پرست مجوسی تھا۔ اسی طرح عمدۃ القاری فی شرح البخاری میں وارد ہوا ہے کہ ابن مرجانہ اس وقت اصفہان سے اسیر ہو کر آیا تھا جب کہ وہاں کا رائج مذہب زرتشت تھا۔

اسی طرح ابن قتیبہ نے کتاب المعارف ص ۲۵۴ پر لکھا ہے:

"وہ بہت زیادہ پُرخور اور بلند قامت تھا، اس طرح کہ جب وہ پیدل چل رہا ہوتا تھا تو لوگ سمجھتے کہ وہ مرکب پر سوار ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یزید نے کوفہ کی گورنری کا حکم نامہ ابن زیاد کو ارسال کر دیا تو وہ فوراً کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ یمنی لباس اور سیاہ عمامہ پہن کر بڑے مخفی انداز میں کوفہ میں داخل ہوا۔ لوگ سمجھے حسینؑ بن علیؑ آ گئے ہیں لہٰذا وہ اس پر درود و سلام بھیجنے لگے اور سب نے یک زباں ہو کر کہا:

"اے فرزند رسولؐ! ہم آپ کو اپنے شہر میں خوش آمدید کہتے ہیں"۔

یہ حالات دیکھ کر اور یہ الفاظ سن کر وہ آگ بگولہ ہو گیا اور غیظ و غضب کی آگ اس کے دل میں بھڑک اٹھی یہاں تک کہ وہ دارالامارہ پہنچ گیا۔ جب نعمان بن بشیر نے اسے دیکھا تو اس نے کہا: "اے فرزندِ رسولؐ! اقتدار اور گورنری کی یہ امانت میں کبھی آپ کے سپرد نہیں کروں گا۔ یہ سن کر ابنِ زیاد غصہ سے بولا: دیر ہو رہی ہے۔ دروازہ جلدی کھول بشیر نے اسے پہچان لیا"۔ (تاریخ طبری، ج۶، ص۲۰۱)

صبح ہوتے ہی اس نے تمام بزرگانِ شہر کو جامع مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب سارے لوگ جمع ہو گئے تو دھمکی آمیز تحکمانہ لہجے میں بولا: "تمام بزرگانِ کوفہ سن لیں! ہر وہ شخص جس کے ہاں امیر المومنین یزید کا کوئی بھی دشمن میرے سپاہیوں

Presented by Ziaraat.com

اور جاسوسوں نے دیکھ لیا اور صاحب خانہ نے اسے اطلاع نہ دی تو اسے اپنے گھر کے آگے پھانسی پر لٹکایا جائے گا"۔

ابن زیاد کے آنے سے شہر کی فضا یکسر بدل گئی۔ لوگوں پر خوف طاری ہو گیا اور یہ خبر گردش کرنے لگی کہ لشکر شام شہر کے دروازہ پر آ چکا ہے۔ بزرگان شہر ابن زیاد کے خوف سے مسلم بن عقیلؑ سے دُور ہونے لگے اور جن کا مسلمؑ کے ہاں آنا جانا باقی تھا وہ بھی بڑی احتیاط سے آتے جاتے تھے اور وہ ہر وقت اُموی جاسوسوں کے تحت نظر رہتے تھے۔ باوجود اس کے کہ بہت سے لوگوں پر ابن زیاد کا خوف طاری تھا لیکن ابن زیاد کو بھی مسلمؑ اور اس کے ساتھیوں کا خوف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب مسلمؑ کے وفاداروں نے ابن زیاد کے خلاف جلوس نکالا اور اُس کے خلاف نعرے لگائے تو ان کے ڈر سے ابن زیاد بھاگ کر پہلے مسجد میں داخل ہو گیا اور پھر موقع پا کر دارالامارہ میں جا گھسا تا کہ وہ یاران مسلمؑ کے غیظ و غضب سے بچ جائے۔

بعض روایات کے مطابق چار ہزار افراد حضرت مسلمؑ کی مدد کے لیے گھروں سے باہر نکل آئے اور حضرت مسلمؑ نے انھیں حکم دیا کہ ہر طرف پھیل جائیں اور جنگِ بدر والا نعرہ لگائیں: یَا مَنْصُورُ اَمِتْ "لوگو! ہم تمہاری مدد کو باہر نکلے ہیں تم خروج کیوں نہیں کرتے، کیا مر گئے ہو؟"

اسی حالت میں مسلمؑ نے جب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دارالامارہ کا رُخ کیا، اس وقت فقط تیس نگہبان اور بیس عام لوگ رہ گئے اور باقی سب مسلمؑ کے خوف سے بھاگ نکلے۔ اب اس مرحلہ میں ابن زیاد نے ایک بہت بڑی مکارانہ چال چلی اور اس میں وہ کامیاب بھی رہا۔ وہ یوں کہ اس نے جاسوسوں کے ذریعہ یہ خبر عام کر دی کہ لشکر شام دروازۂ شہر تک پہنچ چکا ہے لہذا خروج کرنے والا ہر شخص قتل کے لیے تیار ہو جائے۔ اس پروپیگنڈے کے نتیجے میں عورتوں نے اپنے شوہروں کو، ماؤں نے

Presented by Ziaraat.com

اپنے بیٹوں کو اور شوہروں نے اپنے بھائیوں کو گھروں سے باہر نکلنے سے منع کر دیا۔ (تاریخ طبری ج ۶، ص ۲۰۸)

خلاصہ یہ کہ مسلمؑ کے ساتھ اتنی چار ہزار افراد میں سے فقط پانچ صد افراد باقی رہ گئے۔ ابھی نماز مغرب مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ان میں سے فقط تیس افراد باقی رہ گئے تھے اور انہوں نے بھی آہستہ آہستہ کھسکنا شروع کر دیا یہاں تک کہ جب نماز عشاء ختم ہوئی تو مسجد میں مسلمؑ تنہا رہ گئے تھے۔

جب ابنِ زیاد نے دیکھا کہ مسجد میں نمازیوں کا کوئی شور شرابہ نہیں ہے اور بالکل خاموشی چھا گئی ہے، تو وہ یہ سمجھا کہ ان کا حیلہ ہے اور جان بوجھ کر انہوں نے خاموشی اختیار کی ہے۔ اب اس نے چند بہادر افراد کو اندر بھیجا تا کہ روشنی میں وہ حقیقت حال کا جائزہ لیں۔ ان کی رپورٹ کے مطابق وہ مطمئن ہو گیا کہ یارانِ مسلمؑ بکھر گئے ہیں اور ان میں سے کوئی شخص مسجد میں موجود نہیں ہے۔ تب اس نے لوگوں کو نماز کے لیے مسجد میں حاضر ہونے کا حکم دیا اور سب لوگ جمع ہو گئے۔ اس نے منبر پر جا کر فقط چند جملے کہے۔ تم سب جانتے ہو کہ عقیلؑ کے بیٹے نے ہمارے درمیان نفاق و اختلاف ڈال دیا ہے، جو شخص بھی اسے پناہ دے گا وہ امان میں نہیں ہوگا اور جو شخص اسے گرفتار کرے گا اُسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا، والسلام۔

پھر وہاں بیٹھے بیٹھے اس نے پولیس کے سب سے بڑے افسر (داروغہ) حصین بن نمیر کو حکم دیا کہ کوفہ کے تمام راستوں کو بند کر دے تا کہ مسلمؑ کوفہ سے نکلنے نہ پائے اور تمام گھروں کی تلاشی لیا اور جستجو کرے کہ مسلمؑ کس گھر میں ہیں۔ پھر کہا: اگر تو نے اپنے ذمہ داری میں کوتاہی کی تو تجھے قتل کر دوں گا۔ (مناقب شہر ابن آشوب، ج ۲، ص ۲۰۷)

طوعہ نامی مومنہ خاتون نے حضرت مسلمؑ کو اپنے گھر میں پناہ دے رکھی تھی لیکن اس کے بیٹے نے جا کر مسلمؑ کی موجودگی کی خبر حکومت کو دے دی۔ اس کے فوراً بعد ابنِ زیاد

Presented by Ziaraat.com

نے ابنِ اشعث کی سرکردگی میں ستر (۷۰) افراد کو بھیجا جنہوں نے طوعہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا، اور حضرت مسلمؑ جونہی گھر سے باہر نکلے تو جنگ چھڑ گئی۔ ایک طرف ستر گھوڑ سوار مسلح سپاہی تھے دوسری طرف تنہا مسلمؑ تھے جن کے پاس سواری بھی نہیں تھی۔ ایک روایت کے مطابق مسلمؑ کے ہاتھوں ۴۱ افراد قتل ہوئے لیکن دشمن نے چالبازی سے کام لیا اور پناہ دینے کا اعلان کر کے مسلمؑ کو گرفتار کر لیا۔ جب انہیں زخمی حالت میں دارالامارہ کی طرف لے کر آ رہے تھے تو انہوں نے پانی مانگا۔ جواب میں مسلم بن عمرو الباہلی نے کہا: خدا کی قسم! تجھے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ملے گا یہاں تک کہ تجھے جہنم کا کھولتا پانی پلایا جائے۔ جب حضرت مسلمؑ ابن عقیل ابنِ زیاد کے سامنے پہنچے تو آپؑ نے سلام نہ کیا۔ کسی نے کہا: امیر کو سلام کرو! مسلمؑ نے جواب دیا: وَمَا اَمِيْرِيْ سِوَى الْحُسَيْن "میرا امیر حسینؑ کے سوا اور کوئی نہیں ہے"۔ وَنِعْمَ الْاَمِيْرُ اَمِيْرِيْ "اور کتنا اچھا ہے میرا امیر!"

یہ سن کر ابنِ زیاد غرایا: تو وہی ہے جس نے اپنے خلیفہ کے خلاف قیام کیا ہے اور مسلمانوں میں اختلاف ڈالا ہے؟

مسلمؑ نے برجستہ کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ یہ معاویہ نے اُمت میں اختلاف ڈالا ہے اور تیرے باپ نے فتنہ انگیزی کی ہے۔①

حضرت مسلمؑ نے حاضرین پر ایک نگاہ ڈالی اور ان میں سے عمر بن سعد سے کہا: تیرے اور میرے درمیان ایک خاندانی رشتہ ہے لہٰذا میں تجھے وصیت کرتا ہوں اور اُمید ہے کہ تو اسے پورا کرے گا۔ عمر بن سعد نے انکار کیا لیکن ابنِ زیاد نے اسے اجازت دی تو وہ ان کی وصیت سننے پر تیار ہو گیا اور اُٹھ کر مسلمؑ کی طرف چلا گیا۔

---

① ابن نما ص ۲۷، مقتل مقرم ص ۱۷۴

Presented by Ziaraat.com

حضرت مسلمؑ نے اسے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: "میں کوفہ میں سات درہم کا مقروض ہوں۔ میری تلوار اور زرہ فروخت کر کے میرا قرض ادا کرنا اور میرا جنازہ ابن زیاد سے لے کر دفنا دینا اور اس سارے ماجرے کی امام حسینؑ تک خبر پہنچانا"۔

ابن سعد پست فطرت ہونے کے باوجود راز دار تھا۔ ابن زیاد نے بھی کہا: اس راز کو فاش نہ کرے۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ انہیں دارالامارہ کی چھت پر لے جائیں تا کہ لوگ انہیں دیکھیں۔ ایک شامی مرد نے ابن زیاد سے درخواست کی کہ مجھے ان کے سر قلم کرنے کی اجازت دی جائے۔ حضرتؑ کا سرِ اقدس قلم ہو کر زمین پر آ گرا اور آپؑ کا جسدِ مبارک لوگوں کی طرف پھینک دیا گیا۔ پھر آپؑ کے سر کو حضرت ہانی بن عروہؓ کے سر کے ہمراہ یزید کی طرف بھیج دیا گیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ دونوں کے جنازے گلیوں اور بازاروں میں گھسیٹے جائیں اور [illegible] سی سولی پر اُلٹا لٹکا دیے جائیں۔

حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کی شہادت سے ایک دن پہلے امام حسینؑ نے مکہ چھوڑا اور آپؑ تیزی سے منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے بطن الرمہ نامی علاقے تک پہنچے۔ ابھی تک امام عالی مقامؑ تک مسلمؑ اور ہانیؓ کی شہادت کی خبر نہیں پہنچی تھی کہ حضرتؑ نے مسلمؑ اور اس کے ساتھیوں کو ایک خط لکھا جس میں پوری کوشش کے ساتھ اپنے ہدف کو حاصل کرنے کی تاکید فرمائی۔ یہ خط امامؑ نے قیسؓ بن مسہر صیداوی کو دے کر کوفہ روانہ کیا، لیکن ابھی یہ قادسیہ تک نہیں پہنچا تھا کہ حصین بن نمیر کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا اور وہ انہیں پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لایا۔

قیسؓ نے امام کا خط ابن زیاد کے سامنے پارہ پارہ کر دیا، تا کہ وہ اس کے مضمون سے آگاہ نہ ہو سکے۔ ابن زیاد نے اس خط کے مضمون کے متعلق پوچھا تو قیسؓ نے بتانے سے انکار کر دیا۔ ابن زیاد نے کہا: منبر پر جا کر حسین بن علیؑ کو برا بھلا کہو! قیس منبر پر جا کر کھڑا ہو گیا اور گرجدار لہجے میں بولا:

Presented by Ziaraat.com

"لوگو! حسینؑ بن علیؑ مخلوقِ خدا میں سب سے بہترین انسان ہیں جب میں ان سے جدا ہوا تو وہ سرزمین الحاجر پر تھے۔ امامؑ کی ندا پر لبیک کہو اور ابنِ زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کرو۔"

ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ انھیں دارالامارہ کی چھت سے نیچے پھینک دیا جائے تاکہ اس کے جسم کی ہڈیاں چور چور ہو جائیں اور وہ اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر مر جائے۔

امام علیہ السلام راستے میں لوگوں سے کوفہ کے حالات پوچھتے تو لوگ جواب دیتے:

قُلُوبُهُمْ مَعَكُمْ وَسُيُوفُهُمْ عَلَيْكُم

"ان کے دل تمہارے ساتھ ہیں اور تلواریں تمہارے خلاف ہیں"۔

یہ سن کر امامؑ نے فرمایا: "میں اپنے سفر کو جاری رکھوں گا یہاں تک کہ حکمِ خدا آجائے"۔

جب امامؑ کا قافلہ ثعلبیہ پہنچا تو امامؑ کو مسلمؑ و ہانیؓ کی شہادت کی خبر ملی۔ شہزادۂ جنتؑ نے بڑے حلم و بردباری سے اس مصیبت کا تحمل کیا اور اولادِ عقیلؑ کو بلا کر فرمایا: گھرانے سے ایک قربانی کافی ہے، آپ لوگ واپس چلے جائیں۔

سب نے بیک زبان کہا: شہادتِ مسلمؑ کے بعد ہماری زندگی کا کیا فائدہ؟ اور ہم اپنے امامؑ کو چھوڑ کر کہاں جائیں گے؟ آپ کے ساتھ رہیں گے یہاں تک کہ مسلمؑ کی طرح شہید ہو جائیں۔

امام حسینؑ تک مسلسل ناگوار خبریں آ رہی تھیں۔ ایک دفعہ یہ خبر بھی آئی کہ قیس بن مسہر صیداوی شہید ہو گئے ہیں۔ انھیں حضرت مسلمؑ کی طرح دارالامارہ کی چھت سے گرایا گیا اور اُن کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔

امامؑ نے اس وقت اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا:

Presented by Ziaraat.com

"ان پر مصائب حالات میں ہم آپ لوگوں کو اختیار دیتے ہیں، جانا چاہیں تو چلے جائیں اور ہمارے ساتھ رہنا چاہیں تو رہ جائیں ہم اپنی بیعت آپ لوگوں سے اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے چند ساتھی کوفہ میں دین خدا کے کام آ گئے ہیں"۔

خاندانِ اہلِ بیتؑ کے سوا بہت سارے لوگ امامؑ کو چھوڑ کر واپس چلے گئے اور ابھی وادی ذی حسم تک نہیں پہنچے تھے کہ حر کے لشکر نے امامؑ کا راستہ روک لیا۔ امامؑ حق نے اپنے ساتھیوں کو انہیں پانی پلانے کا حکم دیا اور فرمایا: "انہیں اور ان کی سواریوں کو مکمل طور پر سیراب کیا جائے"۔ ①

نماز کا وقت ہوا۔ امامؑ کے موذن نے اذان دی۔ نماز جماعت کھڑی ہوئی تو حر اور اس کے لشکر نے بھی امامؑ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ اسی دوران امامؑ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

"کوفہ والو! میں آپ لوگوں کی دعوت پر آیا ہوں۔ آپ لوگوں نے مجھے خطوط لکھے۔ میں تمہاری دعوت پر آیا، اب بھی اگر تم اپنے عہد و پیمان کو چھوڑ چکے ہو یا میرے آنے سے تم خوش نہیں ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں"۔

سب خاموش رہے۔ ان کے درمیان حر بولے: میں مامور ہوں کہ آپ کو گھیر کر ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اَلْمَوْتُ اَدْنٰی اِلَیْكَ مِنْ ذٰلِكَ "یہ کام تیری موت کے بدلے تمام ہوگا"۔

امامؑ نے اپنے ساتھیوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا، لیکن حرؒ نے ان سب کو جانے سے روک دیا۔ امامؑ اس کی یہ جسارت دیکھ کر جلال میں آئے اور فرمایا: ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ "تیری

---

① تاریخ طبری ج 2 ص 224

Presented by Ziaraat.com

ماں تیرے سوگ میں بیٹھے تو تم سے کیا پاتا ہے؟"

حر نے جواب دیا: "خدا کی قسم! اگر آپ کے علاوہ کسی اور نے میری ماں کا نام لیا ہوتا تو میں بھی جواباً اس کی ماں کے لیے ویسا کلمہ کہتا لیکن میں آپ کی مادرِ گرامی کا نام ہرگز نہیں لوں گا اور جو بعد ممکن ہو سکا آپ کی عزت بجا لاتا رہوں گا۔" اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے حر نے کہا: "بہتر یہ ہے کہ آپ کوئی ایسا راستہ اختیار کریں اور مدینہ کا بھی نہیں بلکہ کوئی درمیانی راستہ اختیار کریں، تاکہ ابن زیاد کی طرف سے مجھ پر عذر نہ آئے۔ شاید خداوند متعال اپنا لطف و کرم میرے شاملِ حال کرے اور میں آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچ جاؤں۔"

پھر امام کو دھمکی دیتے ہوئے بولا: "لیکن اگر آپ نے جنگ کی تو قتل کر دیے جائیں گے۔"

یہ سن کر امام عالی مقام جلال میں آئے اور اسے تنبیہ کرتے ہوئے بولے: "کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ میرے پاس تیری اس بات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اوس کا بھائی جب رسول خدا کی مدد کر رہا تھا تو وہ اپنے چچا زاد بھائی کو خطاب کرتے ہوئے ان اشعار کو اپنی زبان پر لایا تھا:

سَأَمْضِي وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَى الْفَتَىٰ

إِذَا مَانَوَىٰ حَقّاً وَ جَاهَدَ مُسْلِماً

وَوَاسَىٰ رِجَالاً صَالِحِيْنَ بِنَفْسِهِ

وَخَالَفَ مَثْبُورًا وَ فَارَقَ مُجْرِمًا

فَإِنْ عِشْتُ لَمْ أَنْدَمْ

وَإِنْ مِتُّ لَمْ أُلَمْ

كَفَىٰ بِكَ ذُلّاً أَنْ تَعِيْشَ وَتُرْغَمَا

Presented by Ziaraat.com

"میں ایک دن اس دنیا سے چلا جاؤں گا اور مرنا جوانمرد کے لیے ننگ و عار نہیں ہے بشرطیکہ اس کی نیت حق ہو اور نیک مسلمان کی طرح جنگ کرے اور اپنے پورے وجود کے ساتھ نیک لوگوں کی پشت پناہی کرے، مخالفوں کے ساتھ مخالفت کرے اور گناہ کرنے والوں سے دور رہے۔ اگر میں زندہ رہا تو پشیمان نہیں ہوں گا اور اگر مر گیا تو درد و تکلیف نہیں اٹھاؤں گا لیکن تمہارے لیے یہی ذلت کافی ہے کہ ذلیل رہو اور بے اختیار رہو۔"

حرؓ واپس اپنے لشکر کی طرف پلٹ گیا اور لشکرِ حسینؑ کو گھیرے ہوئے ان کے ساتھ ساتھ اپنے لشکر کو چلا رہا تھا اور عبیداللہ ابنِ زیاد کے جواب کا بھی انتظار کر رہا تھا کیونکہ اسے لکھ چکا تھا کہ ہم نے حسینؑ کو گھیر لیا ہے اب ہمیں آگے کیا کرنا ہے؟

دونوں لشکر چلتے چلتے ابھی نینوا نہیں پہنچے تھے کہ ابنِ زیاد کا قاصد اس کا جواب لے کر آ پہنچا:

"اما بعد میرے قاصد اور میرے خط کے پہنچتے ہی حسینؑ بن علیؑ کو گرفتار کر لے اور کسی بے آب و گیاہ بیابان میں اسے اترنے پر مجبور کر دے۔" والسلام۔

حرؓ وہ خط لے کر خدمتِ امامؑ میں گیا تا کہ خود امامؑ کو اس کی مجبوری کا اندازہ بھی ہو جائے اور جو کچھ ابنِ زیاد چاہتا ہے اس سے بھی آگاہی ہو جائے۔ امامِ عالی مقامؑ نے اس وقت حرؓ سے تقاضا کیا کہ ہمیں "نینوا" یا "غاضریات" میں اترنے دیا جائے۔ حرؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ابنِ زیاد کے جاسوس یہاں میرے لشکر میں موجود ہیں جو میری تمام حرکات و سکنات کی اطلاع دے رہے ہیں۔ (ارشاد مفید)

زہیر بن قینؓ نے امامؑ کو مشورہ دیا کہ ابھی ان کے ساتھ جنگ کر کے ان کا کام

Presented by Ziaraat.com

تمام کر دیے ہیں۔ قبل اس کے کہ دوسرے لشکر ان کی مدد کو آئیں لیکن اگر دوسرے لشکر ان کے ساتھ آ ملے تو پھر ہم ان سے نہیں لڑ سکیں گے۔

امام حسینؑ نے جواب دیا: ''مَا كُنْتُ أَبْدَأُهُمْ بِالْقِتَالِ'' ''میں جنگ میں پہل نہیں کروں گا''۔

امامؑ نے حر سے کہا: ہمیں تھوڑا سا آگے جانے کی اجازت دے دیں۔ اس نے اجازت دے دی یہاں تک کہ امامؑ کا کاروان کربلا میں پہنچ گیا۔ اچانک چلتے چلتے امامؑ کا گھوڑا رک گیا۔ امامؑ نے اس سرزمین کا نام پوچھا۔ زہیر بن قین نے کہا: اس سرزمین کا نام ''طف'' ہے۔ امامؑ نے فرمایا: کیا اس کا کوئی اور نام بھی ہے؟

زہیرؓ نے کہا: اس سرزمین کو ''کربلا'' بھی کہا جاتا ہے۔

آنسو حسینؑ کی آنکھوں میں موتی بن کر تیرنے لگے۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَرْبِ وَالْبَلَاءِ هٰهُنَا مَحَطُّ رِكَابِنَا

وَمَسْفَكُ دِمَائِنَا وَمَقْتَلُ رِجَالِنَا وَمَذْبَحُ اَطْفَالِنَا وَمَسْبِيُّ

حَرَمِنَا بِهٰذَا حَدَّثَنِيْ جَدِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

''خدایا! میں اس سرزمین میں دکھوں اور دردوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔ ہمارے کارواں کے اترنے کی جگہ یہی ہے

ہمارے خون بہائے جانے کی جگہ یہی ہے۔

ہمارے مردوں کے قتل ہونے کی جگہ یہی ہے۔

ہمارے بچوں کے ذبح ہونے کی جگہ یہی ہے۔

ہماری مستورات کے اسیر ہونے کی جگہ یہی ہے۔

میرے جد نامدار نے مجھے اسی امر کی خبر دی تھی۔

Presented by Ziaraat.com

لشکرِ حسینی علیہ السلام کربلا میں

دو محرم ۶۱ ھ کی شام کو کاروانِ حسینی صحرائے کربلا میں اترا۔ اس دن سے نئی تاریخ کا آغاز ہوا۔ اس دن سے حماسہ وجہاد اور قیام و انقلاب کا خونین سفر شروع ہوا۔ امام عالی مقامؑ نے اپنے خیمے نصب فرمائے اور لشکرِ امامؑ سے کچھ فاصلے پر حرؓ نے اپنے لشکر کا پڑاؤ ڈالا۔

دیکھتے دیکھتے آمدِ امامؑ کی خبر کوفہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ابنِ زیاد نے جنگ کی بگل بجادی اور تمام لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ تمام قبائل اپنے باہمی اختلاف بھلا کر جمع ہونے لگے۔ ابنِ زیاد نے اقتدار کے نشے میں مست ہو کر چند سطروں پر مشتمل خط امامؑ کی طرف روانہ کیا۔ اس میں لکھا:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؑ کربلا میں اتر گئے ہیں۔ امیر المومنین (یزید) نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس وقت تک بستر پر نہ جاؤں اور جی بھر کر غذا نہ کھاؤں جب تک آپ کو قتل نہ کر دوں یا گرفتار کر کے امیر المومنین کے حوالے نہ کر دوں لہٰذا آپؑ میرے اور یزید کے سامنے جنگ کیے بغیر پیش ہو جائیں"۔

شہزادۂ کونینؑ نے وہ خط پڑھ کر زمین پر پھینک دیا اور کوثر و سلسبیل سے دھلی زبان سے وحی کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا:

لَا اَفْلَحَ قَوْمٌ اِشْتَرَ مَرْضَاتَ الْمَخْلُوْقِ بِسَخَطِ الْخَالِقِ

"کبھی نجات نہیں پا سکتی وہ قوم جو خدا کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کرے"۔

Presented by Ziaraat.com

امامؑ نے ابن زیاد کے قاصد سے فرمایا: "اس کی اس بیہودہ سرائی کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے، کیونکہ وہ عذاب خدا کا مستحق ہے"۔

امام حق کے اس جواب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جس حادثے کی توقع تھی وہ رونما ہو کر رہے گا۔ جنگجوؤں کے ساتھ مذاکرات اور صلح کی اب کوئی امید باقی نہ رہی۔ جب ابن زیاد کے قاصد نے واپس جا کر اسے امامؑ عالی مقام کا جواب سنایا تو وہ غصے کے مارے آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے عمر بن سعد کو فورا کربلا جانے کا حکم دیا۔

ابن سعد نے "حمام اعین" نامی علاقے میں چار ہزار افراد پر مشتمل فوج اکٹھی کی تھی۔ سب سے پہلے اس نے دیلمان کے علاقے ہمدان جانے کا ارادہ کیا تھا تاکہ وہاں جا کر دیلمیوں کی بغاوت کو کچل دے۔ کربلا اور دیلم کی جنگ کے عوض ابن زیاد نے اس سے دیلم اور رے کی گورنری کا وعدہ کیا تھا۔ ①

ابن سعد نے ابن زیاد سے سوچنے کی مہلت مانگی۔ اس کا بھانجا جو کہ مغیرہ بن شعبہ کا بیٹا اور معاویہ کے وفادار ساتھیوں میں سے تھا اس نے عمر بن سعد کو نصیحت کی: امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کی ذمہ داری کو ہرگز قبول نہ کریں۔ خدا کی قسم! اگر آپ کو ساری دنیا کی بادشاہی بھی دے دیں تو پھر بھی آپ خون حسینؑ میں اپنے ہاتھ رنگین نہ کریں، کیونکہ کل قیامت کے دن جب خدا سے ملاقات ہو اور خون حسینؑ آپ کی گردن پر ہو تو آپ کی ہلاکت یقینی ہوگی"۔

یہ بدبخت ساری رات سوچتا رہا اور بار بار یہ اشعار پڑھتا رہا ۔

أَأَتْرُكُ مُلْكَ الرَّيِّ وَالرَّيُّ رَغْبَتِي
أَمْ أَرْجِعُ مَذْمُومًا بِقَتْلِ حُسَيْنٍ؟

---

① بحار الانوار ج 6 ص 232

Presented by Ziaraat.com

وَفِيْ قَتْلِهِ النَّارُ الَّتِيْ لَيْسَ دُوْنَهَا
حِجَابٌ وَ مُلْكُ الرَّيِّ قُرَّةُ عَيْنِيْ

"کیا میں رَی کی حکومت کو نظر انداز کردوں جبکہ میرا مقصد صرف وہی ہے یا پھر ذلت و شرمندگی کے ساتھ قتل حسینؑ کا بوجھ اٹھا کر آخرت کی طرف پلٹ کر جاؤں؟ قتل حسینؑ کی وجہ سے جہنم میں جاؤں گا کہ جس سے بچانے والی کوئی پناہگاہ نہیں ہوگی جب کہ حکومت میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"۔

اس نے دوسرے دن صبح ابن زیاد سے جاکر معذرت کرلی اور بزرگان کوفہ میں سے چند افراد کے نام پیش کیے کہ انھیں اس کام پر مامور کیا جائے۔ ابن زیاد نے اس کی بات نہ مانی اور امام معصومؑ کے ساتھ جنگ کرنے پر اصرار کیا اور حکومت ری کے وعدے کو دہرایا۔

ابن سعد نے اس کی بات مان لی اور فوج کی کمان سنبھالنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ فوج تیار کی، کربلا میں لشکر لے کے جا اترا اور اس نے کربلا پہنچتے ہی ابن زیاد کو خط لکھا جس کے جواب میں اس نے کہا: "حسینؑ کو بیعت یزید کا کہیں، اگر وہ مان جائیں تو مجھے اطلاع دیں تا کہ میں اس کی روشنی میں رائے دے سکوں"۔

جواب میں پھر ابن سعد نے ابن زیاد کو خط لکھا: "امام حسینؑ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جدھر سے آیا ہوں، اُدھر واپس چلا جاؤں یا پھر کسی اور سرزمین کا رخ کرتا ہوں یا پھر یزید میرے پاس آئے تا کہ میں اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھوں"۔

لگتا ہے عمر بن سعد نے یہ ساری باتیں اپنی طرف سے لکھی تھیں کیونکہ ٹال مٹول کر رہا تھا کہ اسے اس مشکل ترین ماموریت سے نجات مل جائے۔ ابن زیاد نے ابن سعد کے خط کے بعد امامؑ کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے کا ارادہ کیا لیکن شمر وہاں موجود تھا۔

Presented by Ziaraat.com

اس نے ابن سعد سے دشمنی مٹانے کے لیے ابن زیاد کو نرم رویہ اپنانے سے روکا اور کہا: عمر بن سعد نے رات میں کئی مرتبہ امام حسینؑ سے مذاکرات کیے ہیں، شاید اس نے اُنؑ سے ساز باز کر لی ہو۔ شمر کی باتیں ابن زیاد کو پسند آگئیں۔ اس نے شمر کو ابن سعد کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ اگر وہ جنگ میں سستی دکھائے تو اسے وہیں پر قتل کر دینا اور ساتھ ہی ابن سعد کو ایک خط لکھا:

> اما بعد! میں نے تجھے اس لیے کربلا نہیں بھیجا کہ تو حسینؑ سے مذاکرات کرے۔ رابطہ رکھے، اس پر درود وسلام بھیجے، مبارک بادیں کہے، اور اس کے عذر قبول کرے۔ اگر حسینؑ اور اس کے ساتھی تسلیم ہو جائیں تو انھیں میرے پاس بھیج دے۔ اگر انکار کریں تو فوراً ان پر حملہ کر کے انھیں قتل کر دے کیونکہ وہ اسی کے سزاوار ہیں۔ جب حسینؑ قتل ہو جائیں تو ان کے بدن کو پامال کرنا! کیونکہ وہ نافرمان اور ظالم ہیں، اگر تو نے ہماری اطاعت کی تو تجھے ایک فرمانبردار سپہ سالار کا انعام ملے گا ورنہ تو لشکر کی سپہ سالاری سے الگ ہو جا۔ لشکر کی کمان شمر کے سپرد کر دے اور ایک سپاہی کی حیثیت سے لشکر میں شامل ہو جا"۔

اس طرح ۲۵ ہزار جنگجو دشمن صحرائے کربلا میں جمع ہوئے اور انھوں نے ۷۲ مردوں، چند بچوں اور چند عورتوں کا محاصرہ کیا۔ تاریخ میں ہے کہ لشکر کو جابجا پھیلانے کے لیے سواریاں کم پڑ گئی تھیں۔ کوفہ کے تمام لوہار دس دن تک مسلسل تیروں، تلواروں اور نیزوں کو تیز کرنے میں لگے رہے۔ اس طرح ان کی بھٹی کی آگ مسلسل دس دن روشن رہی۔

وہ سپاہی جو معصوم امام کا مقابلہ کرنے آئے تھے ان میں سے کچھ تیر انداز تھے اور کچھ گھڑ سوار جنگجو سوار تھے وہ حصین بن نمیر اور عزرہ بن قیس کے ہمراہ تھے جن کی

Presented by Ziaraat.com

تعداد تقریباً تیس ہزار تک جا پہنچی۔

"امالی شیخ صدوق" میں فوج یزید کی تعداد تیس ہزار ہے۔

"مطالب السؤول" میں ان کی تعداد بیس ہزار بتائی گئی ہے۔

"تذکرۃ الخواص" کے حاشیہ میں ان کی تعداد ایک لاکھ بتائی گئی ہے۔

"اسرار الشہادۃ" میں سواروں کی تعداد چھ ہزار ذکر ہوئی ہے۔ اور "تحفۃ الازھار" میں لشکر یزید کی تعداد ایک لاکھ بیان ہوئی ہے۔

شب دہم تک حالات اُتار چڑھاؤ میں رہے یہاں تک کہ روز عاشور کا منحوس سورج طلوع ہوا جس کی وجہ سے آفتاب ہدایت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

آخری لمحات کی چند دلنشین باتیں

ابن سعد نے نومحرم بروز جمعرات اپنے لشکر کو لشکر حسینؑ کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ امام عالی مقامؑ اپنے خیام کے آگے بیٹھے تھے اور عالم مکاشفہ میں رسولؐ خدا کو دیکھا، جو فرما رہے تھے: "حسینؑ بہت جلد آپؑ ہمارے پاس آجائیں گے"۔

اتنے میں سیدہ زینبؑ نے لوگوں کی آوازیں سنیں تو بھائی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "برادر جان! یزیدی لشکر ہمارے قریب ہو رہا ہے۔ یہ سن کر شہزادہ جنتؑ نے اپنے بھائی عباسؑ کو بلایا اور فرمایا:

اِرْکَبْ نَفْسِیْ اَنْتَ تَلْقَاهُمْ وَأَسْئَلْهُمْ عَمَّا جَآءَهُمْ

"عباسؑ! تیرا بھائی تجھ پر قربان، گھوڑے پر سوار ہو کر جاؤ ان سے ملو اور پوچھو، تم اپنے امیر کا کون سا فرمان لے کر آئے ہو؟"

عباسؑ علمدار نے بیس گھڑسوار جوانوں کے ہمراہ جا کر پوچھا تو انھوں نے جواب میں کہا: ہمارے امیر کا حکم ہے کہ اس کی حکومت کو قبول کر لو یا جنگ کے لیے تیار

Presented by Ziaraat.com

ہو جاؤ۔ (1)

عباسؑ علمدار واپس اپنے بھائی کی خدمت میں پہنچے اور انھیں اشقیا کے مذموم ارادے سے آگاہ کیا، جبکہ عباسؑ علمدار کے ساتھی اشقیا کو نصیحت کرنے میں مشغول رہے۔ اتنے میں حضرت عباسؑ امامؑ کا جواب لے کر واپس پہنچ گئے اور امامؑ کی طرف سے انھیں کہا: کل صبح تک ہمیں مہلت چاہیے۔ اس بات کو عمر بن سعد نے قبول کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو واپس جانے کا حکم دیا۔

یہ نویں روز نہم کی عصر کا وقت تھا جب امام معصومؑ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور انھیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میرے جدّ نامدار نے مجھے خبر دی تھی کہ جب میں عراق جاؤں گا تو سرزمین عمورا جس کا دوسرا نام کربلا ہے اس میں شہید ہو جاؤں گا، اب وہ وقت قریب آ گیا ہے"۔

امامؑ نے حجت کی خاطر مزید فرمایا: "میں تم سے بیعت کا عہد و پیمان اُٹھا رہا ہوں۔ تم سب لوگ واپس چلے جائیں، میرے خاندان کا ہر جوان ایک مستور کو ساتھ لے کر واپس مدینہ چلا جائے، کیونکہ یہ فقط میرے خون کے پیاسے ہیں اور یہ فقط مجھے مجرم سمجھتے ہیں"۔

حضرتؑ کے تمام اصحاب نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ یہ ایسے لوگ تھے جن کی وفاداریوں کا امتحان ہو چکا تھا۔

محمد بن حنفیہؓ سے روایت ہے کہ امام عالی مقامؑ کے ہمراہ سترہ جوان مارے گئے اور وہ سب کے سب اولادِ فاطمۃ الزہراؑ اور علی مرتضیٰؑ میں سے تھے۔

حسن بصری نے کہا: "امام عالی مقامؑ کے ہمراہ سولہ جوان مارے گئے جو اپنے زمانے کے بے مثال تھے"۔

---

(1) روضۃ الواعظین، ص 157؛ تاریخ طبری، ج 6، ص 137؛ البدایہ ابن کثیر، ج 8، ص 176

Presented by Ziaraat.com

منابع اسلامی میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ امامؑ کے ساتھ پانچ سو سوار اور ایک سو پیادہ افراد تھے لیکن ابن عساکر نقل کرتے ہیں کہ حسینؑ سپاہ میں ساٹھ کوفی تھے جو امام کی رکاب میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ لشکر عمر بن سعد میں سے حرؑ، اس کا بیٹا، اس کا غلام اور دیگر چند افراد لشکر امامؑ میں آملے۔ جب شہزادوں کو نصرتِ امان مخلصین کی نیت سے مطمئن ہو گئے تو انھیں روزِ عاشور پیش آنے والے حالات سے آگاہ فرماتے ہوئے کہا:

اِنِّی غَدًا اُقْتَلُ وَکُلُّکُمْ تُقْتَلُوْنَ مَعِیْ وَلَا یَبْقٰی مِنْکُمْ اَحَدٌ حَتّٰی الْقَاسِمِ وَعَبْدِ اللّٰهِ الرَّضِیْعِ اِلَّا وَلَدِیْ عَلِیًّا زَیْنَ الْعَابِدِیْنَ لِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَقْطَعْ نَسْلِیْ مِنْهُ وَهُوَ اَبُوْ اَئِمَّةٍ ثَمَانِیَةٍ

"کل ہم سب شہید ہو جائیں گے۔ ہم میں سے کوئی ایک شخص بھی باقی نہیں بچے گا حتیٰ کہ قاسم ابن حسنؑ اور عبداللہ علی اصغر شیر خوار بھی شہید ہو جائیں گے سوائے میرے بیٹے علی زین العابدینؑ کے کیونکہ مشیت خدا یہ ہے کہ میری نسل ختم نہ ہو اور وہ میرے بعد آٹھ اماموں کے باپ ہوں گے"۔

یہ سن کر تمام اصحاب نے بلند آواز سے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کریم ذات نے انھیں امامؑ وقت کی ہم رکابی میں شہادت کی توفیق عطا فرمائی۔ اس رات امام زین العابدین علیہ السلام نے بستر بیماری پر امام حسینؑ کے یہ اشعار اس وقت سنے جب آپؑ اپنی تلوار بھی صیقل کر رہے تھے اور یہ اشعار بھی گنگنا رہے تھے۔

یَا دَهْرُ اُفٍّ لَکَ مِنْ خَلِیْلٍ
کَمْ لَکَ بِالْاِشْرَاقِ وَالْاَصِیْلِ
مِنْ صَاحِبٍ وَطَالِبٍ قَتِیْلٍ

Presented by Ziaraat.com

وَالدَّهْرُ لَا يَقْنَعُ بِالْبَدِيْلِ
وَ اِنَّمَا الْاَمْرُ اِلَى الْجَلِيْلِ
وَ كُلُّ حَيٍّ سَالِكٌ سَبِيْلِ

"اے زمانہ! تجھ جیسے دوست پر تف ہو، تو کتنے صبح و شام گزار چکا ہے؟
تف ان ہم نشینوں پر جو چاہنے والے بھی ہیں اور قتل کرنے والے بھی
جبکہ زمانہ ایک کے بدلے دوسرے شخص پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ جس کی
جان لینا چاہے فقط اسی کی جان لیتا ہے: بس ہر امر اللہ کے سپرد ہے۔
ہر زندہ انسان اپنا مخصوص راستہ طے کر رہا ہے"۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جو کچھ اپنے بابا سے سنا وہ اپنی پھوپھی حضرت زینبؑ کو بتا دیا۔ جناب زینبؑ روتے ہوئے اپنے بھائی کے پاس آئیں:

وَاثُكْلَاهُ لَيْتَ الْمَوْتَ اَعْدَمَنِي الْحَيَاةَ وَامُصِيْبَتَاهُ

"ہائے افسوس! ہائے مصیبت! اے کاش! موت نے میری زندگی ختم کر دی ہوتی"۔ ①

تمام مستورات نے یہ فریاد سن کر حضرت زینبؑ کے ساتھ آہ و بکا کرنا شروع کر دیا۔ امام عالی مقامؑ نے انھیں حقیقت حال سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

يَا اُخْتَاهُ يَا اُمَّ كُلْثُوْمٍ، يَا فَاطِمَةُ! يَا رُبَابُ! اُنْظُرْنَ اِذَا قُتِلْتُ فَلَا تَشْقُقْنَ عَلَيَّ جَيْباً وَلَا تَخْمِشْنَ وَجْهاً وَلَا تَقُلْنَ هَجْرًا

"بہن زینبؑ! اے ام کلثومؑ! اے فاطمہؑ! اے رباب! سن لو! جب میں

---

① مقاتل الطالبین، ابو الفرج، ص 45؛ کامل ابن کثیر، ج 2، ص 24؛ مقتل خوارزمی، ص 23

Presented by Ziaraat.com

شہید ہو جاؤں تو اپنے گریبان چاک نہ کرنا، چہرہ نہ پیٹنا اور کوئی بے فائدہ بات نہ کرنا، کہیں ایسا نہ ہو خدا کے ہاں تمہارا اجر کم ہو جائے"۔

پھر امام علیہ السلام نے اپنی بہن سے کہا: "تمام اسرارِ امامت کو میرے بیٹے علی زین العابدین علیہ السلام سے لے کر محفوظ کر لیں اور پھر ضرورت کے وقت اِن کو ہمارے شیعوں کو دکھانا"۔ سحری کے وقت امام خواب سے بیدار ہوئے تو آپؑ ذرا مضطرب نظر آئے۔ آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کتے میرا بدن نوچ رہے ہیں اور ایک سیاہ و سفید رنگ کا کتا ہے جو سب سے زیادہ مجھے کاٹ رہا ہے گویا کوئی برص و جذام والا شخص مجھے قتل کر رہا ہے"۔

امام علیہ السلام کا خواب سچا تھا۔ آپؑ نے جب شمر جذامی کو دیکھا تو فرمایا: "یہ وہی شخص ہے جو مجھے قتل کرے گا"۔

ابن رستہ اپنی کتاب "الاعلاق النفیسہ" میں لکھتے ہیں: "شمر بن ذی الجوشن، قاتل حسینؑ جذام والا تھا"۔

ابن اثیر اپنی کتاب الکامل میں لکھتے ہیں: "شمر کے بدن پر جذام کے داغ تھے۔ اس کے پہلو پر جذام کی وجہ سے سفید دھبے بالکل واضح تھے"۔

نیز "عجالۃ المبتدی فی النسب" میں حافظ ہمدانی لکھتے ہیں۔ شمر کا اصلی نام شور بن ذی الجوشن تھا اور خود ذی الجوشن سے نقل ہوا ہے کہ اس کے بیٹے کا نام شور تھا۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو اپنے جدِ نامدار کا یہ قول بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى كَلْبٍ اَبْقَعَ يَلِغُ فِيْ دِمَاءِ اَهْلِ بَيْتِيْ

"گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک سیاہ و سفید رنگ کا کتا میرے اہل

Presented by Ziaraat.com

بیت" کا خون چاٹ رہا ہے"۔

شہادتِ امام حسین علیہ السلام

صبح عاشور کی نماز یارانِ حسینؑ نے اپنے امامؑ کی اقتدا میں ادا کی۔ بعد از نماز امامؑ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ اللهَ تَعَالَى اَذِنَ فِيْ قِتَالِكُمْ وَقَتْلِيْ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ وَالْقِتَالِ

"خداوند متعال آج کے دن تمہاری اور میری شہادت چاہتا ہے۔ پس آج ہم سب نے صبر و حوصلے کے ساتھ جنگ کرتے رہنا ہے"۔

لشکر ابن سعد نے امامؑ کا محاصرہ کر لیا۔ جب امامؑ عالی مقام نے ان کی کثرت دیکھی تو آپؑ نے دست دعا بلند کر کے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ ثِقَتِيْ فِيْ كُلِّ كَرْبٍ وَرَجَائِيْ فِيْ كُلِّ شِدَّةٍ وَاَنْتَ لِيْ فِيْ كُلِّ اَمْرٍ نَزَلَ بِيْ ثِقَةٌ وَعُدَّةٌ

"خدایا! ہر مشکل میں میرا سہارا اور ہر سختی میں میری امید تو ہے اور ہر حادثے میں میرا بھروسہ اور میری طاقت فقط تو ہے"۔ (1)

پھر امامؑ نے اپنا گھوڑا تیار کیا اور دشمن کے سامنے اتمام حجت کے لیے مختصر خطاب فرمایا۔ ایسا منطقی اور برجستہ خطاب کہ اس سے پہلے کسی نے ایسا خطاب سنا تھا اور نہ اس کے بعد۔ امام عالی مقامؑ نے انھیں اس ہولناک ظلم سے ڈرایا:

"کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنے ہاتھ اولاد رسولؐ اور خاندانِ رسولؐ کے خون میں رنگین کر لو"۔

---

(1) اثبات الوصیۃ مسعودی

Presented by Ziaraat.com

سب سے پہلے امامؑ نے ان سے پوچھا: "کیا تم جانتے ہو میرا حسب ونسب کیا ہے؟ کیا میرا قتل کرنا جائز ہے؟ پھر فرمایا: کیا تم لوگوں نے مجھے خطوط نہیں لکھے تھے؟ تم لوگوں نے لکھا تھا کہ قیام کرنے کا یہی موقع ہے پھل پک چکے ہیں اور جنگجو آمادۂ جہاد ہیں"۔

جب ان تمام لوگوں نے کلام امامؑ کا مثبت جواب نہ دیا تو آپؑ نے فرمایا: "مجھے یہاں سے کسی امن وامان والے علاقے کی طرف جانے دو! اس کے جواب میں انھوں نے کہا: کیا آپؑ اپنے چچازاد کی حکومت کو قبول نہیں کریں گے؟"

امام علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا:

وَاللهِ لَا أُعْطِيهِمْ إِعْطَاءَ الذَّلِيلِ وَلَا أَفِرُّ فِرَارَ الْعَبِيدِ

"خدا کی قسم! میں ذلیلانہ بیعت کو کبھی قبول نہیں کروں گا اور غلاموں کی طرح فرار بھی نہیں کروں گا، بلکہ جوانمردوں کی طرح اپنا دفاع کرتا رہوں گا"۔ (مثیر الاحزان ابن نما، ص ۲۶)

پھر لشکر امامؑ اور لشکر ابن سعد کے درمیان گفتگو کا آغاز ہوا۔ وارثِ قرآن، حجتِ خدا، جنت کے سردار اور امام معصومؑ نے قرآن کھول کر بلند کرتے ہوئے دوسری بار خطاب کیا۔ اس خطاب میں انھیں خاموش ہونے کا کہا اور پھر آپؑ نے اس بات کی مکمل وضاحت کی:

"تم لوگوں نے مجھے کیسے دعوت دی پھر مجھے کیسے تنہا چھوڑا؟ تم نے مجھے اس لیے بلایا تھا کہ میں تمہاری مدد کروں۔ جب میں تمہاری دعوت پر تمہاری مدد کے لیے آیا تم لوگ ہی میرے دشمن بن گئے اور میری مدد و نصرت سے ہاتھ اٹھالیا اور آج تم پاک ومقدس انسانوں کے قتل کو پست گروہ کی پیروی پر ترجیح دینے لگے ہو؟" (تذکرۃ الخواص، ص ۱۴۳)

Presented by Ziaraat.com

پھر امامؑ نے فروہ بن مسلک مرادی کا ایک شعر پڑھ کر انھیں کہا کہ تم اس ظلم سے ہاتھ اٹھالو!

"اگر ہم دشمن کو شکست دے دیں تو تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ ہم پہلے سے فاتح ہیں لیکن اگر شکست کھا جائیں تو تب بھی فاتح ہیں"۔

جب حضرت حرؓ ریاحی شہید ہو گئے تو امام حسینؑ نے نماز ادا کی اور اپنے اصحاب سے فرمایا:

يَا كِرَامُ! هٰذِهِ الْجَنَّةُ قَدْ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَاتَّصَلَتْ اَنْهَارُهَا وَ اَيْنَعَتْ ثِمَارُهَا . وَهٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالشُّهَدَاءُ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَتَوَقَّعُوْنَ قُدُوْمَكُمْ فَحَامُوْا عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ وَابْنِ نَبِيِّهٖ وَذُبُّوْا عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

"اے عزت والو! یہ جنت ہے کہ جس کے دروازے تمہارے لیے کھل گئے ہیں، اس کی نہریں رواں دواں ہیں اور اس کے پھل پک چکے ہیں۔ یہ رسولؐ خدا اور دیگر شہداء ہیں جو تمہارے استقبال کو آئے ہیں۔ پس دین خدا اور رسولؐ خدا کے مددگار اور پشت پناہ رہو اور پردگیانِ عصمت و طہارت کی دشمن سے حفاظت کرو"۔

اتنے میں جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ موت کا بازار گرم ہو گیا۔ امامؑ کی اُداس نگاہوں کے سامنے ان کے جانثار ایک ایک کر کے میدان میں گرتے رہے اور امامؑ ان کے سرہانے جا کر ان کی پیشانی کے بوسے دیتے۔ ان کی مظلومیت پر گریہ کرتے۔ دیگر مجاہدین کے حوصلے بلند کرتے ہوئے انھیں اذنِ جہاد مرحمت فرماتے۔ امامؑ عالی مقام کی آنکھوں کے سامنے اتنے طاقت فرسا مصائب پیش آئے کہ جنھیں مردانِ خدا کے سوا کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ تقدیر الٰہی میں یہ بات ثبت ہو چکی تھی کہ آخر تک

Presented by Ziaraat.com

سیدالشہداءؑ باقی رہ جائیں اور آپؑ تمام شہداء کی شہادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہیں اور اس صبر آزما طاقت فرسا منظر کو صبر و حوصلے سے برداشت بھی کریں۔ امامؑ اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ آسمان و زمین آپؑ کی عظمت کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔

Presented by Ziaraat.com

اہل بیتؑ میدانِ جنگ میں

سوید ابن عمرو کی شہادت کے بعد یارانِ امامؑ میں سے کوئی شخص باقی نہ رہا۔ اب خاندانِ اہل بیتؑ نے جہاد کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے حضرت علی اکبر علیہ السلام آگے بڑھے جب امامؑ عالی مقام نے اپنے بیٹے کو راہ شہادت پر دیکھا تو آپؑ نے اپنے دست دعا بلند کیے اور دردمندانہ بارگاہ خدا میں عرض کیا:

اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ عَلٰی ھٰؤُلاءِ الْقَوْمِ فَقَدْ بَرَزَ اِلَیْھِمْ غُلامٌ اَشْبَہُ النَّاسِ بِرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ خَلْقاً وَ خُلُقاً وَمَنْطِقاً

”خدایا! گواہ رہنا! اب میرا وہ بیٹا ان کے مقابلے میں جا رہا ہے جو شکل وصورت اور اخلاق وکردار میں سب سے زیادہ تیرے رسول محمدؐ کے مشابہ ہے“۔ (مثیر الاحزان ابن نما، مقتل خوارزمی)

جب حضرت علی اکبر علیہ السلام ہم شکل پیغمبر زخموں سے چور چور ہو کر عرش زین سے فرش زمین پر آئے تو امام فوراً ان کے پاس پہنچے۔ آپؑ نے اپنا چہرہ اُن کے چہرے پر رکھ دیا اور روتے ہوئے کہا:

عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَا ، مَا اَجْرَأَھُمْ عَلَى الرَّحْمٰنِ وَعَلٰی اِنْتِھَاكِ حُرْمَةِ الرَّسُوْلِ

”تیرے بعد دنیا پر خاک ہو۔ یہ لوگ آلِ رسولؐ کی حرمت پامال کرنے میں گستاخ اور جسارت کار ہیں؟“ (اللھوف، ص ۶۴، مقتل خوارزمی)

Presented by Ziaraat.com

شبیہ پیغمبر کے بعد خاندان اہل بیتؑ کے شیر ایک ایک کر کے میدان میں جاتے رہے۔ عبد اللہ بن مسلم کے سینے میں نیزہ لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ خاندان ابو طالبؑ نے یک بارگی دشمن پر حملہ کیا اور انھیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔

جب قمر بنی ہاشمؑ زمین پر گرے تو امام حسینؑ کمر خمیدہ کے ساتھ آنسو بہاتے ہوئے خیمہ گاہ کی طرف پلٹے اور استغاثہ بلند کیا:

هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا

"ہماری فریادرسی کرنے والا کوئی ہے؟"

هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا

"کوئی ہماری مدد کرنے والا ہے"؟

هَلْ مِنْ طَالِبِ حَقٍّ يَنْصُرُنَا

"کیا کوئی طالب حق ہے جو ہماری مدد کرے؟"

جب پروردگان عصمت وطہارت نے پوچھا: اب کون جوان شہید ہوا ہے؟

جناب زینبؑ نے نوحہ پڑھا:

وَاَخَاهُ وَاعَبَّاسَاهُ وَاضَيْعَتَنَا بَعْدَكَ

"ہائے میرے بھائی! ہائے میرے عباسؑ! تیرے بعد ہمارا کیا بنے گا؟

شہزادۂ جنت میدان جہاد میں

صبح عاشور سے عصر عاشور تک مظلوم امامؑ اپنے جگر پاروں کے جنازے اُٹھا اُٹھا کر اندر سے چور چور ہو چکے تھے گویا آپؑ ہر شہید کے ساتھ خود بھی ذبح ہوتے رہے۔ اب امام مظلوم "شہیدان راہِ خدا پر روئے اور بہت روئے۔ ان جگر پاروں پر روئے جنھوں نے توحید بچانے کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

Presented by Ziaraat.com

پردہ داران عصمت وطہارت کی آہ وبکا نے ہر انسان کو اس ظلم پر اعتراض کرنے پر مجبور کر دیا۔ ان دشوار حالات میں حسینؑ کبھی میدان میں جا کر دشمن کا مقابلہ کرتے اور کبھی اپنے اعیان وانصار کی پارہ پارہ شدہ لاشوں پر آ کر گریہ کرتے اور کبھی خیموں میں آ کر بیوہ مستورات اور یتیم بچوں کو تسلی دیتے۔ امامؑ نے اچانک دیکھا کہ زین العابدینؑ عصا کا سہارا لے کر تلوار ہاتھ میں تھام کر سخت بیماری کے باوجود خیام سے نکل کر میدان کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ حسینؑ کی فریاد بلند ہوئی:

"بہن اُم کلثومؑ! میرے بیٹے کو میدان میں جانے سے فوراً روکیں کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین آلِ محمدؐ کی نسل سے خالی ہو جائے"۔

بالآخر امام عالی مقام خود آمادۂ رزم گاہ ہوئے۔ آپؑ نے اپنی بہن سے پرانا لباس طلب کیا جس کے لوٹنے میں کسی کو رغبت نہ ہو۔

امامؑ نے اپنے شیر خوار کو طلب کیا۔ آپؑ بچے کو لے کر میدان کی طرف نکلے تاکہ دشمن سے معصوم بچے کے لیے پانی کا سوال کریں۔

جرمنی کے مشہور فیلسوف "مسلیو ماربین" کہتے ہیں:

"حسین بن علیؑ نے اپنی زندگی کے آخری لحات میں اس وقت فلاسفہ اور تمام عقلائے عالم کو دنگ کر دیا جب امامؑ زخموں سے چور چور تھے، بھوک پیاس کی شدت اور عزیزوں کی موت کے غم نے انھیں مرنے سے پہلے مار ڈالا تھا۔ آپؑ اس وقت بھی اپنے ہدف سے پیچھے نہ ہٹے، حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کا سارا ماجرا اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی اور اس شہادت سے حضرتؑ نے کامل طور پر اپنے ہدف کو حاصل کر لیا۔

امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ بنو اُمیہ کسی پر رحم نہیں کرتے، حتیٰ کہ بچوں پر بھی رحم نہیں کرتے تو حضرتؑ نے اپنے مصائب اور اپنی مظلومیت کو

Presented by Ziaraat.com

کامل کرنے کے لیے اپنے شیر خوار کو دشمن کے سامنے پیش کیا اور ان سے بچے کے لیے پانی طلب کیا۔ لیکن بے رحم دشمن نے پانی دینے کی بجائے تیر کے ذریعہ بچے کو شہید کر دیا۔ امام حسینؑ اپنے اس اقدام سے دنیا والوں کو دکھانا چاہتے تھے کہ بنو اُمیہ، بنو ہاشم سے عداوت کے لیے کتنے گھٹیا کاموں کے مرتکب ہوتے ہیں اور کتنا ظلم و بربریت کو روا رکھتے ہیں؟

واضح سی بات ہے کہ یزید کو اپنے دفاع کے لیے شیر خوار کو ذبح کرنے کی ضرورت تو نہیں تھی، حسینؑ چاہتے تھے کہ آپؑ دنیا کو بتا دیں کہ یہ ظلم دفاع کی خاطر نہیں تھا بلکہ اتنا بڑا ظلم آلِ محمدؐ کی عداوت میں تھا اور یہ ظلم دین کے دشمن اور درندہ صفت وحشی لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ بنو اُمیہ کی رُسوائی کے لیے یہی ظلم کافی تھا۔ خاندانِ آلِ محمدؐ کو مٹانے کے لیے عرب جاہلی کے طور طریقوں نے انھیں زمانے میں رُسوا کر دیا"۔

یہ تھا جرمنی کے ایک معروف سکالر کا تبصرہ جو مختصراً آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اب ہم واپس اپنے موضوع کی طرف پلٹتے ہیں۔

جب امام حسینؑ نے بچے کے لیے پانی طلب کیا تو ابن زیاد کے پلید فوجیوں نے حرملہ بن کاہل اسدی کو اس بات پر اُکسایا کہ وہ بچے پر تیر چلائے۔ اس ملعون نے بلا فاصلہ تیر چلایا اور شیر خوار باپ کے ہاتھوں پر ہی شہید ہو گیا۔ امامؑ نے خون کو اپنے چلو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینکا تو اس سے ایک قطرہ بھی واپس نہ آیا۔ امامؑ نے ہاتف غیبی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا: "حسینؑ! بچے کو ہمارے حوالے کر دیں! اس لیے کہ بہشت میں دودھ پلانے کے لیے دایہ اس کے انتظار میں ہے"۔

امامؑ نے اپنے ذبح شدہ بچے کے خون میں غلطاں پیکر کو زمین پر رکھا اور تلوار نکال

Presented by Ziaraat.com

کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ عمر ابن سعد لعین نے اپنی فوج کو للکارا۔ اچانک چار ہزار تیر اندازوں نے امام علیہ السلام کو نشانے پر لیا، لیکن امامؑ نے بے جگری سے بپھرے ہوئے شیر کی طرح ان پر تابڑ توڑ حملے کیے یہاں تک کہ شہزادۂ جنت نے یزیدیوں کے بہت سے ملاعین کو واصل جہنم کیا۔

جب امامؑ پر جنگ کرتے کرتے پیاس کا غلبہ ہوا تو شہزادہ نے نہر فرات کا رُخ کیا اور عمرو بن حجاج کے چار ہزار لشکر پر ایسا طوفانی حملہ کیا کہ یہ سب ملاعین تتر بتر ہو گئے۔ امامؑ نے اسب باوفا سے کہا: تو پانی پی لے۔ لیکن اس نے پانی نہ پیا۔ امامؑ نے پانی کا چلو بھرا تاکہ اپنی پیاس بجھائیں لیکن کسی ملعون نے مکاری و عیاری سے پکارا:

"اے حسینؑ! تو پانی پینے میں مشغول ہے جبکہ فوج نے تیرے خیام پر حملہ کر دیا ہے"۔

امام عالی مقام نے پانی گرا کر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آپؑ برقِ خاطف کی طرح خیام کی طرف لپکے۔ (1)

اب دوسری دفعہ امام عالی مقامؑ الوداع کرنے کی خاطر خیام کی طرف تشریف لائے۔ اتنے میں عمر بن سعد نے وقت کو غنیمت جانتے ہوئے لشکر کو حکم دیا کہ یکبارگی حسینؑ پر حملہ کر دیں۔ عین اس وقت جب امامؑ اپنے خانوادہ سے الوداع میں مشغول تھے، دشمن نے حملہ کر دیا، لیکن امام شجاعت حیدری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے جگری سے ظالموں پر حملہ آور ہو گئے۔ امامؑ کا حملہ اتنا شدید تھا کہ ملاعین کا ٹڈی دل تتر بتر ہو کر رہ گیا۔ امامؑ نے پانی مانگا لیکن شمر لعین نے دینے سے انکار کر دیا۔ اتنے میں ابوالحتوف جعفی نے تیر چلایا جو امامؑ کی پیشانی میں پیوست ہوا۔ ایک اور ملعون نے امامؑ کی پیشانی

---

(1) بحار الانوار، ج 10، ص 204؛ مقتل العوالم، ص 30؛ نفس المہموم، ص 188؛ خصائص الحسینیہ، ص 46

Presented by Ziaraat.com

پر پتھر مارا، امامؑ اپنے چہرے سے خون صاف کرنے لگے تو تیسرے ملعون نے سہ شعبہ تیر مارا جو امامؑ کے سینۂ بے کینہ میں جا لگا۔ حضرت نے بلند آواز سے پڑھا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰهِىْ اَنَّكَ تَعْلَمُ اِنَّهُمْ يَقْتُلُوْنَ رَجُلاً لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ ابن بِنت نَبِيٍّ غَيْرِىْ

''اللہ کے نام اور اس کی مدد سے سلام و درود رسولؐ خدا پر۔ خدایا! تو جانتا ہے کہ یہ لوگ اس شخص کو قتل کر رہے ہیں جس کے سوا زمین پر کوئی شخص تیرے رسولؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہے''۔

پھر امام علیہ السلام نے اپنے خون سے اپنی ریش مبارک کو خضاب کیا اور کہا:

هٰذَا اَكُوْنُ حَتّٰى اَلْقَى اللّٰهَ وَجَدِّىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنَا مُخَضَّبٌ بِدَمِىْ وَاَقُوْلُ يَا جَدَّاهُ قَتَلَنِىْ فُلَانٌ وَفُلَانٌ

''میں اسی حالت میں خدا اور رسولؐ خدا سے ملاقات کروں گا۔ اپنے خون میں نہا کر پیش ہوں گا، اور اپنے نانا سے کہوں گا کہ مجھے فلاں فلاں شخص نے قتل کیا ہے''۔ (مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۳۴)

امامؑ کے پورے بدن سے خون پرنالے کی طرح بہہ رہا تھا۔ آپؑ پر ضعف طاری ہو گیا اور آپؑ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ستانے کی غرض سے زمین پر بیٹھ گئے اتنے میں مالک بن نسر ملعون نے حضرتؑ کے فرق مبارک پر تلوار کی ضرب لگائی۔ زخمی امامؑ اس کمینے کی ضرب کو برداشت نہ کر سکے۔ آپؑ زخمی بدن کے ساتھ زمین پر جا گرے۔ اس حالت میں کوئی بھی قتل امامؑ کی ہمت نہیں کر رہا تھا۔ شمر لعین نے سب کو للکارتے ہوئے کہا: ''کیوں خاموش کھڑے ہو؟''

یہ مرد زخموں سے نڈھال ہو چکا ہے، جلدی اس کا کام تمام کر دو۔ یہ سب ملعون

Presented by Ziaraat.com

وحشی درندوں کی طرح امام کو گھیرے ہوئے تھے، زرعہ بن شریک ملعون نے حضرتؑ کے شانے پر تلوار کی ضرب لگائی۔ حصین بن نمیر ملعون نے حضرتؑ کے گلوئے اقدس میں تیر مارا اور تلوار کی ضرب امامؑ کی گردن پر لگائی۔ سنان ابن انس نے امام کے گلوئے اقدس میں تیر اور پہلو میں نیزہ مارا اور صالح بن وہب نے امام کے پہلو میں ایک تیر مارا۔ (الاتحاف بحب الاشراف، ص ۱۶)

اسی اثنا میں امام عالی مقامؑ نے ملاعین سے پانی طلب کیا لیکن انھوں نے ایک قطرہ بھی نہ دیا۔ جب امامؑ کی حالت بہت نازک ہوئی اور حضرتؑ ہر طرف سے مایوس ہو گئے تو اپنی زندگی کی آخری دعا زبان مبارک پر جاری کی:

اَللّٰھُمَّ احْکُمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا فَاِنَّھُمْ خَذَلُوْنَا وَغَدَرُوْا بِنَا وَقَتَلُوْنَا وَنَحْنُ عِتْرَۃُ نَبِیِّکَ

"خدایا! ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر، انہوں نے ہمیں تنہا چھوڑ دیا ہے، ہمیں دھوکہ دیا ہے اور ہمیں قتل کیا جبکہ ہم تیرے رسولؐ کی عترت ہیں"۔

جب شہزادہ کونینؑ زمین پر گرے تو اسب باوفا ہنہناتا ہوا، لٹکی ہوئی زین کے ساتھ خیام کی طرف دوڑا۔ مخدراتِ عصمت وطہارت نے جب امامؑ کی سواری کو اس حالت میں دیکھا تو سر و چہرے پر ماتم کرتی ہوئی خیام سے باہر آگئیں۔ جناب اُمِ کلثومؑ نے سیدہ زینبؑ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

وَامُحَمَّدَاہُ! وَا اَبْتَاہُ! وَاجَعْفَرَاہُ! وَاحَمْزَتَاہُ! ھٰذَا حُسَیْنٌ بِالْعَرَاءِ صَرِیْعٌ بِکَرْبَلَاء

"ہائے محمد مصطفیٰ! ہائے ہمارے بابا! ہائے جعفر طیارؑ! ہائے حمزہ سید الشہداء، یہ تمہارا حسینؑ ہے جو زمین کربلا پر گرا پڑا ہے"۔

Presented by Ziaraat.com

جناب اُمِ کلثومؑ جب امامؑ کے پیکر مقدس کے قریب پہنچیں تو عمر بن سعد لعین بھی پاس کھڑا تھا، بی بیؑ نے اس لعین سے کہا: کیا تو دیکھ رہا ہے اور وہ لعین میرے بھائی کو قتل کر رہے ہیں تو اسے روکتا کیوں نہیں؟

اس ملعون نے منہ موڑ کر گریہ کیا لیکن پھر فوج کو للکارتے ہوئے کہا:

اَنْزِلُوْا اِلَيْهِ وَاَرِيْحُوْهُ

"حسینؑ پر ٹوٹ پڑو اور اسے قتل کر دو"۔

شمر لعین آگے بڑھا، اس نے اپنا نجس پاؤں پاک امام سے مَس کیا اور امامؑ کے سینۂ بے کینہ پر سوار ہوا۔ حضرتؑ کی ریش مبارک اپنے ہاتھ میں لی۔ خنجر سے تیرہ ضربیں چلا کر امامؑ کا سر تن سے جدا کر کے سرِ اقدس کو ہاتھوں پر بلند کرتے ہوئے نعرہ بلند کیا:

قَدْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَاءَ

"لوگو! حسینؑ کربلا میں قتل ہو چکے ہیں"۔

اگر ہم امامؑ کی عمر کے آخری لحظات کے مصائب کی جزئیات تحریر کرنا چاہیں تو ہر مصیبت ایک فصل کی صورت میں رشتۂ تحریر میں آئے۔ گیان مصائب کے علاوہ اور بھی ایسے مصائب ہیں جنہیں سنگ دل ترین شخص بھی نہ سن سکے چہ جائیکہ وہ لوگ جن کے دل محبت حسینؑ سے لبریز ہیں۔ ان وحشی درندوں نے ایسا ظلم روا رکھا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

ابو مخنف اپنے مقتل میں نواسۂ رسولؐ کی عمر کے آخری لحظات کو یوں بیان کرتے ہیں:

"امام علیہ السلام کا پیکر مطہر تین گھنٹے تک زمین کربلا پر پڑا رہا۔ کوئی بھی قتل کرنے کی ہمت نہیں کر رہا تھا، جب تک آپؑ بول سکتے تھے کہتے رہے:

Presented by Ziaraat.com

صَبْرًا عَلٰی قَضَائِکَ لَا اِلٰهَ سِوَاکَ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ!

"تیری تقدیر پر صبر کیے ہوئے ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اے فریاد کرنے والوں کے فریادرس!"

پھر چالیس افراد تلواریں لے کر آگے بڑھے ان میں سے ہر ایک چاہتا تھا امامؑ کو قتل کرے۔ عمر بن سعد ملعون نے سب کو للکارتے ہوئے کہا: جلدی کرو، آگے بڑھو، حسینؑ کا کام تمام کرو۔

سب سے پہلے شبث ابن ربعی ملعون تلوار لے کر آگے بڑھا تھا وہ امام عالی مقامؑ کو قتل کرنا چاہتا تھا لیکن نواسہ رسولؐ نے اس پر ایک نگاہ ڈالی تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی، اور وہ واپس ہوتے ہوئے ابن سعد ملعون سے کہہ رہا تھا:

"تف ہے تجھ پر تو اپنے آپ کو قتل حسینؑ سے بری رکھنا چاہتا ہے اور دوسروں کو اس ظلم عظیم میں ملوث کرنا چاہتا ہے؟ خدا کی قسم میں یہ کام قطعاً نہیں کروں گا۔ پھر بولا: اے حسینؑ! میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ قیامت کے دن جب خدا کی ملاقات کروں تو تیرے خون سے میرے ہاتھ رنگین ہوں"۔

سنان ابنِ انس آگے بڑھا اور شبث بن ربعی کو ڈانٹتے ہوئے بولا: تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے تو قتل حسینؑ کے لیے اقدام کیوں نہیں کر رہا؟

شبث نے جواب دیا: "حسینؑ نے آنکھ کھول کر میری طرف دیکھی تو میں نے غور سے دیکھا کہ اس کی آنکھیں رسولؐ خدا کی آنکھوں جیسی ہیں۔ میں لرز گیا کہ شبیہ رسولؐ کو کیسے قتل کروں؟"

سنان بن انس ملعون نے کہا: تو اپنی تلوار مجھے دے اسے قتل کرنے کا میں سزاوار ہوں۔ اس نے تلوار بلند کی۔ امامؑ نے اس کی طرف نگاہ کی تو اس کے ہاتھ سے بھی تلوار

Presented by Ziaraat.com

گر پڑی، اور وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔

شمر لعین آگے بڑھا، اس نے سنان ابن انس سے تلوار لی اور کہا: میں اسے ضرور قتل کروں گا چاہے وہ شبیہ مصطفیٰ ہو یا شبیہ مرتضیٰ ۔ اس نے اپنا نجس پاؤں امامؑ کے سینے پر رکھا، اور بڑی گستاخی کے ساتھ کہا: ڈر کر واپس جانے والے اور تھے، میں نے تجھے حتماً قتل کرنا ہے۔

معصوم امامؑ کے لب حرکت میں آئے: کیا تو جانتا ہے میں کون ہوں؟

شمر حرام زادہ بولا: تو حسینؑ ہے، تیرا نانا محمدؐ ہے، تیرا بابا علیؑ ہے، تیری ماں فاطمۃ الزہراؑ ہے، تیری نانی خدیجۃ الکبریٰ ہے۔

امامؑ مظلوم نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر، جب تو مجھے پہچانتا ہے تو پھر میرے خون میں اپنے ہاتھ کیوں رنگین کرتا ہے؟

شمر لعین بولا: تیرے قتل کا یزید سے انعام پاؤں گا۔

امام حسینؑ نے سوال کیا: میرے جدّ نامدارؐ کی شفاعت تیرے لیے بہتر ہے یا یزید کا انعام؟

شمر لعین ڈھٹائی سے کہنے لگا: انعام کا ایک دینار تیرے نانا کی شفاعت سے زیادہ اہم ہے۔

امامؑ نے اسے جھنجوڑا: اگر مجھے قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو مجھے پانی پلا دے۔

شمر لعین نے انکار کیا: نہیں نہیں! خدا کی قسم تجھے پانی نہیں ملے گا۔ تو کہتا تھا کہ تیرا بابا علیؑ حوض کوثر پر اپنے چاہنے والوں کو سیراب کرے گا۔ کچھ دیر بعد اپنے بابا سے حوضِ کوثر پر پانی پینا۔ خدا کی قسم! میں پشت گردن سے تیرا سر قلم کروں گا۔

آہ! اس ملعون نے ضربیں چلانا شروع کیں۔ ادھر امامؑ نے اپنی نحیف آواز میں اپنا نوحہ پڑھنا شروع کیا:

Presented by Ziaraat.com

وَامُحَمَّدَاهُ! وَاعَلِيَّاهُ! وَاحَسَنَاهُ! وَاجَعْفَرَاهُ! وَاحَمْزَتَاهُ!
وَاعَقِيلَاهُ! وَاعَبَّاسَاهُ! وَاقَتِيلَاهُ! وَاقِلَّةَ نَاصِرَاهُ! وَاغُرْبَتَاهُ!

سر قلم کرنے کے بعد نیزے پر بلند کیا گیا۔ اس لشکر شیطان نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر لگانا شروع کیا۔ ان ملاعین نے صرف اسی ظلم پر اکتفا نہ کیا بلکہ امامؑ کے لباس کو لوٹنے کے لیے آگے بڑھے۔ لباس لوٹ کر لے گئے، صرف ایک انگوٹھی کی خاطر امام مظلومؑ کی انگلی کاٹ دی گئی۔ دیک الجن کا مرثیہ امام مظلوم پر!

وَنَظَرْتُ سِبْطَ مُحَمَّدٍ فِي كَرْبَلَاءِ
فَرْدًا يُعَانِي حُزْنَهُ الْمَكْظُومَا
تَنْحُوا هَالَهُ سُيُوفَ أُمَّتِهِ
فَتَرَاهُمُ الصَّمْصُومَ فَالصَّمْصُومَا
فَالْجِسْمُ أَضْحَى فِي الْقَيْدِ مُوَزَّعًا
وَالرَّأْسُ أَمْسَى فِي الصِّعَادِ كَرِيمًا

"میں نے نواسۂ رسولؐ کو کربلا میں دیکھا کہ وہ بے یار و مددگار ہے اور اندر سے بہت دکھی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اُموی گروہ آ کر امامؑ کے پہلو پر تلواریں مار رہے ہیں۔ پیکر امامؑ زمین پر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، جبکہ آپ کا سر آسمانوں میں کرامت و بزرگی والا ہے"۔

رَے اور دیلم کی حکومت نے ابن سعد ملعون کو اندھا کر رکھا تھا جس کی وجہ سے وہ پکارا: "کوئی ہے جو جسم حسینؑ کو پامال کرے؟"

دس حرام زادے سوار ہو کر آگے بڑھے اور امام مظلوم کی لاش کو اتنا پامال کیا:
حَتَّى أَلْصَقُوهُ بِالْأَرْضِ

Presented by Ziaraat.com

"یہاں تک کہ امام کا پاک جسد زمین سے چپک گیا"۔
یہ ملاعین فتح و کامرانی کے طبل بجاتے ہوئے ابن زیاد کی طرف آئے۔
سب سے پہلے اسد بن مالک ملعون یہ شعر پڑھتا ہوا دارالامارہ میں وارد ہوا:

نَحْنُ رَضَضْنَا الصَّدْرَ بَعْدَ الظَّهْرِ
بِكُلِّ يَعْبُوبٍ شَدِيْدِ الْأَسْرِ

"ہم نے دشمن کا سینہ طاقت ور گھوڑوں سے پامال کیا"۔
جناب بیرونی کہتے ہیں: "کسی ظالم ترین اُمت میں بھی یہ رواج نہیں تھا کہ کسی کو تیر و نیزہ سے قتل کرنے کے بعد اس کی لاش پامال کر دے"۔

سالارِ شہیدان کے متعلق شاعر کا کلام

امام حسینؑ کو ظالموں نے اس حالت میں شہید کیا کہ اس کا پروردگار اس سے راضی تھا۔ آپؑ نے اپنے پاک خون سے غسل شہادت بجا لایا۔
مظلوم نے اپنے جدِ نامدار کے دین پر اپنے آپ کو قربان کیا۔
پرچم قیام کو اپنے خون سے بلندیوں پر لہرایا۔ یہ قیام ایسا قیام تھا جو ہر مظلوم کا ہر ظالم کے خلاف ہوتا ہے۔
اس نے تکبر و غرور اور فساد و سرکشی کی خاطر قیام نہ کیا، بلکہ مسلمانوں میں اصلاح چاہتا تھا۔
وہ لوگ جنہوں نے بیت المال غصب کیا ہوا تھا۔
انھیں کرجدار لہجے میں للکارا اور کہا: خیانت سے ہاتھ اٹھالو!
الٰہی عہد و پیمان توڑنے والوں کا اپنے کردار و رفتار سے مقابلہ کیا۔
اہلِ فساد کے سرداروں اور حریم الٰہی کے قانون کو توڑنے والوں کو نصیحت کی۔

Presented by Ziaraat.com

انھیں فرمایا: کیا تم جانتے ہو میرا حسب نسب کیا ہے؟
کیا تم یہ حق رکھتے ہو کہ مجھے قتل کرو اور میری حرمت کو پامال کرو؟
لیکن ان ملاعین کے وجدان مُردہ ہو چکے تھے۔
لالچ و طمع عقلوں پر غالب تھی جس سے وہ اندھے اور بہرے ہو گئے تھے۔
گلشن رسولؐ کے نازک پھول پر حملہ آور ہوئے۔
اور وہ ان کے درمیان اس طرح پھنس گئے جیسے شکستہ پر کبوتر شکاری کے جال میں پھنس جاتا ہے۔
ایک گروہ ثروت و دولت چاہتا تھا،
دوسرا گروہ رَے اور دیلم کی حکومت
اور باقی دوسروں نے اپنے آپ کو ابلیس کے ہاتھوں فروخت کیا ہوا تھا۔ شمشیر حق کو اُٹھانے والے صرف حسینؑ کے ہاتھ تھے اور عدالت کا نعرہ حضرت ابوعبداللہؑ کے سوا کسی سے نہ سنا گیا۔ لفظ عدل و انصاف، سید الشہداءؑ کے علاوہ کسی کی زبان پر جاری نہ ہوا۔

اپنے نظریے پر جان قربان کرنا اس کا پسندیدہ ہدف تھا۔
اسلام کا دفاع اس کی دلی آرزو تھی۔
مسلمانوں کو بیدار کرنا اس کے قیام کی منزل و مقصود تھی۔
وہ خسرو پرویز کی طرح حکومت تشکیل نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس کی فکر و روح میں ذاتی اقتدار و بادشاہی کا شائبہ نہیں تھا۔
وہ بادشاہی کی فکر میں نہیں تھا، اور اس کی رفتار فرعونی نہیں تھی۔
پس حسینؑ سرزمینِ کربلا میں کیوں شہید ہوئے؟
کیا اس لیے کہ ہم اسی طرح زندگی گزاریں جس طرح پہلے تھے؟

Presented by Ziaraat.com

ہم ذلیل دخوار ہو جاتے ہیں لیکن حق بات نہیں کہتے۔

ظلم وستم برداشت کر کے ہم شب و روز گزارتے ہیں اور خوابوں کی دنیا میں مگن رہتے ہیں۔اسی وجہ سے عربی نسل کے طاقت ور گھوڑوں نے اس کے سینے اور پشت کی ہڈیوں کو چور چور کر دیا۔

پس سلام ہو نواسہ رسولؐ اور جگر گوشہ بتولؑ پر، سلام ہو اس پر جب وہ پیدا ہوا اور جب وہ شہید ہوا اور جب وہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔سلام ہو اس پر جو ہمارے لیے چراغ کی حیثیت رکھتا ہے اور ہمارا آئیڈیل رہبر و راہنما ہے مہد سے لحد تک کے سخت سفر میں۔

Presented by Ziaraat.com

فصل چہارم

جزیرۃ العرب کی اُموی حکومت کا خاتمہ

اُموی حکومت کے خاتمے کے جتنے بھی اسباب ہیں ان سب کا خلاصہ حادثہ کربلا ہے۔ اگر ہم حادثۂ کربلا کے علاوہ کسی اور چیز کو اس کا سبب قرار دیں اور کربلا کو اس کا ضمنی اور جزوی سبب تو یہ ہماری کم فہمی کی دلیل ہوگی۔

اگر کوئی مؤرخ اُموی حکومت کے خاتمہ کا سبب کربلا کے علاوہ دیگر اُمور کو قرار دے تو گویا اس نے اس مقدس انقلاب کے تقدس کا انکار کیا ہے اور نعمت الٰہی کی ناشکری کی ہے اور تمام گذشتہ شہادتوں اور انبیاءؑ و اوصیاءؑ کی تمام پیشگوئیوں کا انکار کیا ہے۔

اُموی حکومت کے خاتمے کے اسباب و عوامل کے متعلق محققین کی مختلف آراء کو ہم تفصیلاً پیش کریں گے لیکن اس سے پہلے ہم ایک اہم نکتہ بیان کرنا چاہیں گے۔ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ شہادتِ حسینؑ سے دو طرح کے معجزات رونما ہوئے، بعض معجزات فوری طور پر رونما ہوئے اور یہ دائمی معجزات نہیں تھے بلکہ جزوقتی اور عارضی معجزات تھے مثلاً اُموی حکومت کا سقوط یاد رہے اُموی حکومت کا سقوط شہادتِ حسینؑ کا اصلی ہدف نہیں تھا بلکہ یہ ان دائمی معجزات کے ضمن میں پیدا ہوا جو اس معجزہ سے کہیں عظیم تھے۔

اعجاز کے ترازو میں کون سا معجزہ زیادہ وزنی ہے؟

امت اسلامیہ کے وجدان وضمیر کو جھنجھوڑنا اور پوری اُمت کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا اور قیامت تک کے لیے حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرنا یہ معجزہ زیادہ وزنی ہے یا حکومت بنو اُمیہ کا سقوط واضح سی بات ہے کہ صحیح جواب پہلے معجزے کی تائید کرے گا۔

Presented by Ziaraat.com

لیکن شہادتِ امامؑ کے فوراً بعد ہر معجزے سے پہلے جو معجزہ رُونما ہوا وہ یہ ہے: آسمان وزمین، جن وانس، بحروبر، زمان ومکان، سمندروں اور دریاؤں کا شہادتِ حسینؑ پر جوش میں آنا اس طرح کہ تمام موجودات میں سے ہر چیز نے اپنے انداز میں ردِعمل دکھایا۔

خلاصہ یہ کہ تین اہم سوال ذہن میں ابھرتے ہیں جن کی وضاحت کرنا ضروری ہے:

- امام حسینؑ نے عسکری اور ظاہری اعتبار سے شکست کیوں کھائی؟
- بنواُمیہ کی حکومت دیر سے کیوں ختم ہوئی؟
- امام حسینؑ نے یزید کے دور میں قیام کیوں کیا اور اس سے پہلے یا بعد میں قیام کیوں نہ کیا؟
- امام حسینؑ نے ظاہری طور پر شکست کیوں کھائی؟

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ خداوند متعال اگر چاہتا تو کسی بعد والے زمانے میں ایک حسینؑ پیدا کرتا اور شہادت کے لیے بھی اسی کا انتخاب کرتا اور غیبی طاقت سے اس کی مدد کرتا، تاکہ وہ جنگ جیت جائے اور اس طرح اس کی فتح دیگر فتوحات کے ساتھ تاریخ میں درج ہوجاتی، لیکن مشیت الٰہی کا تقاضا یہ تھا کہ یزید کے زمانے میں ظاہراً ایک کمزور لشکر کے ساتھ امام حسینؑ قیام کریں تاکہ اس طرح ظالم کا ظلم انتہا تک پہنچے اور اِدھر مظلوم صبر کی انتہا تک پہنچے۔

نہضتِ حسینیؑ کی ماہیت کچھ اس طرح تھی کہ اس کی طاقت کمزور لشکر میں تھی اور اس کی فتح شہادت میں اور اُدھر یزید کی شکست اس کی ظالمانہ اور کثیر تعداد فوج میں تھی کہ جنہوں نے ظلم کی انتہا کردی۔

جب انسان نہضتِ حسینیؑ کا بغور مطالعہ کرتا ہے تو واقعاً حکمتِ الٰہی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اگر یہ انقلاب اسی انداز میں رُونما نہ ہوتا تو بنواُمیہ کی منافق حکومت کا چہرہ عیاں نہ ہوتا۔ یزید اور معاویہ جیسے اموی حکمرانوں کی بدروئی سامنے نہ آتی۔ بنواُمیہ کی

Presented by Ziaraat.com

نام نہاد اسلامی حکومت کی خاندانِ رسولؐ سے عداوت واضح و آشکار نہ ہوتی۔

بنوامیہ کی حکومت کا دیر سے خاتمہ کیوں ہوا؟

سوال یہ ہے کہ بنوامیہ کی حکومت کا دیر سے خاتمہ کیوں ہوا اور شہادتِ امام کے فوراً بعد ختم کیوں نہ ہوئی؟

یہ بھی ایک راز ہے کہ جن لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی اور پھر اس کے ظلم میں شریک رہے تھے یا اس کے معاون بنے رہے تھے یا خاموش تماشائی کی حیثیت سے نظارہ کرتے رہے تھے، شہادتِ امامؑ کے بعد ان کی اکثریت یقیناً نادم و پشیماں ہوئی۔ اب حکمت الٰہی کا تقاضا یہ ٹھہرا کہ ان کی پشیمانی کا عرصہ طولانی ہو جائے اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے اندر بیداری کے جذبات واسباب اور زیادہ مضبوط و مستحکم ہو جائیں۔ اور پھر آتش فشاں کی طرح ایک دھماکہ ہو جس سے بنوامیہ کی ظالم وغاصب حکومت کے خلاف بغاوت کا لاوا اُبلے جس کی لپیٹ میں پوری اُموی حکومت آجائے اور چشم فلک نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا۔

امام حسینؑ نے یزید کے دور میں قیام کیوں کیا؟

اس سوال کے جواب کی طرف پہلے کچھ اشارے کر چکے ہیں لیکن اب کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

انقلابِ حسینیؑ اور شہادتِ امام حسینؑ جس زمانے میں واقع ہوئے انھیں اسی زمانے میں ہی واقع ہونا چاہیے تھا تاکہ زمانے پر نہ فقط اس زمانے کی پستی واضح ہو بلکہ یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ پستی پلیدی اور خباثت کے لحاظ سے اس زمانے جیسا کوئی اور زمانہ نہیں ہے اور اس قوم جیسی بدنصیب کوئی اور قوم نہیں ہے کہ جو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ حق پامال ہو رہا ہے۔ اہل باطل پرچم لہرا رہے ہیں اور یزید ان کا سپہ سالار ہے پھر بھی اس کی بیعت کر لی اور اُسے اپنا خلیفہ بنا دیا۔ یزید پوری بنوامیہ کی پستی اور

Presented by Ziaraat.com

پلیدی کا نچوڑ تھا لہٰذا امامؑ عالی مقام کا اسی کے زمانے میں قیام کرنا اس لیے ضروری تھا کہ پوری طرح سے اُموی حکام کا مکروہ چہرہ بے نقاب ہو جائے اور واقعاً ایسا ہی ہوا۔

ابن تیمیہ کی یاوہ گوئی

ابن تیمیہ اپنی کتاب "رأس الحسین" میں لکھتا ہے:

"یزید بالکل بے گناہ تھا۔ وہ قتل حسینؑ کا ارادہ نہیں رکھتا تھا"۔

وہ مستند روایات جو اہل سنت کے معتبر منابع میں بھی موجود ہیں اور ثقہ راویوں سے نقل ہوئی ہیں، ان کی رد میں ابن تیمیہ کی یاوہ گوئی ملاحظہ کیجئے:

"یہ ساری روایتیں اور ساری باتیں خود ساختہ ہیں اور بیچارے یزید پر تہمت و افتراء کے سوا اور کچھ نہیں۔ یزید کو اصلاً قتلِ حسینؑ کی خبر ہی نہیں تھی اور وہ قطعاً نہیں چاہتا تھا کہ امام حسینؑ قتل کیے جائیں"۔

ابن تیمیہ مزید کہتا ہے:

"یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا تھا کہ ایک امین شخص کو کاروان کے ہمراہ مدینہ بھیجا جائے اس طرح کہ علیؑ بن حسینؑ بھی ان کے ہمراہ موجود ہوں۔ یزید نے خاندانِ اہلِ بیتؑ کی مستورات کو اپنے پردہ سرا میں جگہ دی۔ قصر شاہی کی خواتین نے مسلسل تین دن تک اپنے محل میں مجلس عزاداری منعقد کی اور غم حسینؑ میں روتی رہیں اور یزید علیؑ بن حسینؑ اور اپنے بھائی عمر کے ساتھ ایک دسترخوان پر کھانا کھایا کرتا تھا"۔

وہ اس قافلے کو مدینہ کی طرف روانہ کرنے لگا تو علیؑ بن حسینؑ سے کہا:

"ابنِ سمیہ (عمر بن سعد) پر خدا لعنت کرے، جو کچھ اس نے کیا میں اس پر راضی نہیں تھا اور اگر میں آپ کے بابا کے ساتھ ہوتا تو وہ مجھ سے جو کچھ مانگتے اس سے کہیں زیادہ انہیں عطا کرتا اور کربلا میں ایسں

Presented by Ziaraat.com

خود ہوتا تو پوری طاقت سے ان کا دفاع کرتا تھا، اس کے بدلے میں میرے بیٹے ہی کیوں نہ مارے جاتے لیکن تقدیر الٰہی یہی تھی جو آپ نے دیکھی"۔

ابن تیمیہ کو جواب باصواب (از طرف مترجم)

گزشتہ مباحث میں تمام سُنّی شیعہ مصادر سے چند چیزیں ثابت کر چکے ہیں انھیں ہم فہرست وار مختصر ذکر کرتے ہیں تاکہ ابن تیمیہ اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو ان کے تمام تر اعتراضات کا کافی وشافی جواب بھی مل جائے اور تمام وہ انسان جنھیں امام حسینؑ سے عشق ہے انھیں انقلاب حسینی کے نا دیدہ حقائق سے بھی آگاہی ہو جائے۔

① امیر شام کو اپنی زندگی میں اس بات کا کھٹکا لگا رہتا تھا کہ یزید حکومت بنانے کے بعد امام حسینؑ سے جنگ کی حماقت کرے گا، اسی لیے اس نے اپنی عمر کے آخری لحظات میں یزید کو وصیت کی کہ نواسۂ رسولؐ امام حسینؑ کے ساتھ جنگ نہ کرنا! ورنہ وہ تیرے ہی خلاف تمام ہوگی بلکہ اگر تو اس پر غلبہ پالے تو اُسے معاف کر دینا! کیونکہ وہ نواسۂ رسولؐ ہے اور دنیائے عرب میں ان کا بڑا احترام ہے۔

② یزید نے اپنی حکومت کی ابتداء ہی میں اپنے باپ کی آخری وصیت کو پس پشت ڈالتے ہوئے والی مدینہ کو دوٹوک الفاظ میں لکھا کہ امامؑ سے بیعت کا مطالبہ کرے۔ اگر وہ بیعت کر لیں تو ٹھیک ورنہ ان کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دے۔

اس خط کو شیعہ سنی محققین نے اپنے مصادر میں ذکر کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یزید پہلے دن سے قتل امامؑ کا ارادہ رکھتا تھا۔

③ امام حسینؑ کا ایک مشہور شعر ہے جس میں امامؑ عالی مقام نے اسی بات کو اپنے الفاظ میں دہرایا:

Presented by Ziaraat.com

إِنَّ الدَّعِيَّ ابنَ الدَّعِيِّ قَدْ رَكَزَنِي بَيْنَ اثْنَتَيْنِ
بَيْنَ السِّلَّةِ وَالذِّلَّةِ هَيْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةُ

"بدچلن کے بدچلن بیٹے نے مجھے دو چیزوں کے درمیان مجبور کر دیا ہے۔ ذلیلانہ بیعت یا مظلومانہ شہادت لیکن میری نگاہِ امامت میں اس فاسق و فاجر کی بیعت میں ذلت ہے اور مظلومانہ شہادت میں عزت اور میں عزت کی موت کو ذلت کی بیعت پر ترجیح دیتا ہوں"۔

پس امامؑ کی زبانی معلوم ہوا کہ بیعت نہ کرنے کی صورت میں یزید قتلِ حسینؑ سے کم کسی چیز پر راضی نہیں تھا۔

④ جب اسراء اہلِ بیتؑ کا لٹا ہوا قافلہ شام میں داخل ہوا، اس حالت میں کہ شہیدوں کے سر نیزوں پر بلند تھے اور یہ نابکار اپنے محل کے اُوپر بیٹھ کر اس سارے منظر کا نظارہ کر رہا تھا تو اس نے یہ اشعار پڑھے تھے:

لَيْتَ أَشْيَاخِيْ بِبَدْرٍ شَهِدُوا
جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْأَسَلِ
لَأَهَلُّوا وَاسْتَهَلُّوا فَرَحًا
ثُمَّ قَالُوْا يَا يَزِيْدُ لَا تُشَلْ
قَدْ قَتَلْنَا الْقَوْمَ مِنْ سَادَاتِهِمْ
وَ عَدَلْنَاهُ بِبَدْرٍ فَاعْتَدَلْ
لَعِبَتْ بَنُوْهَاشِمٍ بِالْمُلْكِ فَلَا
خَبَرٌ جَاءَ وَ لَا وَحْيٌ نَزَلْ

"اے کاش! جنگِ بدر میں مارے جانے والے میرے آباء و اجداد آج موجود ہوتے وہ قبیلۂ خزرج کی آہ و فغاں سنتے۔ اور وہ بہت

Presented by Ziaraat.com

خوش ہوتے اور خوشی کے عالم میں مجھے کہتے یزید تیرے کیا کہنے۔ ان کے بزرگان کو ہم نے قتل کیا اور جنگ بدر کا پورا پورا بدلہ لے لیا۔
بنو ہاشم نے حکومت کے لیے ڈھونگ رچایا تھا ورنہ کوئی غیبی خبر تھی اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوئی تھی"۔

اب ابن تیمیہ یزید کے ان اشعار کی کیا تاویل کرے گا کہ جن میں اس نے دو چیزوں کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ ایک تو قتل حسینؑ پر خوشی کا اظہار کیا اور اسے جنگ بدر کا بدلہ قرار دیا اور دوسرا وحی و نبوت کا انکار کیا۔

تمام معروف مورخین و محققین نے یزید کے ان اشعار کو ذکر کیا ہے اور ادھر تمام اسلامی مذاہب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی خداوند متعال کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کا انکار کرے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

فطری سی بات ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے جنگ کرتا ہے تو اپنے اہداف کو وہ خود ہی بیان کرتا ہے۔ یزید نے اپنے گذشتہ کلام میں اپنی جنگ کا ہدف بیان کیا ہے جیسا کہ سید الشہداؑ نے بھی جنگ کے اپنے اہداف بیان فرمائے:

"میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خاطر خروج کر رہا ہوں، اقتدار و حکومت، جاہ و جلال اور مال و متاع میرا مقصد نہیں ہے"۔

اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپس میں دو شخص جنگ لڑنے والے ہوں اور دونوں سے ان کا ہدف پوچھا جائے اور وہ اپنا اپنا ہدف بتا دیں تو عقلائے عالم اُسے حجت سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ لہٰذا سید الشہداء علیہ السلام سے جب ان کا ہدف قیام پوچھا گیا تو اُنھوں نے پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور یزید نابکار سے بھی جب پوچھا گیا تو اس نے بھی اپنے ہدف کی وضاحت کی جسے ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔

اب جبکہ یزید نے خود اعتراف کیا ہے کہ میں نے قصد و ارادے سے امام حسینؑ کو

Presented by Ziaraat.com

قتل کیا تا کہ بدر کے مقتولین کا بدلہ لوں تو ابن تیمیہ کے پاس دفاعِ یزید کا کون سا جواز باقی رہ جاتا ہے؟

قرآنِ حکیم میں آیا ہے: ”تم ظالموں کی طرف اپنا جھکاؤ مت رکھو، ورنہ تم آتشِ جہنم کی لپیٹ میں آ جاؤ گے“۔

اس آیت میں ظالم سے محبت کرنے والے کو جہنمی کہا گیا ہے، لہٰذا یزید جیسے ظالم کا بے جا دفاع کرنے والے سوچ لیں کہ ان کا کیا بنے گا؟

یزید ظالم تھا خداوند تعالیٰ نے قرآن میں ظالم پر لعنت کی ہے اور ظالم کو جہنمی کہا ہے اور کہا ہے تم ظالم سے محبت نہ کرو، اس کی وکالت نہ کرو، اپنے آپ کو اس کے گروہ میں شامل نہ کرو، ورنہ تمہیں اسی کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔

شہادتِ حسینؑ کا اس سے بڑا اور کیا معجزہ ہو سکتا ہے کہ جب اہلِ شام کی طرف سے حتیٰ کہ خود یزید کے اہلِ خانہ کی طرف سے اس کے ظلم کی مذمت ہونے لگی تو وہ مجبور ہوا کہ اہلِ بیتؑ کو شام میں عزاداری منعقد کرنے کی اجازت دے۔

وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں یزید اسیرانِ اہلِ بیتؑ من جملہ علیؑ بن حسینؑ کو تحفے دیتا رہا اور وہ وصول کرتے رہے، بلکہ اس نابکار نے امام سجادؑ کو جب رہائی کی خبر سنائی اور ساتھ ہی کہا: آپ کا جو کچھ لوٹا جا چکا ہے میں اس کا تاوان دینے کو تیار ہوں!

تو امام سجادؑ نے فرمایا: ”تم نے ہمارا جو کچھ لوٹا ہے اس میں میری ماں زہرا ؑ کی چادر بھی تھی تو اس کا کیا معاوضہ دے گا؟“

پس یزید قتلِ حسینؑ کے سلسلے میں بے قصور نہیں تھا، بلکہ فقط یزید ہی قتلِ حسینؑ کا موجب بنا۔

ایک باطل نظریے کی تردید

یزیدی حکومت نے زر خرید شعراء اور درباری راویوں اور قصہ خوانوں کے ذریعے

Presented by Ziaraat.com

یہ بات عام کردی کہ بنواُمیہ کی حکومت، الٰہی تائید اور آسمانی الہامات کی وجہ سے وجود میں آئی۔ مطالعہ کرنے سے آپ کو اس طرح کی یاوہ گوئیاں بہت ملیں گی۔

حقیقت حال

قتلِ حسینؑ سے اُموی حکومت کے زوال کا آغاز ہوا، اس حادثے کے بعد اُموی حکومت کی سرکوبی کے لیے الٹی گنتی شروع ہوگئی، کیونکہ مسلمان اُموی خلفاء کو اسلام کا راہزن سمجھتے تھے کہ جنہوں نے دہشت گردی کے ذریعہ حکومت وخلافت پر قبضہ کیا تھا نیز انھیں خاندانِ رسولؐ کا قاتل سمجھتے تھے۔ نبیؐ کا وہ خاندان جس نے مسلمانوں کو ظلم سے نجات دینے اور ان کی معنویت کو محفوظ بنانے کے لیے ہمیشہ عظیم قربانیاں دیں۔

مسلمان قتلِ حسینؑ سے قبل "اخطل" کی شاعری سن چکے تھے کہ جس میں وہ اُموی حکومت کو آسمانی الہامات کا نتیجہ گردانتا تھا۔ اخطل کے اشعار کی طرف توجہ کیجیے:

تَمَّتْ جُدُوْدُهُمْ وَاللهِ فَضَّلَهُمْ
وَجَدُّ قَوْمٍ سِوَاهُمْ خَامِلٌ نَكِدُ
هُمُ الَّذِيْنَ اَجَابَ اللهُ دَعْوَتَهُمْ
لَمَّا تَلَاقَتْ نَوَاصِي الْخَيْلِ وَاجْتَلَدُوْا
وَيَوْمَ الصِّفِّيْنَ وَالْاَبْصَارُ خَاشِعَةٌ
اَمَدَّهُمْ اِذَا دَعَوْا مِنْ رَبِّهِمْ مَدَدُ
عَلَى الْاُوْلَى قَتَلُوْا عُثْمَانَ مَظْلَمَةً
لَمْ يَنْهَهُمْ نَشَدٌ عَنْهُمْ وَقَدْ نَشَدُوْا

"بنواُمیہ کی فضیلت وبرتری کامل ہوئی، خداوند نے ان کو دوسروں پر برتری دی اور دوسرے لوگوں کی قسمت میں یہ برتری نہیں تھی۔

Presented by Ziaraat.com

خداوند متعال نے ان لوگوں کی دعا قبول کر لی اس وقت جب میدان صفین میں دو گروہ آمنے سامنے تھے۔ جنگ صفین کے دوران لوگوں کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں جب انھوں نے اپنے خدا سے مدد طلب کی تو ان کا خدا ان کی مدد کو آیا۔ بنو امیہ کا مد مقابل وہ گروہ تھا جنھوں نے عثمان کا ظالمانہ قتل کیا تھا اور وہ اس کے قتل سے باز نہ آئے"۔

یہ تھا اُموی حکومت کا پروپیگنڈا کہ جنھوں نے اسلامی حکومت کے گوش و کنار میں عام کر دیا تھا کہ یہ حکومت صرف اور صرف عنایت الٰہی اور لطف پروردگار کے صدقے بنو امیہ کے ہاتھ آئی ہے لیکن شہزادۂ کونین کی شہادت کے بعد تمام اصحاب، محدثین، راویان حدیث اور شعراء نے بنو اُمیہ کی پلیدی کو واضح طور پر دیکھا کہ انھوں نے اتنا بڑا ظلم اس لیے کیا تا کہ ان کی حکومت بچ جائے۔ عبید اللہ بن حر جعفی بنو امیہ کے استبداد کی یوں توصیف کرتا ہے:

يَبِيتُ النَّشَاوِىْ مِنْ أُمَيَّةَ نوماً
وَبِالطَّفِّ قَتْلىٰ لَا يَنَامُ حَمِيمُهَا
وَمَا ضَيَّعَ الْاِسْلَامُ اِلَّا قَبِيلَةٌ
تَأَمَّرُ نُوكَاهَا وَ دَامَ نَعِيمُهَا
وَاَضْحَتْ قَنَاةُ الدِّيْنِ فِي كَفِّ ظَالِمٍ
اِذَا اعْوَجَّ مِنْهَا جَانِب لَا يُقِيمُهَا
فَاَقْسَمْتُ لَا تَنْفَكُّ نَفْسِىْ حَزِيْنَةً
وَعَيْنِىْ تَبْكِىْ لَا يَجِفُّ سُجُومُهَا
حَيَاتِىْ اَوْ تُلْقِىْ اُمَيَّةُ خِزْيَةً
يَذِلُّ لَهَا حَتّٰى الْمَمَاتِ قُدُومُهَا

Presented by Ziaraat.com

"بنو اُمیہ بڑے ناز و نعمت میں رات کو سو کر صبح بیدار ہوتے ہیں
اور کربلا میں ایسے مقتول پڑے ہیں جن کے قتل کا سوز و گداز کبھی ختم نہ
ہوگا۔ اسلام کو کسی چیز نے تباہ نہیں کیا سوائے اس قبیلے کے کہ جس کے
فرمانروا بعض ایسے احمق لوگ تھے جو ناز و نعمت میں غرق رہتے تھے۔
دین کا نیزہ اس ظالم کے ہاتھ میں ہے کہ جب اس کی ایک طرف
ٹیڑھی ہو جاتی ہے تو اسے وہ سیدھا نہیں کر سکتا۔ میں نے قسم کھائی ہے
کہ ہمیشہ غم واندوہ اور گریہ وزاری کی حالت میں رہوں اور میرے
آنسو کبھی خشک نہ ہوں تا کہ اپنی زندگی میں بنو اُمیہ کو خوار اور ان کے
بزرگوں کو رسوا ہوتا ہوا دیکھوں"۔

اس شاعر اور دیگر شعراء کے کلام نے لوگوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا۔ یہ اشعار سبب بنے کہ لوگ بنو اُمیہ کے بے شمار مظالم کو درک کریں۔ اس مرحلے میں لوگوں کی ندامت و پشیمانی کا آغاز ہوا۔ اسلامی معاشرے کے لوگ شعر و نثر کی صورت میں بنو اُمیہ کی حکومت کے خلاف اعلانِ نفرت کرتے رہتے تھے۔

Presented by Ziaraat.com

یزید روایات کے آئینے میں

بنو اُمیہ کے ظالم حکمران بڑے بڑے مظالم کے مرتکب ہوئے کہ جن کی وجہ سے تباہی اُن کا مقدر بنی وہ تمام مظالم یزید کے مظالم سے بہت کم تھے۔ اُس نے اپنے دورِ خلافت میں ایسے کام انجام دیے جو نہ اس سے پہلے والے اور نہ ہی اس کے بعد والے حکمرانوں نے انجام دیے۔ صحیح بخاری جلد اول کتاب الفتن میں رسولؐ خدا سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"میری اُمت کی ہلاکت ایک شہوت ران لڑکے کے ہاتھوں ہوگی"۔

ابو ہریرہ کہتا ہے میں نے رسولؐ خدا سے سنا:

"میری اُمت ایک جوان لڑکے کے ہاتھوں ہلاک ہوجائے گی جس کا تعلق قریش سے ہوگا"۔

الصواعق المحرقہ میں ابن حجر مکی ابو درداء سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

"سب سے پہلے میری سنت برد باد کرنے والا بنی اُمیہ کا ایک شخص ہوگا" بنام یزید" اور بعض روایات میں لفظ یزید کی بجائے لفظ معاویہ آیا ہے۔

مقتل خوارزمی، تاریخ ابوالفداء، کنوز الدقائق مناوی تاریخ طبری، کتاب صفین اور دیگر کتب سیر و تاریخ میں آیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمْ مُعَاوِيَةَ عَلَى مِنْبَرِي فَاقْتُلُوهُ

"جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھنا اسے قتل کر دینا"۔

Presented by Ziaraat.com

اُمت اسلامیہ نے اگر فرمانِ رسولؐ کی اطاعت کرتے ہوئے معاویہ کو قتل کر دیا ہوتا جو منبرِ رسولؐ پر چڑھ بیٹھا تھا تو یزید کبھی اقتدار میں نہ آتا اور نہ ہی حادثۂ کربلا رُونما ہوتا لیکن معاویہ کی رشوت نے انھیں رسولؐ خدا کے فرمان سے اندھا و بہرہ کر دیا تھا نہ وہ حق کو دیکھ سکتے تھے اور نہ ہی حق کی آواز سن سکتے تھے چنانچہ واجب القتل ہونے کے باوجود معاویہ محفوظ رہا۔

Presented by Ziaraat.com

یزید پلید کی خباثتیں

شہادتِ امامؑ کے بعد یزید پلید جس ظلم کا مرتکب ہوا اسے کوئی مسلمان فراموش نہیں کر سکتا۔ یزید لعین نے سب سے پہلے امام حسینؑ اور خاندانِ رسولؐ کے دیگر پاک اور مقدس افراد کو شہید کیا اور ان کے مقدس سر نیزوں پر سوار کیے اور نبیؐ کی بیٹیوں کو اسیر کر کے شام کے کوچہ و بازار میں پھرا کر ان کی اہانت کرتا رہا۔ گلشن رسولؐ کے گل نازنین کے دندانِ مبارک سے چوب خیزران کے ساتھ جسارت کرتا رہا اور پھر اس نے یہ گندے اشعار پڑھے جو پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں: یَالَیْتَ اَشْیَاخِیْ بِبَدْرٍ

اس مصیبت کو کوئی مسلمان فراموش نہیں کر سکتا کیونکہ ہر عقل مند انسان جانتا ہے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو جانا وجدان و ضمیر اور عقل و فکر کے خلاف ہے۔ وہ امت جو عادلانہ نظام معاشرے میں قائم کرنا چاہتی ہے اس میں ایک بے گناہ مسلمان کے قتل سے رخنہ پیدا ہو جاتا ہے جو کبھی پر نہیں ہوتا۔ یہ تو عام مسلمان کے قتل کی بات ہے لیکن اگر قتل ہونے والا نور عین رسولؐ اور جگر گوشہ بتولؑ اور جوانانِ جنت کا سردار ہو تو پھر عالم اسلام میں کتنا بڑا خلا پیدا ہو جائے گا؟ اس کا تصور بھی محال ہے۔ اس مرحلے میں ہونے والا قتل حقوق انسانی سے بالاتر بھی ایک حق رکھتا ہے وہ یہ کہ اگر قتل ہونے والا اس دین کا نمائندہ ہو تو اس کے قتل سے فقط ایک انسان کا حق پامال نہیں ہوتا بلکہ خدا کا حق پامال ہوتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام انسانوں کے نمائندے تھے لہٰذا ان کے قتل سے حقوق انسانی پامال ہوئے ہیں اور چونکہ وہ دین کے نمائندے تھے تو اس اعتبار سے خدا کا حق بھی پامال ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

اس سلسلے میں قرآن کہتا ہے:

مَا كَانَ الْمُؤْمِنُ اَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا

"کوئی مومن حق نہیں رکھتا کہ وہ کسی صاحبِ ایمان کو قتل کرے"۔

ایک مسلمان کو تکلیف دینا رسولؐ خدا کو تکلیف دینے کے مترادف ہے اور رسولؐ خدا کو تکلیف دینا خدا کو تکلیف دینے کے مترادف ہے اسی لیے رسولؐ خدا نے فرمایا:

"قتلِ حسینؑ سے ہر مومن کے دل میں حرارت پیدا ہوتی ہے لیکن اگر دل گمراہی اور ضلالت میں اتنا سرد ہو چکا ہو کہ کوئی حرارت اس پر اثر نہ کرے تو ایک مسلمان کو بلکہ ایک مومن کو قتل کرنا اس کے لیے بہت آسان ہو جاتا ہے"۔

ایک مسلمان ہر چیز کو فراموش کر سکتا ہے لیکن لائق انتقام خون آشام ڈکٹیٹر یزید کو نہیں بھول سکتا۔ جس نے خاندانِ اہل بیتؑ پر وہ ظلم کیے جن کے زخم کبھی مندمل نہیں ہوں گے۔ جب اسیرانِ شام کا قافلہ "جیرون" میں پہنچا اور یزید نابکار کو نیزوں پر سوار سر نظر آئے تو وہ بول اُٹھا:

لَمَّا بَدَتْ تِلْكَ الْحُمُوْلُ اَشْرَقَتْ
تِلْكَ الشُّمُوْسُ عَلٰى رَبِّيْ جَيْرُوْنِ
نَعَبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ قُلْ اَوْ لَا تَقُلْ
فَلَقَدْ قَضَيْتُ مِنَ النَّبِيِّ دُيُوْنِيْ

"جب وہ اسیر نظر آئے اور وہ آفتاب جیسے چہرے نیزوں کی بلندی پر چمکے تو کوے نے کائیں کائیں کی تو میں نے اس سے کہا: تو کچھ کہے یا نہ کہے میں نے رسولؐ خدا سے بدلہ لے لیا ہے"۔

مذکورہ بالا شعر میں یزید کا یہ کہنا کہ میں نے نبیؐ کے ہاتھوں مارے جانے والے

Presented by Ziaraat.com

اپنے کفار آباء و اجداد کا نبیؐ سے بدلہ لے لیا ہے تو گویا وہ پلید اپنے آپ کو نبیؐ کا ہم پلہ شمار کر رہا تھا حالانکہ یہ پست فطرت شخص تھا کہ جس کے متعلق رسولِ خدا نے فرمایا:

"میری اُمت ہمیشہ ہدایت اور عدالت کے راستے پر ہوگی بنو اُمیہ کا ایک مرد (یزید) اس میں رخنہ ڈالے گا اور انھیں راہ عدالت سے ہٹا کر گمراہ کر دے گا"۔

یزید ایسا مکار و عیار اموی خلیفہ تھا کہ جس نے قتل حسینؑ سے اپنی حکومت کا آغاز کیا۔ مدینہ میں لوٹ مار کی اور سینکڑوں کی تعداد میں اہل مدینہ کو قتل کیا اور وہ جوانی کے عالم میں ہی واصلِ جہنم ہوا۔ بنو اُمیہ کے تمام حکمرانوں کا انحرافات کا آغاز امیر شام اور یزید کی حکومت سے ہوا جیسا کہ ظالم طاغوتی حکومتوں کے خلاف وجود میں آنے والی تمام تحریکوں کا آغاز تحریکِ کربلا سے ہوا۔

سو سال تک بنو اُمیہ نے اسلام کو مٹانے کے لیے کوششیں کیں لیکن اسلام پوری آب و تاب کے ساتھ آج تک باقی ہے اور وہ ظالم خود بخود مٹ گئے انھیں تلوار، تباہ کاری، ظلم اور رعب و وحشت نے کوئی فائدہ نہ دیا۔

سیّد الشہدا ؑ نے اپنے قاتلوں کو نابودی کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا:

اَمَا وَاللّٰهِ لَا تَلْبِثُوْنَ بَعْدَهَا كَرَيْثَمَا يُرْكَبُ الْفَرَسُ حَتّٰى تُدُوْرَ بِكُمْ دَوْرَ الرَّحٰى وَ تَقْلَقُ بِكُمْ قَلَقَ الْمِحْوَرِ

"خبردار، خدا کی قسم! تم لوگ میرے بعد فقط گھوڑے پر سوار ہونے کی دیر زندہ رہو گے، حادثات کی چکی تمھیں پیس کر نابود کر دے گی"۔

بعد میں اسی طرح ہوا جس طرح امامؑ نے فرمایا تھا۔ امام حسینؑ اور خاندان حسینؑ کی عزت و عظمت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا اس طرح کہ ہر وہ زمان و مکان جس کی کربلا والوں سے تھوڑی سی نسبت تھی، لوگ اسے مقدس شمار کرنے لگے اور آج تک

Presented by Ziaraat.com

ان کی مزاروں پر کروڑوں انسان حاضر ہو کر ان کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔

ہر ایک نے دیکھا کہ روزِ عاشور، امام عالی مقامؑ نے جس موقف کا انتخاب کیا تھا اگرچہ اسے ظاہری طور پر شکست ہوئی اور ظاہری طور پر وہ بہت کمزور تھا لیکن حقیقت میں وہ اتنا طاقت ور تھا کہ جس کی طاقت سے بڑی بڑی حکومتیں سرنگوں ہو گئیں۔ ہر کام کی کامیابی کا دارومدار اس کے انجام پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات ابتدا میں ناکامی نظر آتی ہے لیکن انجام بہت بابرکت اور پائیدار ہوتا ہے۔

غُرِرتُمْ لَئِنْ صَدَقْتُمْ اَنَّ حَالَةً
تَدُوْمُ لَكُمْ وَالدَّهْرُ لَوْنَانِ اخْرُجْ
لَعَلَّ لَهُمْ فِي مَنْطَوِی الْغَيْبِ ثَائِراً
سَيَسْمُوْ لَكُمْ وَالصُّبْحُ فِي اللَّيْلِ مُوْلَجٌ
يَوَدُّ الَّذِی لَا قُوَّةَ أَنَّ سِلَاحَهُ
هُنَالِكَ خَلْخَالٌ عَلَيْهِ وَ دَمْلَجُ
فَيُدْرِكُ ثَارَ اللهِ اَنْصَارَ دِيْنِهٖ
وَلِلّٰهِ اَوْسٌ آخَرُونَ وَ خَزْرَجُ
وَيَقْضِي اِمَامُ الْحَقِّ فِيكُم قَضَائَهُ
مُبِيناً وَ مَا كُلُّ الْحَوامِلِ مُخْدِجُ

"اگر اسے سچ سمجھے ہوئے ہو کہ یہ فتح تمہارے لیے دائمی ہے تو تم دھوکے میں ہو! کیونکہ زمانے کے دو رنگ ہوتے ہیں۔ شاید تمہارے لیے پردۂ غیب میں ایک انقلاب ہو کہ جو تمہارے خلاف قیام کرے اور تمہاری صبح کو رات کے اندھیرے میں بدل دے۔ جس نے اس کی ملاقات کی اس کی تمنا یہ تھی کہ اس کے پاؤں میں پازیب ہو

Presented by Ziaraat.com

حالانکہ اس کے پاؤں میں تو پھوڑا تھا۔ پس پہنچے گا انتقام خدا، خدا کے دین کے مددگاروں کے پاس کہ اللہ کے لیے اور بھی اوس وخزرج ہوتے ہیں۔ اور امام حق تمہارے درمیان کھلا فیصلہ کر دے گا کیونکہ ہر حاملہ اپنا بچہ ضائع نہیں کرتی"۔

Presented by Ziaraat.com

حضرت امام حسین علیہ السلام کی بشارت دینے والے انبیا علیہم السلام

اَیُّهَا الْقَاتِلُوْنَ جَهْلاً حُسَیْناً
اَبْشِرُوا بِالْعَذَابِ وَالتَّنْکِیْلِ
قَدْ لُعِنْتُمْ عَلٰی لِسَانِ اِبْنِ دَاوُدَ
هُوَ مُوسٰی وَ صَاحِبِ الْاِنْجِیْلِ

"حسینؑ کی معرفت سے جاہل قاتلانِ حسینؑ! عذاب اور ذلت کی تمہیں خوشخبری ہو، فرزند داؤدؑ حضرت سلیمانؑ، حضرت موسیٰ اور صاحب انجیل عیسیٰؑ نے تم پر لعنت کی ہے"۔

حضرت عیسیٰ مسیحؑ نے قاتلانِ حسینؑ پر لعنت کی اور قوم بنی اسرائیل کو لعنت کا حکم دیا تھا (یہ ایک تاریخی حقیقت ہے)۔

حضرت عیسیٰؑ بن مریم سرزمینِ کربلا سے گزرے تو آپؑ نے امامؑ کی قتل گاہ پر کھڑے ہو کر قاتلانِ حسینؑ پر لعنت کی۔ (کمال الدین: ص ۲۹۵)

امیر المومنینؑ میدانِ صفین کی طرف جاتے ہوئے سرزمینِ کربلا پر رُک گئے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "یہاں وہ اتریں گے اور خیمے نصب کریں گے"۔

پھر ایک اور جگہ کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا: "یہاں ان کا خون بہایا جائے گا اور خاندانِ محمد مصطفیٰؐ پر یہاں مصیبت واقع ہوگی"۔ (رجال کشی، ص 13)

Presented by Ziaraat.com

پھر حضرتؑ نے سرزمین کربلا کو خطاب کرکے کہا: "اے زمین کربلا! تو کتنی خوش نصیب ہے کہ قیامت کے دن تیرے اندر سے چند گروہ اٹھیں گے اور حساب وکتاب کے بغیر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

یہ کہہ کر امام علیہ السلام رونے لگے۔ آپؑ نے روتے ہوئے اپنے اصحاب سے فرمایا:

"میرا حسینؑ اپنے اصحاب و انصار اور اہل بیتؑ کے ہمراہ یہاں شہید ہو جائے گا"۔

حضرت عیسیٰؑ اور ان سے پہلے حضرت یحیٰؑ نے امام حسینؑ کے آنے کی خبر دی تھی۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝

"جب ہم نے اپنے نبیوں سے عہد وپیمان لیا اور آپؐ سے نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سے مضبوط عہد وپیمان لیا"۔ (احزاب)

یہ آیت کریمہ بتا رہی ہے کہ خداوند عالم نے پیدا ہونے سے پہلے ہی انبیاء واولیاء سے پیمان لیا تھا اور یہ پیمان حتمی ہے کہ جس طرح مشیت الٰہی کا تقاضا ہے اسی طرح دین ودنیا کے اُمور انجام پائیں گے۔ انجیل یوحنا میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریین سے کہا: مؤید (تائید کرنے والا) آنے والا ہے اور وہ دین خدا کے پرچم کو ہر گناہ سے بالاتر ہو کر عدالت کی خاطر لہرائے گا۔

اس کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں جن میں حضرت عیسیٰؑ نے اُمام حسینؑ کی آمد کی خبر دی۔ مذکورہ روایت کے فقرے "مؤید آنے والا ہے"، میں لفظ مؤید سے حضرت عیسیٰؑ کی کیا مراد ہے؟

Presented by Ziaraat.com

بعض کہتے ہیں: روح القدس مراد ہے اور بعض کہتے ہیں: حضرت محمدؐ مراد ہیں۔
جبکہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ لفظ مؤید سے مراد امام حسینؑ ہیں۔ اس مقام پر مصنف نے لفظ مؤید کی تفسیر و تشریح پر لمبی چوڑی علمی بحث کی ہے کہ اس سے مراد روح القدس نہیں ہے بلکہ اس سے مراد امام حسینؑ ہیں ہم اس بحث کو یہاں لانا ضروری نہیں سمجھتے۔
خلاصہ یہ کہ نواسۂ رسولؐ اور جوانانِ جنت کے سردار سالارِ شہیداں وہ ہیں جنہیں خداوند متعال نے باطنی الہامات کے لیے منتخب کرلیا تھا تاکہ آپؑ وحی سے مدد لیتے ہوئے بشر کی ہدایت کرسکیں۔

Presented by Ziaraat.com

امام حسین علیہ السلام منادی حق وہدایت

امام حسینؑ نے پوری بشریت کو حق کے حسن وجمال کی طرف دعوت دی اور فرمایا:

اَدْعُوكُمْ اِلٰى اِحْيَاءِ مَعَالِمِ الْحَقِّ فَاِنْ تُجِيْبُوْنِىْ تَهْتَدُوْا سُبُلَ الرَّشَاد

"میں تمہیں حق کو زندہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں کہ اگر تم نے میری دعوت قبول کرلی تو پھر تم راہِ راست کی ہدایت پا جاؤ گے"۔

حضرت عیسیٰؑ جب زیارتِ کربلا کے لیے آئے تو آپؑ نے امامؑ کے قاتلوں پر لعنت کی اور فرمایا: "جو لوگ اس مؤید (امام حسینؑ) کا زمانہ پائیں انھیں چاہیے کہ امام حسینؑ کے ہم رکاب ہو کر دشمن سے جنگ کریں"۔

قبر حسینؑ کی انبیاء واولیاء نے زیارت کی اور آج چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی لاکھوں انسان اس امامؑ کی قبر مطہر کی زیارت کو آتے ہیں تاکہ اس سے ان کے ایمان کی تقویت ہو اور ہر مومن کی آرزو ہوتی ہے کہ شہادتِ حسینؑ کا غم ان کے دلوں میں کم نہ ہو۔ اگر شہادتِ امام حسینؑ نہ ہوتی تو باطل نہ مٹتا۔ یہ شہادتِ حسینؑ تھی کہ جس نے باطل کو مٹا دیا اور حق کو کامیاب وسرفراز کر دیا اور یہ تعجب کا مقام نہیں ہے چونکہ غیرت دینی اور ایثار وقربانی امامؑ کو اپنے نانا سے وراثت میں ملی تھی۔

رسولؐ خدا نے فرمایا تھا: حُسَيْنٌ مِنِّىْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں"۔

حسینؑ مجھ سے ہے اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ حسینؑ میری ہر خوبی میں میرا

Presented by Ziaraat.com

حصہ دار ہے پس پتا چلا کہ دین پر جان قربان کرنے کا جذبہ بھی حضرتؑ نے نانا سے وراثت میں پایا تھا۔ پھر رسولؐ خدا نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهٗ فَاِنِّیْ اُحِبُّهٗ

"خدایا! تو حسینؑ سے محبت رکھ، کیونکہ میں بھی اس سے محبت رکھتا ہوں"۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ رسولؐ خدا نے پرچم اسلام اپنے بعد اپنے نور عین امام حسینؑ کے حوالے کیا تھا اور جان دے کر بھی اس پرچم کی حفاظت کرنا امامؑ کی تکلیف شرعی تھی۔ حضرت حسینؑ کی کامیابی کا راز بھی اسی میں مضمر ہے کیونکہ حضرتؑ چاہتے تھے اپنے جد نامدار کی امت کی اصلاح کریں۔ اسی لیے تو مشہور ہے:

اَلْاِسْلَامُ مُحَمَّدِیُّ الْوُجُوْدِ حُسَیْنِیُّ الْبَقَاءِ

"یعنی اسلام کا وجود محمدی ہے اور اس کی بقا حسینی ہے"۔

امام حسینؑ کی ماموریت رسولؐ خدا جیسی تھی اور جیسے پیغمبرؐ نے چاہا تھا اسی طرح اسلام کی حفاظت کی اور اسلام کو مسلمانوں کے دلوں میں اُتارا اس طرح کہ مسلمان اپنے اس قیمتی ترین سرمائے کی ہر حال میں حفاظت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

کیا باغ نبوت میں وجود حسینؑ کا پودا مناسب زمین کے بغیر کاشت کیا گیا؟

کیا امام عالی مقامؑ نے حکم الٰہی کے بغیر قیام کیا؟

کیا اتنی عظیم کامیابی بشری طاقت کے زور پر حاصل ہوئی؟

نہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ امام کا ہر قدم باطنی الہامات کی روشنی میں آگے بڑھا۔ امامؑ نے اس وقت پرچم حق بلند کیا جب ہر کوئی باطل کی طرف جا رہا تھا۔ حضرتؑ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے رضائے الٰہی حاصل کر لی۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ۔

Presented by Ziaraat.com

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾

"خداوند متعال نے مومنین سے ان کی جانیں اور اموال بہشت کے بدلے خرید لیں اس لیے کہ وہ راہِ خدا میں نبرد آزمائی کرتے ہیں قتل کرتے ہیں اور قتل ہو جاتے ہیں۔ یہ وعدہ حق ہے جو توراۃ، انجیل اور قرآن میں آیا ہے اور خداوند متعال سے زیادہ کون اپنے پیمان سے وفادار ہوگا؟ پس آپ کو یہ معاملہ مبارک ہو اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے"۔ (سورۂ توبہ)

امام حسینؑ اس آیت کا ایک مصداق ہیں کہ جنہوں نے اپنی جان، اپنی اولاد، مال ومتاع خلاصہ اپنا سب کچھ دے کر رضائے خدا کو خرید لیا۔ امام حسینؑ کی شہادت سے آدمؑ تا خاتمؐ واقع ہونے والی تمام عظیم شہادتوں کی تکمیل ہوئی۔

Presented by Ziaraat.com

کربلا، سرزمینِ مقدس

جس رات سیدالشہداءؑ مدینہ سے کوچ کر رہے تھے۔ آپؑ الوداع کے لیے اپنے جدِ نامدار کے روضۂ مقدس پر حاضر ہوئے تو رسولِ اکرمؐ نے حسینؑ سے فرمایا:

"عزیزم حسینؑ! میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو عنقریب اپنے خون میں غلطاں ہوگا اور سرزمینِ کربلا میں شہید ہو جائے گا"۔

جب امام عالی مقامؑ اپنے کاروان کے ہمراہ سرزمینِ کربلا میں وارد ہوئے تو آپؑ نے فرمایا:

مَا اسْمُ هٰذِهِ الْأَرْضِ؟

"اس سرزمین کا نام کیا ہے؟"

جواب میں بتایا گیا: "کربلا"۔ یہ سن کر بارگاہِ خدا میں پکارے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَرْبِ وَالْبَلَاءِ

"خدایا! میں درد و مصیبت سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

یہ سرزمین فرات سے چند کلومیٹر دور، کوفہ کے شمال مغرب میں واقع ہے مقدیم زمانے میں اس کا نام 'کوربابل تھا' جس کا معنی ہے بہت گرم صحرا، بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے لوگ اسے کربلا کہنے لگے۔ اس سرزمین کو صحراء البحر بھی کہا جاتا تھا۔ صحراء کا معنی ہے ریگستان اور بحر کا معنی ہے دریا چونکہ گرم ریگستان دور سے پانی کا دریا نظر آتا ہے اسی لیے اس ریگستان کا نام پڑ گیا: صحراء البحر۔

امام حسینؑ جب وارد کربلا ہوئے تو آپؑ نے بارگاہِ خدا میں عرض کیا: اَعُوْذُ بِكَ

Presented by Ziaraat.com

مِنَ الکَرْبِ وَالْبَلَاءِ۔ اس مقام پر کربلا کا معنی ہے رنج والم اور شدتِ مصیبت۔ کربلا کا ایک اور معنی بھی ہے وہ اس طرح کہ کربلا دو لفظوں کا مرکب ہے: کَرّ وَبَلَاءٌ۔

کَرّ کا لفظ کَرٌّ وفَرٌّ سے لیا گیا ہے۔ کَرّ کا معنی ہے جنگ میں حملہ کرنا اور فَرٌّ کا معنی ہے حملہ کی خاطر پیچھے ہٹنا۔ جنگ کے متعلق عرب کہتے ہیں:

قِتَالٌ بَیْنَ کَرٍّ وَفَرٍّ

"جنگ کرّ وفرّ کے درمیان ہوتی ہے"۔

یہ تھی پہلے لفظ کَرٌّ کی وضاحت۔ اس میں دوسرا لفظ ہے: بلاءٌ جس کا معنی ہے مصیبت، پس اس تشریح کی بنا پر کربلا کا معنی ہے جنگ کی سختی۔

Presented by Ziaraat.com

امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک

امام عالی مقامؑ کے سرِ اقدس کے متعلق بہت زیادہ روایات پائی جاتی ہیں۔ آپؑ کا سرِ مبارک دیگر شہداء کے ہمراہ کربلا میں دفن کیا گیا یا کسی اور جگہ؟

ایک روایت یہ ہے کہ آپؑ کا سرِ مبارک کربلا میں دیگر شہداء کے ہمراہ دفن کیا گیا تھا۔ دوسری روایت میں ہے۔ ۲۰ صفر کے دن حضرت کا سر مقدس پیکر مطہر کی طرف قبر میں اتارا گیا۔ تیسری روایت میں ہے کہ حضرت کا سر مقدس ۴۰ دن بعد بدن کی طرف پلٹایا گیا۔

اکثر مورخین کہتے ہیں: شہادت کے بعد بیس سے چالیس دن کے اندر سر مقدس بدن کی طرف پلٹایا گیا۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں: امام کا سر مقدس دمشق میں باب الفرادیس میں دفنایا گیا۔ ایک اور روایت میں محمد بن سعد کہتے ہیں:

امام عالی مقام کا مقدس سر والی مدینہ جناب عمرو بن سعید کی طرف بھیجا گیا اور اس نے آپ کے سر اقدس کو جنت البقیع میں حضرت زہراءؑ کے پہلو میں دفنا دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ سر مقدس واپس لایا جا رہا تھا تو نامعلوم وجوہ کی بنا پر شہر عسقلان میں دفن کر دیا گیا اور پھر صلیبی جنگوں کے دوران سر مقدس کو نکال کر مصر کے شہر قاہرہ میں دفن کیا۔ آج بھی وہاں مشہد الحسین کے نام سے ایک مزار معروف ہے جس کی نسبت امام حسینؑ کے سر مبارک کی طرف ہے۔

اس کے علاوہ بہت سی مختلف روایات ہیں جن میں حضرتؑ کے سر مقدس کے

Presented by Ziaraat.com

متعلق بہت کچھ بیان کیا گیا ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ تمام شہداء کے مقدس سر شام سے اپنے ہمراہ لائے تھے اور انہیں ہر شہید کے پیکر مطہر کے ساتھ دفن کر دیا تھا۔ البتہ یہ جو سر اقدس کے دفن کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے یہ بھی حکمت الٰہی سے خالی نہیں ہے۔ گویا مشیت الٰہی کا تقاضا یہ تھا کہ مختلف سرزمینوں پر امام حسینؑ و خاندانِ حسینؑ کی عزت و تکریم کی جائے اور اہلِ ایمان ان کے مزارات مقدس پہ حاضری دے کر اپنے باطن کو زندہ اور ایمان کو تازہ رکھیں۔ یہ حکمتِ الٰہی ہر قسم کے تجزیہ و تحلیل اور تحقیق سے بالاتر ہے۔ ابوبکر آلوسی نے اپنے اشعار میں کیا خوبصورت کہا ہے:

لَا تَطْلُبُوْا رَأْسَ الْحُسَيْنِ
بِشَرْقِ اَرْضٍ اَوْ بِغَرْبٍ
وَدَعُوْا الْجَمِيْعَ وَعَرِّجُوا
نَحْوِيْ فَمَشْهَدُهٗ بِقَلْبِيْ

"سرِ حسینؑ کو مشرق و مغرب میں مت ڈھونڈو۔ سب باتیں چھوڑ کر میری طرف آؤ! کیونکہ قبر حسینؑ میرے دل میں ہے"۔

تاریخ میں آیا ہے کہ امام حسینؑ کی قبر مطہر پر ہل چلا کر اس میں پانی چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ قبر بالکل مٹ جائے لیکن اسی دوران بنی اسد کا ایک بوڑھا وہاں آیا اور اس نے وہاں کی مٹی کو سونگھا اور رو رو کر کہنے لگا:

میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں کتنی خوشبودار ہے آپؑ کی خاک اور پھر اس شیخ نے بے تاب ہو کر یہ شعر پڑھا:

اَرَادُوْا لِيَخْفُوْا قَبْرَهٗ عَنْ عَدُوِّهٖ
وَطِيْبُ تُرَابِ الْقَبْرِ دَلَّ عَلَى الْقَبْرِ

Presented by Ziaraat.com

"وہ چاہتے تھے کہ اس کا مزار دور کر کے چھپا دیں جبکہ اس کی مٹی کی خوش بو قبر کی نشاندہی کر رہی ہے"۔

سرزمین کربلا شہادت کے بعد ایک مقدس سرزمین میں تبدیل ہوگئی جبکہ اس سے پہلے یہ مہلک جانوروں اور درندوں کی آماجگاہ تھی۔

Presented by Ziaraat.com

فصل پنجم

ندائے وجدان

حسینؑ وہ شہید ہیں جن پر سرداری کے تمام مراتب ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ اس لائق ہیں کہ عقل و دل ان سے الہام لے، کیونکہ ان کا ملکوتی نور نسلوں اور زمانوں میں جاری و ساری ہے۔ وہی حکمت الٰہی اور نور الٰہی کی تکمیل کرنے والے ہیں۔ اس لیے خدا تعالٰی نہیں چاہتا کہ اس کا نور معدوم ہو جائے:

ويأبى الله إلا أن يتم نوره

"اللہ بس یہ چاہتا ہے کہ اس کا نور مکمل ہو کے رہے"۔

عشق اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک صاحب عشق میں اخلاص نہ ہو، تاکہ عشق جنون کی منزل تک پہنچ جائے اور اس کی خاطر خوشی خوشی ہر درد و رنج کو برداشت کرے۔

"دیک الجن" حسینؑ و خاندانِ حسینؑ کا دلدادہ عاشق ہے کہ جسے عشق اہل بیتؑ کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی اور اس کی زبان اہل بیتؑ کی ثنا خوانی کے سوا حرکت نہیں کرتی۔ وہ اپنی خورد و خوراک کو بھول جاتا تھا اور ہمیشہ کہتا تھا: "اے حسینؑ! میرا درد و دوا فقط تو ہے"۔

شہادتِ امامؑ کے سوگ میں اس نے یہ چند اشعار کہے ہیں:

أصبحت ملقى في الفراش سقيماً

أجد النسيم من السقام سموماً

Presented by Ziaraat.com

مَاءٌ مِنَ الْعَبَرَاتِ حَرَّى أَرْضَهُ
لَوْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ لَوْ كَانَ هَزِيماً
وَ بَلَابِلُ لَوْ أَنَّهُنَّ مَآكِلُ
لَمْ تَخْطُ الغِسْلِينَ وَالزَّقُّومَا
وَكُرَى يُرَوِّعُ وَجْدِي لَوْ أَنَّهُ
ظِلٌّ لَكَانَ الحَرُّ وَالْيَحْمُومَا
مَرَّتْ بِقَلْبِي ذِكْرَيَاتُ بَنِي الْهُدَى فَنَسِيتُ
مِنْهَا الرَّوْحَ وَالتَّهْوِيمَا
وَنَظَرْتُ سِبْطَ مُحَمَّدٍ فِي كَرْبَلَاءَ
فَرْدًا يُعَانِي حُزْنَهُ الْمَكْظُومَا
تَنْحُو أَضَالِعَهُ سُيُوفُ أُمَيَّةٍ
فَتَرَاهُمُ الصِّمْصُومَ فَالصِّمْصُومَا
فَالْجِسْمُ أَضْحَى فِي الصَّعِيدِ مُوَزَّعاً
وَالرَّأْسُ أَمْسَى فِي الصِّعَادِ كَرِيماً

"میں بستر بیماری پر پڑا ہوں اور باد نسیم مجھے سخت گرم ہوا جیسی لگتی ہے، میرے آنسو سزاوار ہیں کہ اس زمین کو سیراب کریں اگر بارش کی طرح ہوتے تو سیلاب آجاتے۔ اگر شدتِ غم دکھانے کی چیز ہوتی تو جہنمیوں کی خوراک خون، پیپ اور تھوہر سے کم نہ ہوتی۔ اگر خوفناک افکار سائے کی طرح ہوتے تو نہایت ہی گرم ہوتے۔ میرے دل میں رہتی ہے فرزندان ہدایت کی دائمی یاد جس کی وجہ سے میں اپنا آرام بھول گیا ہوں۔ میں نے فرزند رسولؐ کو کربلا میں دیکھا کہ وہ مصائب

Presented by Ziaraat.com

کے عالم میں بے یار و مددگار ہیں۔ بنو امیہ کی تلواروں نے اُس کے پہلو کو نشانہ بنایا ہے اور وہ تلواریں گویا نہ ٹوٹتی ہیں اور نہ ہی کند ہوتی ہیں، میکر حسینؑ کے زمین پر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے جبکہ اس کا سر عظمت شان سے کے آسمان تک بلند ہے"۔

پشیمان شاعر

دیک الجنؑ کو شہداء کے عشق نے شاعر بنا دیا تھا جبکہ عبید اللہ بن حر جعفی کو شہداء کی نصرت نہ کرنے پر جو پشیمانی لاحق ہوئی اس نے اسے بھی شاعر بنا دیا۔ امامؑ نے اسے مدد کے لیے پکارا لیکن اس نے مثبت جواب نہ دیا۔ اپنا قیمتی گھوڑا امامؑ کے حوالے کرنا چاہا اور اپنی قیمتی تلوار امام کو دینا چاہی لیکن امام عالی مقامؑ نے اس سے منہ موڑتے ہوئے فرمایا:

لَا حَاجَةَ لَنَا فِيكَ وَلَا فِي فَرَسِكَ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا

"ہمیں تیری اور تیرے گھوڑے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہم کبھی گمراہ کو اپنا مددگار نہیں بناتے"۔

عبید اللہ بن حر جعفی عرب کے معروف بہادروں میں سے تھا۔ حضرت عثمان اور معاویہ کا مدد بہت بڑا حامی اور مددگار رہا لیکن کربلا میں وہ جان بوجھ کر مولاؑ کی مدد کو نہ آیا، اس کے بعد ہمیشہ وہ کفِ افسوس ملتا رہا اور یہ شعر پڑھتا تھا:

فَيَا لَكَ حَسْرَةً مَا دُمْتُ حَيًّا
تَرَدَّدُ بَيْنَ حَلْقِيْ وَ التَّرَاقِيْ
حُسَيْنٌ حِيْنَ يَطْلُبُ بَذْلَ نَصْرِيْ
عَلٰى أَهْلِ الضَّلَالَةِ وَ النِّفَاقِ

Presented by Ziaraat.com

غَدَاةَ يَقُولُ لِيْ بِالْقَصْرِ قَوْلاً
أَتَتْرُكُنَا وَ تَزْمَعُ بِالْفِرَاقِ
وَ لَوْ أَنِّيْ أُوَاسِيْهِ بِنَفْسِيْ
لَنِلْتُ كَرَامَةً يَوْمَ التَّلَاقِ
مَعَ ابْنِ الْمُصْطَفٰى نَفْسِيْ فِدَاهُ
تَوَلّٰى ثُمَّ وَدَّعَ بِانْطِلَاقِ
فَلَوْ فَلَقَ التَّلَهُّفُ قَلْبَ حَيٍّ
لَهَمَّ الْيَوْمَ قَلْبِيْ بِانْفِلَاقِ
فَقَدْ فَازَ الْأُلٰى نَصَرُوا حُسَيْناً
وَ خَابَ الْآخَرُوْنَ ذَوُو النِّفَاقِ

"مجھے غم لاحق ہو گیا ہے، جب تک میں زندہ ہوں وہ مجھے لاحق رہے گا اور میں گلوگیر رہوں گا، حسینؑ نے اس وقت گمراہوں اور منافقوں کے خلاف مجھ سے مدد طلب کی صبح کے وقت حسینؑ نے بڑی مختصر بات کرتے ہوئے مجھے فرمایا: کیا تو ہمیں چھوڑ کر ہم سے دوری اختیار کرنا چاہتا ہے؟ اگر میں اپنی جان قربان کر کے اس کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتا تو قیامت کے دن عزت و کرامت پالیتا۔ فرزند مصطفیٰ کے ساتھ (میری جان اس پر قربان ہو) میں کوئی تعاون نہ کر سکا اس نے مجھ سے منہ موڑ لیا اور خدا حافظی کرتے ہوئے مجھ سے پشت کر کے چلے گئے۔ اگر حسرت و ندامت کسی انسان کے دل کو شگافتہ کرتے ہوتے تو میرا دل یقیناً شگافتہ ہو چکا ہوتا۔ کامیاب ہو گئے وہ جنہوں نے امام حسینؑ کی مدد کی اور اہل نفاق ذلیل و خوار ہو گئے"۔

Presented by Ziaraat.com

دعبل خزاعی

دعبل ابن علی خزاعی نے امام حسینؑ کے غم میں لاتعداد اشعار کہے ہیں، اگر انھیں جمع کیا جائے تو ایک مکمل کتاب بن جائے گی۔ ابھی قریب کے دنوں ہی میں علامہ محقق محمد صادق کرباسی مدظلہ العالی نے ایک کتاب تالیف کی ہے: "بنام المدخل الی الشعر الحسینی" اس کتاب میں انھوں نے امام حسینؑ کے متعلق جتنے اشعار کہے ہیں وہ قابلِ حصول بھی ہیں اُن سب کو جمع کیا ہے، امام حسینؑ کے متعلق مختلف شعراء کے خوب صورت اشعار سے آگاہی کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کرنا ناگزیر ہے۔

دعبل خزاعی نے اپنے اشعار میں حادثۂ کربلا کی مکمل تصویر پیش کی ہے اور قاتلانِ امامؑ پر لعنت کی ہے۔ دعبل خزاعی محبت اہلِ بیتؑ میں ان کے فضائل و مناقب کہنے والے اور ان کے دشمنوں کو لعن طعن کرنے والے ایک بے مثال شاعر ہیں۔ تمام دشمنانِ اہلِ بیتؑ خصوصاً بنوعباس کو انھوں نے بہت برا بھلا کہا ہے۔

دعبل کہتے ہیں: میری عمر ساٹھ سال ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سورج طلوع کرے اور میں نے کوئی شعر نہ کہا ہو۔

وہ فی البدیہہ شعر کہتے تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کن لوگوں کو خطاب کر رہے ہیں اور آپ کے ان اشعار کا مصداق کون ہے؟

انھوں نے جواب دیا: فی الحال کوئی خاص شخص مدِنظر نہیں ہے لیکن آئندہ زمانے میں بہت لوگ میرے اشعار کے مصداق و ہدف بنیں گے۔

دعبل خزاعی نے خدا کی دی ہوئی اس صلاحیت کو خاندانِ اہلِ بیتؑ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ دعبل خزاعی کا ایک طولانی مرثیہ ہے سیّد الشہداءؑ کے مصائب پر جو

Presented by Ziaraat.com

۱۲۲ ابیات پر مشتمل ہے جس کا عنوان ہے "مدارس آیات" اس قصیدے کو ابوالفرج نے اپنی کتاب "الاغانی" میں ذکر کیا ہے۔ دعبل کہتے ہیں: میں خراسان میں امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: میرے جد نامدار امام حسینؑ کا مرثیہ سنایئے تو انھوں نے بحکم امام مرثیہ پڑھنا شروع کیا۔ پڑھتے پڑھتے جب اس شعر تک پہنچے۔

إِذَا وُتِرُوا مَدُّوا إِلَى وَاتِرِيهِمُ
أَكُفًّا عَنِ الْأَوْتَارِ مُنْقَبِضَاتِ

"جب ان کا ناحق خون بہایا جا رہا تھا تو دشمن ان کی طرف انتقام کے لیے اپنے ہاتھ دراز کرتے تھے گویا وہ ہاتھ انتقام کی تلوار کے ساتھ بندھے ہوئے تھے"۔

یہ سن کر حضرت امام علی رضاؑ اتنا روئے کہ آپؑ بیہوش ہو گئے۔ حضرتؑ کے خادم نے مجھے خاموش ہونے کا کہا تو میں خاموش ہو گیا جب حضرتؑ کو ہوش آیا تو فرمایا: دوبارہ پڑھو۔ میں نے دوبارہ وہ اشعار پڑھے حضرتؑ سن کر دوبارہ بے ہوش ہو گئے اور تیسری دفعہ پھر اسی طرح ہوا، اب جب حضرتؑ کو ہوش آیا تو حضرتؑ نے اپنے خادم سے فرمایا: دس ہزار درہم اسے لا دیں۔ ایسے سکے لائے گئے جن پر ابھی تازہ حضرتؑ کے نام کا نشان لگا تھا۔ یہ سکے اتنے قیمتی تھے کہ دس گنا قیمت پر فروخت ہوئے۔ ان دس ہزار درہموں کو میں نے حضرتؑ کے شیعوں میں ایک لاکھ درہم کے بدلے فروخت کیا جو میرے لیے بعد میں بڑا سرمایہ ثابت ہوئے پھر حضرتؑ نے اپنے خادم سے فرمایا: ان کے لیے کچھ مقدار میں لباس لا دیں۔ خادم نے حکم کے مطابق اسے لباس لا دیے۔ مدارس آیات والے اشعار یہ ہیں۔

Presented by Ziaraat.com

مَدَارِسُ آیاتٍ خَلَتْ مِنْ تِلَاوَةٍ
وَمَنْزِلُ وَحْيٍ مُقْفَلُ بِالْعَرَصَاتِ
لِآلِ رَسُولِ اللهِ بِالْخَيْفِ مِنْ مِنًى
وَبِالْبَيْتِ وَ التَّعْرِيْفِ وَالْجَمَرَاتِ
دِيَارُ عَلِيٍّ وَالْحُسَيْنِ وَجَعْفَرٍ
وَالْحَمْزَةُ وَالسَّجَّادُ ذِي الثَّفِنَاتِ
دِيَارٌ لِعَبْدِ اللهِ وَالْفَضْلِ صِنْوُهُ
نَجِيِّ رَسُوْلُ اللهِ فِي الْخَلَوَاتِ
وَسِبْطَيْ رَسُوْلِ اللهِ وَ ابْنِيْ وَصِيِّهِ
وَوَارِثِهِ عِلْمِ اللهِ وَالْحَسَنَاتِ

"وہ مدارس جن میں آیاتِ قرآنی کی تلاوت کی جاتی تھی اب وہ تلاوتِ آیات سے خالی ہو چکے ہیں اور وحی کا مرکز بند ہو چکا ہے، آلِ رسولؐ کے لیے خیف، منیٰ، کعبہ، عرفات اور جمرات میں۔ علیؑ و حسینؑ و جعفرؑ و حمزہؑ و سجادؑ کے گھر ہیں، امام سجادؑ کا لقب ہے ذوالثفنات چونکہ آپؑ مادر و پدر کی طرف سے علوی ہیں۔ عبداللہؑ اور فضلؑ جو کہ عباس علمدارؑ کے بیٹے ہیں ان سے گھر خالی ہیں۔ رسولؐ خدا کے دو نواسوں کے گھر بھی خالی ہیں اور علیؑ بن ابی طالبؑ جو کہ علم خدا کے وارث ہیں اور صاحبِ کمالات ہیں ان کی اولاد سے بھی گھر خالی ہیں"۔

اسی طرح دعبل کے دیگر اشعار کہ جنھیں سن کر امام علی بن موسیٰ رضا آہ و فغاں کرتے رہے اور مسلسل روتے رہے، وہ اشعار یہ ہیں:

Presented by Ziaraat.com

قُبُورٌ بِجَنْبِ النَّهْرِ مِنْ أَرْضِ كَرْبَلَا
مُعَرَّسُهُمْ فِيهَا بِشَطِّ فُرَاتِ
تُوُفُّوا عِطَاشًا بِالْفُرَاتِ فَلَيْتَنِي
تُوُفِّيتُ فِيهِمْ قَبْلَ حِينِ وَفَاتِي
إِلَى اللهِ أَشْكُو لَوْعَةً عِنْدَ ذِكْرِهِمْ
سَقَتْنِي بِكَأْسِ الثُّكْلِ الْفَظَعَاتِ

"نہر فرات کے کنارے سرزمین کربلا میں کچھ قبریں ہیں کہ جن کی جگہ نہر فرات کا کنارہ ہے۔ وہ پیاسے فرات کے کنارے شہید ہوئے اے کاش ان کی موت سے پہلے مجھے موت آجاتی۔ میں خدا سے شکایت کرتا ہوں ہر اس وقت جب انہیں یاد کرتا ہوں اور غم واندوہ کا جام نوش کرتا ہوں"۔

وہ اشعار کہتا رہا جب ان اشعار تک پہنچا کہ جنہیں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے سن کر بہت گریہ کیا۔

مَلَامُكَ فِي آلِ النَّبِيِّ فَإِنَّهُمْ
أَحِبَّايَ مَا دَامُوا وَ أَهْلُ ثِقَاتِي
بِنَفْسِي أَنْتُمْ مِنْ كُهُولٍ وَ فِتْيَةٍ
لِفَكِّ عُنَاةٍ أَوْ لِحَمْلِ دِيَاتِ
فَيَا عَيْنُ بَكِّيهِمْ وَجُودِي بِعَبْرَةٍ
فَقَدْ آنَ لِلتَّسْكَابِ وَالْهَمَلَاتِ
أَلَمْ تَرَانِي مِنْ ثَلَاثِينَ حِجَّةً

Presented by Ziaraat.com

أَرْوَحُ وَأَغْدُوْ دَائِمُ الْحَسَرَاتِ
دِيَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ أَصْبَحْنَ بَلْقَعًا
وَآلُ زِيَادٍ تَسْكُنُ الْحُجُرَاتِ
وَآلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَدْمٰى نُحُوْرُهُمْ
وَآلُ زِيَادٍ آمِنُوا السَّرَبَاتِ
وَآلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ تُسْبٰى حَرِيْمُهُمْ
وَآلُ زِيَادٍ رَبَّةُ الْحَجَلَاتِ
وَإِذَا وَتَرُوْا مَدُّوْا إِلٰى وَاتِرِيْهِمْ
أَكُفًّا عَنِ الْأَوْتَارِ مُنْقَبِضَاتِ

"مجھے خاندانِ رسولؐ کے متعلق سرزنش کرتے ہو؟ حالانکہ انہیں میں دوست رکھتا ہوں اور یہ میرے مورد اعتماد ہیں۔ تمہارے بوڑھوں اور جوانوں پر میری جان قربان ہو جائے اور میں تمہارے شہیدوں کی دیت اور تمہارے اسیروں کی رہائی کا معاوضہ قرار پاؤں۔ اے میری آنکھ تو ان پر گریہ کر اور شدت سے آنسو بہا، کیونکہ یہ آنسو بہانے کا وقت ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیس سال سے میں زیارت پر جاتا ہوں اور مسلسل غم واندوہ میں رہتا ہوں۔ خاندانِ رسولؐ بے آب وگیاہ بیابان میں ہے جبکہ خاندانِ زیاد محلات میں آرام پذیر ہے۔ خاندانِ رسولؐ اپنے خون میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں جبکہ خاندانِ زیاد امن و امان میں ہے۔ خاندانِ رسولؐ کی مستورات اسیر ہو چکی ہیں جبکہ خاندانِ زیاد کی عورتیں سج دھج کے تخت پر بیٹھی ہیں۔ جب ان کے

Presented by Ziaraat.com

مردوں کا ناحق خون بہایا جا چکا تو وہ انتقام کے لیے اپنے ہاتھ اٹھاتی تھیں ہائے افسوس کہ وہ رسن بستہ تھیں"۔

واقعۂ کربلا کے بعد نیکی کو دوست رکھنے والوں اور بدی سے نفرت کرنے والوں نے شہادتِ حسینؑ پر مرثیے کہنے شروع کیے۔ بہت سے شعراء نے اپنی شاعری کا دھارا اسی طرف موڑ دیا۔ مصائب اہل بیتؑ پر شعر کہنے کے لیے ایک بہادر و شجاع شاعر جناب یحییٰ بن حکم نے پوری جرأت و شجاعت سے فرزند رسولؐ کی محبت میں خوبصورت اشعار کہے۔

عبد الملک بن مروان کے دور میں یہ مدینہ کے گورنر تھے۔ جب اسیروں کا کاروان اور شہداء کے سر یزید کے ہاں لائے گئے تو یحییٰ بن حکم یزید کے دربار میں موجود تھا۔ شہداء و اُسراء کا وہ دردناک منظر دیکھ کر سوز و گداز کی حالت میں کہنے لگا:

لَهَامٌ بِجَنْبِ الطَّفِّ اَلطَّفُّ اَدْنیٰ قَرَابَةٍ
مِنَ ابْنِ زِيَادٍ الْعَبْدِ ذِي الْحَسَبِ الْوَغْلِ
سُمَيَّةٌ اَمْسیٰ نَسْلُهَا عَدَدَ الْحَصیٰ
وَبِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَتْ بِذِيْ نَسْلٍ

"کربلا سے آنے والے سروں کا، ابن زیاد جیسے حرام زادہ اور دغل باز انسان سے کوئی چھوٹا سا تعلق بھی نہیں ہے۔ سمیہ (عمر بن سعد کی ماں) کی نسل ریگستان کے ریت کے ذرات کے برابر ہو چکی ہے جبکہ بنت رسولؐ کی نسل ختم ہونے والی ہے"۔

یزید پلید نے اس کے یہ اشعار سن کر اس کے سینے پر ہاتھ مار کر کہا: خاموش ہو جا! اب ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ درباری کارندے

Presented by Ziaraat.com

اسے پکڑ کر یزید کے پاس لائے اور یزید نے اسے خاموش ہونے کا کہا: اس نے جواب دیا: پناہ خدا کی، اس مقام پر خاموشی خیانت ہے۔

یحییٰ بن حکم مروان کا بھائی تھا۔ اس کی شجاعت و دلیری کا یہ عالم تھا کہ جب اس کا بھائی مروان کہ جس کا لقب تھا: خیط باطل (باطل کا دھاگہ، یعنی جس طرح دھاگے سے کپڑے کے مختلف ٹکڑے جوڑے جاتے ہیں اسی طرح مروان کے ذریعہ باطل کے پراکندہ گروہ اکٹھے کیے جاتے تھے) خلیفہ بنا تو اس نے یہ شعر پڑھا:

لَحَا اللهُ قَوماً اَمَّرُوْا خَيْطَ بَاطِلٍ

عَلَى النَّاسِ يُعْطِيْ مَا يَشَاءُ وَ يَمْنَعُ

"خداوند متعال لعنت کرے ان لوگوں پر جنہوں نے مروان کو اپنا فرمانروا مقرر کیا ہے کہ وہ جو کرنا چاہے کر گزرتا ہے، جو نہ کرنا چاہے نہیں کرتا یعنی وہ اپنی خواہشات کے تابع ہے خدا رسولؐ کی خوشنودی نہیں چاہتا"۔

باطنی اطمینان، شاعران حسینؑ کا ہدیہ

وہ پاک لوگ جو مزار حسینؑ کی طرف جاتے ہیں وہ درحقیقت باطنی اطمینان کی جستجو میں نکلتے ہیں اور محبت و عشق اور باطنی اطمینان کے آثار ان کی آنکھوں میں نظر آتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوعبداللہ جعفر بن عفان طائی سے فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ قَالَ فِي الْحُسَيْنِ شِعْرًا فَبَكَى وَاَبْكَى بِي اِلَّا اَوْجَبَ اللهُ تَعَالَى لَهُ الْجَنَّةَ وَغَفَرَلَهُ

"کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو امام حسین علیہ السلام کے سوگ میں ایک شعر کہے، خود روئے اور دوسروں کو رلائے مگر یہ کہ خداوند متعال بہشت

Presented by Ziaraat.com

اور قتل کو اس کے لیے واجب قرار دیتا ہے"۔

جعفر بن عفان طائی کربلا کی عظمت پر شعر کہتا تھا اس نے حضرت امام جعفر صادقؑ کی مجلس میں سوگ امام حسینؑ میں ایک شعر پڑھا جسے سن کر حاضرین نے خوب گریہ کیا تو امام صادقؑ نے اسے فرمایا:

يَا جَعْفَرُ! وَاللهِ لَقَدْ شَهِدَتْ مَلَائِكَةُ اللهِ الْمُقَرَّبُونَ هٰهُنَا يَسْمَعُونَ قَوْلَكَ فِي الْحُسَيْنِ وَلَقَدْ بَكَوْا كَمَا بَكَيْنَا وَ اَكْثَرَ

"اے جعفر! خدا کی قسم! خداوند متعال کے مقرب فرشتے یہاں موجود تھے اور انھوں نے غم حسینؑ میں تیرا یہ شعر سنا ہے اور سن کر اسی طرح گریہ کیا ہے جیسے ہم نے کیا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ گریہ کیا ہے۔

ہم جعفر بن عفان کے اس مرثیے کے چند شعر یہاں ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں"۔

اَلَا يَا عَيْنُ اَبْكِيْ اَلْفَ عَامٍ
وَ زِيْدِيْ اِنْ قَدَرْتِ عَلَى الْمَزِيْدِ
اِذَا ذُكِرَ الْحُسَيْنُ فَلَا تَمَلِّيْ
وَجُوْدِي الدَّهْرَ بِالْعَبَرَاتِ جُوْدِيْ
فَقَدْ بَكَتِ الْحَمَائِمُ مَنْ شَجَاهَا
بَكَتْ لِاِلْفِهَا الْفَرْدَ الْوَحِيْدِ
بَكَيْتِ وَ مَا دَرَيْتِ وَ اَنْتِ تَدْرِيْ
فَكَيْفَ تَهُمُّ عَيْنُكِ بِالْجُمُوْدِ
اَتَنْسٰى سِبْطَ اَحْمَدَ حِيْنَ يُمْسِيْ
وَ يُصْبِحُ بَيْنَ اَطْبَاقِ الصَّعِيْدِ

Presented by Ziaraat.com

"اے آنکھ! آگاہ رہ! اگر تیرے لیے ممکن ہے تو ہزار سال یا اس سے زیادہ گریہ کر۔ جب نام حسینؑ لیا جائے تو اشک نامت! اور ہر روز اس پر اپنی آنسوؤں کی سخاوت کر۔ یقیناً کبوتر اپنے مونس کی جدائی پر آنسو بہاتے ہیں۔ وہ کبوتر حسینؑ پر روتے رہے، جبکہ اس کی کامل معرفت نہیں رکھتے۔ اور تو معرفت رکھتی ہے پھر بھی تیرے آنسو خشک ہیں۔ کیا تو دلبندِ رسولؐ کو فراموش کرچکی ہے؟ حالانکہ وہ صبح وشام قبر کی گہرائی میں آرام کررہے ہیں"۔

عرب شاعر جناب احمد شوقی کا ایک مشہور قصیدہ ہے جس کا عنوان ہے: اَلْہَمْزِیَّۃُ الْحَمْرَاء۔ اس میں یہ دو اشعار آتے ہیں:

فِیْ مِهْرَجَانَ الْحَقِّ اَوْ یَوْمَ الدَّمِ
مُهَجٌ مِنَ الشُّهَدَاءِ لَمْ تَتَكَلَّمِ
یَبْدُوْ عَلَیْهَا نُوْرٌ نُوْرُ دِمَائِهَا
كَدَمِ الْحُسَیْنِ عَلٰی هِلَالِ مُحَرَّمِ

"حق وحقیقت کی محفل جشن اور خون کی قربانی دینے کے روز شہداء کے پیکر بات نہیں کرتے۔ وہ نورجوان شہیدوں کے جسموں پر پرتو افشانی کررہا ہے وہ خونِ حسینؑ کی مانند ہے کہ جو محرم کے چاند میں نظر آتا ہے"۔

احمد شوقی نے ایک اور شعر میں کیا خوب کہا ہے۔

وَاَنْتَ اِذَا ذَكَرْتَ الْحُسَیْنَ
تَصَامَمْتَ لَا جَاهِلاً مَوْضِعَهُ

Presented by Ziaraat.com

أُحِبُّ الْحُسَيْنَ وَ لٰكِنَّنِيْ
لِسَانِيْ عَلَيْهِ وَ قَلْبِيْ مَعَهُ
حَبَسْتُ لِسَانِيْ عَنْ مَدْحِهِ
حِذَارَ أُمَيَّةَ أَنْ تَقْطَعَهُ

"جب تو ذکرِ حسینؑ کرے تو اُسے شجاعت کے ساتھ یاد کر نہ کہ ان کے مقام سے جاہل ہو کر۔ میں حسینؑ کو دوست رکھتا ہوں اس طرح کہ میری زبان اور میرا دل دونوں اس کے ساتھ ہیں۔ اُن کی میں نے اپنی زبان کو اس کی تعریف سے روک رکھا ہے اس ڈر سے کہ کہیں اُموی اسے کاٹ نہ دیں"۔

علامہ شیخ عبداللہ علائلی نے سوگِ امام حسینؑ میں ایک قصیدہ کہا ہے جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

عَرَى الدِّيْنَ مِنْ أَحْلَاسِ شَرٍّ وَ فِتْنَةٍ
دَوَاهٍ طَغَتْ وَازْوَرَّ مِنْ وَقْعِهَا الْهُدٰى
فَهَاجَ إِمَامُ الْحَقِّ مِنْ كُلِّ وَجْهَةٍ
وَهَاجَ إِمَامُ الدِّيْنِ مِنْ كُلِّ مُنْتَحٰى
فَمَا قَرَّ فِيْ وَجْهِ الظَّلُوْمِ وَمَا الْتَوٰى
عَلٰى مَرَّةِ الظَّلَامِ أَوْ شِدَّةِ الْهَوٰى
أَرَادُوْا بِهِ ذُلًّا فَكَانَ جَوَابُهُ
زَئِيْرًا كَلَيْثِ الْغَابِ حُفِّزَ لِلسُّرٰى
سَرٰى جَاهِدًا يَسْتَنْبِتُ الرَّوْعَ بُغْيَةً
كَأَنَّ الرَّدٰى فِي الذُّلِّ وَالْعَيْشُ

Presented by Ziaraat.com

"وہ مصائب جو پیش آئے ان کی وجہ سے دین تمکین بدی اور فتنہ سے پاک ہو گیا۔ امام حق نے ہر طرف سے بپھرے ہوئے شیر کی طرح ان پر حملہ کر دیا۔ ظالم کے مقابلے میں امام نے پائیداری دکھائی اور طاقت ور سرکش انسان کے سامنے اور ہوا و ہوس کے مقابلے میں عزم راسخ کے ساتھ ڈٹے رہے۔ ذلت کا راستہ بار بار ان کے سامنے پیش کرتے رہے لیکن وہ بہادر شیر کی طرح للکارتے ہوئے قربانی کے لیے تیار ہو گئے۔ شجاعت کے ساتھ میدان کارزار میں اترے گویا زندگی کو شہادت میں اور موت کو ذلت میں دیکھتے تھے"۔

جناب محمد مہدی جواہری نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے: آمَنْتُ بِالْحُسَیْنِ "میں حسینؑ پر ایمان لایا" اس قصیدے کے پندرہ اشعار حرم امام حسینؑ کے طلائی دروازے پر لکھے ہوئے ہیں، اس قصیدے کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔

فِدَاءٌ لِمَثْوَاكَ مِنْ مَضْجَعٍ
تَنَوَّرَ بِالْاَبْلَجِ الْاَرْوَعِ
بِاَعْبَقَ مِنْ نَفَحَاتِ الْجِنَانِ
رَوْحاً وَ مِنْ مِسْكِهَا اَضْوَعُ

"میری جان تیرے پاک مزار پر قربان ہو کہ جو ہر صبح کے وقت بڑی عظمت کے ساتھ روشن رہتا ہے۔ بادِ بہشت کی معطر بادِ نسیم اور عنبر و مشک کی خوشبو نے اس فضا کو پر کیا ہوا ہے"۔

وَرَعْياً لِيَوْمِكَ يَوْمَ الطُّفُوفِ
وَسَقْياً لِاَرْضِكَ مِنْ مَصْرَعِ

"سرزمین کربلا کے احترام میں کہ جو تیری سرزمین ہے اور اس

Presented by Ziaraat.com

سرزمین کے احترام میں جو تیرے مدفن سے بہرہ مند ہوئی"۔

وَعِزّاً عَلَيْكَ بِحَبْسِ النُّفُوسِ
عَلَى نَهْجِكَ النَّيِّرِ الْمَهْيَعِ

"میں تیرے لیے تحسین ہوں اس لیے کہ لوگوں نے تیرا محاصرہ کر لیا اور تیرے نورانی کلام کو عقل کی بجائے شور شرابا کیا"۔

وَصَوْناً لِمَجْدِكَ مِنْ أَنْ يُذَالَ
بِمَا أَنْتَ تَأْبَاهُ مِنْ مُبْدَعِ

"تیری بزرگی ذلت وخواری سے محفوظ تھی اس لیے کہ تو بدعتوں سے بیزار تھا"۔

فَيَا أَيُّهَا الْوِتْرُ فِي الْخَالِدِيْنَ
فَذّاً إِلَى الْآنِ لَمْ يُشْفَعِ

"اے لوگوں میں ہمیشہ رہنے والے فرد یگانہ آج تک تیرا کوئی ثانی نہیں ہے"۔

تَعَالَيْتَ مِنْ صَاعِقٍ يَلْتَظِي
فَإِنْ تَخْبُ دَاجِيَةً تَلْمَعُ

"تو کڑکتی بجلی سے بلند تر ہے کہ جب اس کی چمک بالکل ختم ہو جاتی ہے تو تو نور فشاں رہتا ہے"۔

تَأَزَّمَ حِقْداً عَلَى الصَّاعِقَاتِ
لَمْ تُجْدِ خَيْراً وَ لَمْ تَنْفَعْ

"اس شور شرابے کے مقابلے میں امام نے دانت پیس لیے اور ان کی بکواسات نے انھیں کوئی نقصان نہ پہنچایا"۔

Presented by Ziaraat.com

وَلَمْ تَبْذُرِ الْحَبَّ اِثْرَ الْهَشِيْمِ
وَ قَدْ حَرَّقَتْهُ وَ لَمْ تَزْرَعْ

"سبزہ خشک ہونے کے بعد کوئی دانہ نہ اُگ سکا اور جہاں گھیوں کو آگ لگی تھی اس کی زمین میں پھر کوئی کونپل نہ نکلی"۔

وَ لَمْ تُخْلِ اَبْرَاجَهَا فِی السَّمَاءِ
وَ لَمْ تَأْبِ اَيْضاً وَ لَمْ تَدَّعِ

"اس کا بلند مقام آسمان میں خالی نہ رہا اور اس نے دشمن کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا"۔

وَلَمْ تَقْطَعِ الشَّرُّ مِنْ جِذْمِهِ
وَغَلَّ الضَّمَائِرَ لَمْ تَنْزَعْ

"اس شجرۂ طوبیٰ کی ایک شاخ کو بھی آفات زمانہ نہ کاٹ سکیں اور لوگوں کے وجدان میں موجود ہے اور ان سے جدا ہونے والا نہیں ہے"۔

شاعرمشرق علامہ اقبال نے امام حسینؑ پر ایک قصیدہ لکھا جس کے دو اشعار یہ ہیں:

فِي الْكَعْبَةِ الْعُلْيَا وَ قِصَّتِهَا
نَبَأٌ يَفِيضُ دَمًا عَلَى الْحَجَرِ
بَدَأَتْ بِاِسْمَاعِيْلَ عِبْرَتُهَا
وَ دَمُ الْحُسَيْنِ نِهَايَةُ الْعِبَرِ

"حضرت اسماعیلؑ کی داستان اور خانہ کعبہ کے ماجرا میں حضرت اسماعیلؑ کا خون پتھر پر جاری ہوا۔ اس ماجرا کی عبرت اسماعیلؑ سے شروع ہوتی ہے اور خونِ حسینؑ پر ختم ہوتی ہے"۔

Presented by Ziaraat.com

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ہے ابتدا ہے اسماعیلؑ

عصر حاضر میں غم حسینؑ میں لکھے گئے اشعار و قصائد میں سب سے عمدہ اور بے مثال قصیدہ ایک مسیحی کا ہے جن کا نام "بولس سلامۃ" ہے۔ اس قصیدے کا عنوان عید الغدیر ہے اور اس قصیدے کے تین ہزار اشعار ہیں۔ شاعر مذکور نے وہ قصیدہ رات کے وقت اس حالت میں لکھا کہ ادھر اس کا قلم جاری تھا اُدھر اس کے آنسو جاری تھے۔ جب شاعر سے آنسو بہانے کا راز پوچھا گیا تو اُس نے جواب دیا: ایک انسان ہونے کے ناتے جہاد کربلا میرا ذاتی جہاد ہے۔

جناب بولس اپنے ایک قصیدے میں کہتا ہے۔

كَسَرَ النَّسْرُ طَرْفَةَ اَعْيَاء
بَعْدَ مَا قَرَّحَ الْجُفُوْنَ بُكَاءُ
لَوْ اَصَابَ الْفُرَاتُ رزأُ حُسينٍ
لَا نَطْوِیْ النَّهرُ كَالرِّدَاءِ اِنْطِوَاء
وَلَغَاضَتْ شَطَآنِهِ وَاسْتَطَارَ
اَلرَّمْلُ فِیْ خَاطِرِ الْاَثِيْرِ هَبَاء

"شکاری باز نے اپنی آنکھیں نیچے کرلیں بعد اس کے کہ گریہ نے اس کی آنکھیں زخمی کردی تھیں۔ اگر حسینؑ کے درد فرات تک پہنچ جاتے تو کپڑے کی طرح لپٹ جاتا۔ اس کی نہریں خشک ہوجاتیں اور اس کے سنگریزے غبار بن کر ہوا میں بکھر جاتے"۔

بولس سلامہ کا قصیدہ بہت طولانی ہے ہم نے فقط اسی پر اکتفا کیا ہے تاکہ کتاب ضرورت سے زیادہ ضخیم نہ ہوجائے۔

Presented by Ziaraat.com

ایک اور مشہور شاعر ہیں جناب سید حمیری جو شعرائے عرب میں سب سے زیادہ معروف ہیں اور انھوں نے اپنی زندگی میں خاندانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے علاوہ کبھی کسی کے متعلق شعر نہیں لکھا تھا اور فن شاعری کے اعتبار سے وہ دیک الجن کی سطح کے شاعر تھے وہ امام عالی مقامؑ کے سوگنامہ میں یوں لکھتے ہیں۔

أُمْرُرْ عَلٰی جَدَثِ الْحُسَیْنِ
وَ قُلْ لِاَعْظُمِهِ الزَّکِیَّةِ
یَا اَعْظُمًا لَازِلْتِ مِنْ
وَ طْفَاءَ سَاکِبَةٍ رَوِیَّةٍ
مَا لَذَّ عَیْشٌ بَعْدَ رَضِّكِ
بِالْجِیَادِ الْاَعْوَجِیَّةِ
یَا عَیْنُ! فَابْکِیْ مَا حُیِیْتِ
عَلٰی ذَوِی الذِّمَمِ الْوَفِیَّةِ
لَا عُذْرَ فِیْ تَرْكِ الْبُکَاءِ
دَمًا وَ اَنْتَ بِهٖ حَرِیَّةٌ

"مزارِ حسینؑ پر جا کر اس کے پاک پیکر سے کہو: اے چور چور جسم کی شکستہ ہڈیو! تم مسلسل سیراب کرنے والی بارش کی پھوار سے بہرہ مند ہوتی رہو۔ طاقت ور گھوڑوں کے سموں تلے آپؑ کے پاک جسد کے پامال ہو جانے کے بعد زندگی میں کوئی لذت نہیں ہے۔

اے آنکھ! جب تک تو زندہ ہے ان وفاداروں پر آنسو بہاتی رہ۔

اے آنکھ! اگر تو آنسوؤں کی بجائے خون سے گریہ کرے تو تیرا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ہے اور تو خون کا گریہ کرنے کی زیادہ سزاوار ہے"۔

Presented by Ziaraat.com

جب امام عالی مقام حضرت ابو عبداللہ الحسینؑ اپنے اصحاب وانصار سے گفتگو کررہے تھے تو سیدِ حمیری نے اس کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہا۔

لَسْتُ اَنْسَاهُ حِیْنَ اَیْقَنَ بِالْمَوْتِ
دَعَاهُمْ وَ قَامَ فِیْهِمْ خَطِیْباً
ثُمَّ قَالَ ارْجِعُوْا اِلٰی اَهْلِکُمْ
لَیْسَ سِوَائِیْ اَرٰی لَهُمْ مَطْلُوْباً

"میں وہ وقت نہیں بھول سکتا جب امامؑ اپنی اور اپنے اصحابؓ کی موت کا یقین کر چکے تو انہیں بلایا اور ان کے درمیان کھڑے ہو کر خطاب کرتے ہوئے کہا: اپنے اپنے گھروں کی طرف پلٹ جاؤ، وہ فقط میرا خون بہانا چاہتے ہیں"۔

جب ابن زیاد نے حمیری کو اپنے پاس بلوایا اور کربلا میں جا کر فرزند فاطمہؑ سے جنگ نہ کرنے کا سبب پوچھا تو سیدِ حمیری خطرہ بھانپتے ہوئے موقع پا کر اس کے ہاں سے فرار ہو گئے پھر جب ابن زیاد کے سپاہی ان تک جا پہنچے اور انہیں دوبارہ پکڑ لیا تو سید نے انہیں سخت لہجے میں جواب دیا اور ان کے تمام اَحکام رد کر کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس وقت کربلا پہنچے جب شہداء کے جنازے ابھی زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ شہداء کے پاک جنازوں کی زیارت کی اور پھر مدائن کی طرف روانہ ہو گئے تھے اور اپنی ندامت وپشیمانی کا اظہار کرتے ہوئے چند شعر کہے:

یَقُوْلُ اَمِیْرٌ غَادِرٌ وَابْنُ غَادِرٍ
اَلَا کُنْتَ قَاتَلْتَ الْحُسَیْنَ بْنَ فَاطِمَةَ
وَنَفْسِیْ عَلٰی خِذْلَانِهٖ وَاعْتِزَالِهٖ
وَبَیْعَةِ هٰذَا النَّاکِثِ الْعَهْدِ لَائِمَةٌ

Presented by Ziaraat.com

فَیَا نَدَمِی اَن لَا اَکُونَ نَصَرتُهٗ
اَلَا کُلُّ نَفسٍ لَا تَسَدِّد نَادِمِہٖ
وَاِنِّی لِاَنِّی لَم اَکُن مِن حُمَاتِہٖ
لَذُو حَسرَۃٍ مَاَان تُفَارِقَ لَازِمَۃٌ
سَقَی اللّٰهُ اَروَاحَ الَّذِینَ تَبَادَرُوا
اِلٰی نَصرِہٖ سُقیاً مِنَ الغَیثِ دَائِمَۃٌ
اَھُمُّ مِرَارًا اَن اَسِیرَ بِجَحفَلٍ
اِلٰی فِئَۃٍ زَاغَت عَنِ الحَقِّ ظَالِمَۃٌ

"مکار باپ کا مکار بیٹا کہتا ہے: حسینؑ بن فاطمہؑ کے ساتھ تو نے کیوں جنگ نہ کی؟ جبکہ میرا نفس مجھے اس بات پر ملامت کر رہا ہے کہ میں نے اُسے تنہا چھوڑا اور اس پیمان شکن (ابن زیاد) کی بیعت پر باقی رہا۔ یہ پشیمانی میرے وجدان اور ہر اس انسان کے وجدان میں باقی رہے گی جس نے اس کی مدد نہ کی۔ میں اس کی مدد کرنے والوں میں نہیں تھا۔ یہ حسرت ہمیشہ مجھے میرے اندر سے کاٹتی رہے گی۔ خداوند متعال ان اَرواح کو سیراب کرے جنہوں نے اس کی مدد کی اور وہ ہمیشہ خدا کی بارانِ رحمت سے سیراب ہوتے رہیں۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور قریب تھا کہ میرا دل بند ہو جائے، ان ظالموں کی وجہ سے جنہوں نے حق کا مقابلہ کیا"۔

اللہ کا فرشتہ بہت جلدی پیغام اجل لے کر اس کے پاس پہنچا اور دنیا کے دامن سے اس کا ہاتھ بہت جلد چھوٹ گیا۔ سیّد حمیری کی وفات کیسے ہوئی؟ اس بارے میں اقوال مختلف پائے جاتے ہیں:

Presented by Ziaraat.com

پہلا قول: مصعب بن زبیر کے ہاتھوں گرفتار ہونے کے خوف سے اُنھوں نے اپنے آپ کو فرات میں غرق کر دیا۔

دوسرا قول: آپ انبار شہر میں مصعب کے ہاتھوں قتل ہو گئے اور مصعب نے آپ کا سر دروازۂ کوفہ پر لٹکا دیا۔

تیسرا قول: مرگِ یزید تک زندہ رہا اور اس کا گھر فرات کے کنارے پر واقع تھا۔

بہر حال اس شاعر نے جس طرح اس دنیا سے رحلت کی ہو، لیکن مرتے وقت محبتِ حسینؑ پر مرا اور ندامت و پشیمانی دل میں لے کر اس دنیا سے رخصت ہوا خداوند متعال نے اسے توبہ اور ندامت کی توفیق عطا فرمائی۔

Presented by Ziaraat.com

فضائل و القاباتِ امام حسین علیہ السلام

ہر انسان کی شخصیت کا دارومدار اس کی تربیت پر ہوتا ہے۔ بچپن میں انسان کو جیسی تربیت ملے ویسی ہی اس کی شخصیت بنتی ہے۔ ماہ شعبان کی ایک رات حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے ہاں امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے۔ رسولؐ خدا نے انھیں اپنی آغوش میں لیا اور کانوں میں اذان و اقامت کہی۔ یہ نغمۂ توحید جو رسولؐ خدا کے لب ہائے مبارک پر جاری ہوئی امام حسینؑ کے پورے وجود میں سرایت کر گئی۔

رسولؐ خدا کبھی بچے کے دہن میں اپنی زبان اور کبھی اپنی انگشت مبارک رکھ کر اسے غذا دیتے گویا خداوند متعال نے بچے کی خوراک کا انتظام رسولؐ کے پاک وجود سے اس لیے کیا تا کہ بچے کا گوشت و پوست وجودِ رسالت کی برکات پائے اور یہ بچہ حُسَینٌ مِنِّی کا مصداق بن جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچے کے ساتھ خاص محبت رکھتے تھے کیونکہ حضورؐ کو ان میں نبوت کا نقش نظر آتا تھا۔ آپؐ ہمیشہ فرماتے تھے: "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں"۔

یہ سب کچھ اس لیے تھا تا کہ بچے کو رسولؐ خدا کے بعد نیابت رسالت کے بارِ سنگین کے لیے تیار کیا جا سکے اور رحلت رسولؐ کے بعد آپؑ ظلم و ستم سہنے والے مسلمانوں کے لیے مضبوط پناہ گاہ بن جائیں۔ یہ جو رسولؐ خدا نے بارگاہِ خدا میں کہا:

"خدایا! تو حسینؑ کو دوست رکھ کیونکہ میں اسے دوست رکھتا ہوں"۔

درحقیقت آپ بارگاہِ خدا میں یہ عرض کر رہے تھے کہ میرے حسینؑ میں میرے

Presented by Ziaraat.com

ہی فضائل وکمالات پیدا فرمادے اور اپنی خاص عنایت سے اس کی ہدایت فرمادے تاکہ وہ اپنی ماموریت کو نبھا سکے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ رفتار و گفتار میں اپنے نانا سے مشابہ تھے۔ رسولِ خدا کو امام حسینؑ کے چہرے پر امامت اور نہضتِ اسلامیہ کی سیادت وقیادت کے آثار نظر آتے تھے۔

حضرت کے القابات میں سے ایک لقب ہے۔ سبطِ پیغمبرؐ: یعنی نواسۂ رسولؐ کہ جس نے ولادت پاتے ہی دین وایمان کے عقیدے کو اپنی آنکھوں سے اسی وقت ملاحظہ کیا جب رسولِ خدا ان کے کانوں میں اذان واقامت کہہ رہے تھے۔

سیّد الشہداءؑ: یعنی وہ شہید جس نے اپنی شہادت سے حضرات زکریا، یحییٰؑ اور عیسیٰؑ جیسے شہیدوں پر برتری حاصل کی۔ وہ امامؑ برحق راہِ حق کے شہیدوں کے سردار ہیں۔ جوانانِ جنت کے سردارؑ نے بندگانِ خدا پر حجت تمام کردی اور خاندانِ رسولؐ کی مظلومیت کو آشکار کردیا اور دین کی اصلی حالت کو واضح کردیا۔ راہِ دین میں اپنے آپ کو قربان کردیا۔ امام حسینؑ نے اپنی گرانقدر جان کو راہِ خدا میں قربان کیا تو خداوند متعال نے ان کی گرانقدر جان کو تمام اہلِ جنت میں سب سے زیادہ گرانقدر کردیا۔ امامؑ نے جو عظیم کارنامہ انجام دیا اور اپنی جان قربان کی تو اس کی بدولت جوانانِ جنت کے سردارؑ اور اہلِ زمین وآسمان میں سب سے زیادہ محبوب قرار پائے۔

سب سے زیادہ مظلوم

روزِ عاشورا امام مظلومؑ پر سب سے زیادہ ظلم ہوا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان دنوں کو سب سے زیادہ غم واندوہ کے دن قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ آلِ عبا کے پانچ افراد تھے کہ جنہیں خداوند متعال نے تمام لوگوں پر برتری عطا کی تھی۔ جب رسولِ خدا اس دنیا سے رخصت ہوئے تو امیر المومنین علی علیہ السلام، حضرت فاطمۃ الزہراؑ اور امام حسن وامام حسین علیہم السلام لوگوں کا سہارا تھے اور ان کا وجود لوگوں کے اطمینان کا باعث تھا اور

Presented by Ziaraat.com

جب حضرت فاطمۃ الزہراؑ اور جناب امیرؑ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو امام حسنؑ و حسینؑ لوگوں کا سہارا تھے اور اسی طرح جب امام حسنؑ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو امام حسینؑ لوگوں کا سہارا تھے اور لوگوں کی ہدایت کا مرکز تھے لیکن جب امام حسینؑ بھی شہید ہو گئے تو ان کے بعد لوگوں کا کوئی قدرت مند سہارا باقی نہ رہا اور لوگوں کی رہبری کے لیے قیام کرنے والا لیڈر بھی باقی نہ رہا۔ لہٰذا امام حسینؑ کی شہادت تمام آلِ عباء کی شہادت تھی جیسا کہ ان کی زندگی آلِ عباء کی زندگی کے برابر تھی، اس لیے ان کی مصیبت تمام مصیبتوں سے بڑھ کر ہے اور ان پر جو ظلم ہوا وہ بھی تمام مظالم سے بڑھ کر تھا۔

گلستانِ نبوتؐ کا پھول

رسولِ خداؐ نے گلستانِ نبوت میں ایک پھول کاشت کیا اور پھر اس کی پرورش گلستانِ عصمت میں ہوئی جب وہ شگوفہ ہوا تو اس کی خوشبو حقیقت الٰہی کا عطر تھی کہ جس سے فضائے عقائد معطر ہوئی۔ پس وہ گلستانِ رسالتؐ کا پھول تھا، پاک و طاہر تھا، کیونکہ پاک ماںؑ اور پاک باپؑ کا فرزند تھا۔ ایک دن رسولِ خداؐ رونق افروز منبر ہوئے اس حالت میں کہ ان کے چہرے پر غم واندوہ کے آثار نمایاں تھے، آپؐ نے حسنؑ و حسینؑ کو اپنے پہلو میں بٹھایا، دایاں ہاتھ حسنؑ کے سر پر رکھا اور بایاں ہاتھ حسینؑ کے سر پر رکھا اور پھر فرمایا:

> ''خدایا! محمدؐ تیرا بندہ اور تیرا رسولؐ ہے اور یہ دونوں شہزادے میرے خاندان کے بہترین فرد ہیں، برگزیدہ حسب و نسب کے مالک ہیں، میری اُمت میں میرے سب سے بہترین جانشین ہیں، جبرائیلؑ امین نے مجھے خبر دی ہے کہ حسنؑ زہر سے شہید کیے جائیں گے اور حسینؑ کا تلوار سے خون بہایا جائے گا، خدایا! شہادت کو اس کے لیے مبارک فرما اور اسے سید الشہداء قرار دے''۔

Presented by Ziaraat.com

رسولِ خدا نے امام حسینؑ کی شخصیت سازی کے لیے پوری کوشش کی اور اس میں ذرہ برابر کمی نہ چھوڑی۔ تمام پیغمبرانہ صفات کو امام حسینؑ میں منتقل کیا تا کہ امام اپنی الٰہی ذمہ داریوں کو احسن انداز میں نبھا سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ امام حسینؑ رفتار و گفتار و افکار میں پوری طرح رسولِ خدا کے آئینہ دار تھے۔ رسولِ خدا امام حسینؑ کے ساتھ خود کھیلتے تھے۔ اُن کے لیے غذا مہیا کرتے تھے اور اُن کے بوسے لیتے تھے۔

ایک روز جب رسولِ خدا نماز میں سجدہ کی حالت میں تھے تو شہزادہ حضرتؐ کی پشت مبارک پر سوار ہو گیا۔ حضرتؐ نے سجدہ کو طول دے دیا لیکن شہزادے کو اپنی پشت سے ہٹانا گوارہ نہ کیا۔ ابن عمر کہتا ہے:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَبُوْهُمَا خَیْرٌ مِنْهُمَا

"حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور اُن کے بابا اُن سے بھی افضل ہیں"۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کہتے ہیں: میں نے سنا رسولِ خدا فرما رہے تھے:

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی الْحُسَیْنِ بن عَلِی

"جو شخص چاہتا ہو کہ اہلِ جنت کے ایک فرد کو دیکھے تو وہ حسینؑ بن علیؑ کو دیکھ لے"۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسولِ خدا کی خدمت میں شکایت کی کہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو رسولِ خدا نے جواب دیا:

"یا علیؑ! میں، آپؑ اور حسنؑ و حسینؑ ہم چار سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور ہمارے بعد ہماری اولادیں اور ان کے اہل و عیال"۔

مولا علی علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ہمارے شیعہ کہاں ہوں گے؟

Presented by Ziaraat.com

حضرتؑ نے فرمایا: آپؑ کے شیعہ ہم سب کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ راہِ حسینؑ گمراہی سے بچنے کی راہ ہے، نجات کی راہ ہے، خطا ولغزش سے محفوظ رکھنے والی راہ ہے۔

امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے عقیدے کمزور پڑ گئے ہیں اور ان کی معنویت ضعیف ہو گئی ہے تو آپؑ نے قیام کا مصمم ارادہ کر لیا تا کہ اسلامی عقیدے اور معنویت کی حفاظت کی جا سکے۔ امام عالی مقامؑ اپنی رفتار و گفتار کے ذریعہ گناہ و ظلم پر حملے کرتے رہے۔ جب حضرتؑ کا پیمانۂ صبر لبریز ہوا تب آپؑ نے ابلیس کے فرزندوں، حلالِ خدا کو حرام کرنے والوں، عہد و پیمان توڑنے والوں، سنت نبیؐ کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف تلوار اُٹھائی۔ اگر امامؑ جہاد نہ کرتے تو اسلام اس طاقت میں نہ ہوتا جس میں آج نظر آ رہا ہے، اس لیے کہ قیامِ امامؑ سے پہلے اسلام، بنو اُمیہ کے احمق حکمرانوں کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا تھا جبکہ امام حسینؑ غیرتِ الٰہیہ کا مظہر تھے، خدا انھیں دوست رکھتا تھا اور یہ خدا کو۔ جیسا کہ خداوند متعال نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

"اے ایمان والو! جو لوگ اپنے دین سے پھر جائیں گے خداوند متعال ان کی جگہ ایک ایسی قوم لائے گا جسے وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہوں گے۔ اہلِ ایمان کے سامنے عاجزی والے ہوں گے اور کافروں کے سامنے عزت و قوت کا مظاہرہ کرنے والے ہوں گے۔ وہ راہِ خدا میں جہاد کریں گے اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ خدا کا فضل و کرم ہے وہ جسے چاہے عطا کرتا

Presented by Ziaraat.com

ہے اور خداوند وسعت دینے والا اور علم والا ہے"۔ (المائدہ: ۵۴)

مذکورہ آیت میں اس گروہ کا ذکر کیا گیا ہے جس پر اللہ راضی ہے اور وہ اللہ پر راضی ہیں۔ اخلاص کی بدولت خداوند متعال ان کو گمراہی سے دور رکھتا ہے اور وہ ہمیشہ الٰہی فیوضات و عنایات سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ امام حسینؑ اسی گروہ کا حصہ تھے۔ ان کا ہر اقدام ہدایتِ الٰہی کے تحت تھا۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائیں، خداوند متعال ان کی ہدایت نہیں کرتا، کیونکہ ایک مسلّم قرآنی اصول ہے کہ خدا کبھی ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا۔

دوسری جانب ایک گروہ ایسا ہے جو حق کا انکار کرتا ہے اور حق کے نمائندوں پر ظلم کرتا ہے اور اس بات پر خوش ہے کہ وہ حق و حقیقت کے نشانات کو چھپاتا اور مٹاتا ہے۔ یہ گروہ عذابِ خدا سے محفوظ نہیں رہے گا۔ خداوند متعال اپنے علم و حکمت کی رو سے جس انسان کے جتنے چاہے درجات بلند کر دیتا ہے اور جس کو چاہے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔ اُمتوں میں سے بہترین اُمت وہ ہے جس کی راہِ حق کی طرف ہدایت ہو اور مومنین کو خداوند متعال نے بہترین مخلوق قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا:

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

"ہم نے ایک ایسے گروہ کو خلق کیا جو راہِ حق کی ہدایت کرتے ہیں
اور وہ خود بھی حق و حقیقت کے راستے پر ہیں"۔

اس آیت کا ایک بہترین مصداق امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحابِ باوفا ہیں کہ جو خود بھی ہدایت کے راستے پر تھے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتے رہے۔

Presented by Ziaraat.com

ادارہ منہاج الصالحین کی چند اہم کتب

کتاب	مصنف/مولف	ہدیہ
تفسیر نور الثقلین (9 جلدیں) فی جلد	محدث عبد علی الحویزی	600
انسائیکلو پیڈیا امام حسین علیہ السلام (جلد اوّل، دوم) فی جلد	علامہ محمد ری شہری	600
امام حسین علیہ السلام ایک عیسائی محقق کی نظر میں	ڈاکٹر انطون بارا	500
مدینہ سے مدینہ تک	سید محمد جواد ذہنی تہرانی	500
آخری کشتی نجات	آیت اللہ سید محمد مہدی الموسوی	400
فضائل و کرامات امام حسین	سید مظہر حسین مشہدی	200
خاتونِ قیامت	علامہ رضی جعفر	200
بیمار کربلا	علامہ رضی جعفر	200
زندگی قرآن و عترت کے سائے میں	علامہ صفدر علی صفدری	250
فضائل آلِ رسولؐ (امام ترمذی کی نظر میں)	غلام مصطفیٰ انصاری	250
مناقب اہلِ بیتؑ (4 جلدیں)	سید احمد مستنبط قدس سرہ	1600
معجزاتِ آلِ محمدؑ (مدینۃ المعاجز، 4 جلدیں)	علامہ السید ہاشم البحرانی	1600
تحفۃ الانام (فضائل اہلِ بیتؑ) (3 جلدیں)	"	1200
اقوالِ علیؑ (حصہ اوّل، دوم)	علامہ سید حسین شیخ الاسلام	700
تجلیاتِ عصمت	آیت اللہ سید محمد علی ابن الرضا	400
خصائصِ عباسؑ علمدار	آیت اللہ محمد ابراہیم کلباسی	375
مولائے کائناتؑ کے فیصلے	علامہ ذبیح اللہ محلاتی	400
تعلیماتِ اہلِ بیتؑ	آیت اللہ ذبیح اللہ اسلامی	400
سوال عوام کے جواب رسولِ اسلام کے (حصہ اوّل، 2 جلدیں)	علامہ احمد قاضی گلپایگانی	500

Presented by Ziaraat.com

سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ دوم)	"	250
سوال عوام کے جواب بنت رسولؐ اسلام کے (حصہ سوم)	"	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ چہارم پنجم)	"	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ ششم)	"	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ ہفتم، 2 جلدیں)	"	500
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ ہشتم)	"	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ نہم)	"	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ دہم، 2 جلدیں)	"	500
جمالِ منتظرؑ	آیت اللہ العظمیٰ صافی گلپائیگانی	700
اسلام اور کائنات	شہید آیت اللہ مرتضیٰ مطہری	450
سیرتِ آلِ محمدؐ	"	250
قصص الانبیاءؑ (تاریخ انبیاءؑ)	علامہ محمد محمدی اشتہاردی	600
سوگ نامہ آلِ محمدؐ (مترجم: علامہ ریاض حسین جعفری، 2 جلدیں)	"	900
برزخ چند قدم پر (مترجم: علامہ ریاض حسین جعفری)	"	250
موت کے بعد کیا ہوگا؟	"	300
نسیم المجالس (2 جلدیں)	حضرت علامہ نسیم عباس رضوی	400
خطباتِ نسیم	حضرت علامہ نسیم عباس رضوی	250
اُولی الامر کون؟	"	250
بہشت	شہید سید دستغیب شیرازی	550
تفسیر سورۂ واقعہ	"	325
تفسیر سورۂ حدید	"	300
ولایت	"	400
امالی شیخ صدوق (2 جلدیں)	محدث شیخ صدوق	1000

Presented by Ziaraat.com

فلسفۂ غیبت مہدیؑ	محدث شیخ صدوق	250
ولایت اہل بیتؑ اور اس کے تقاضے	"	400
چودہ ستارے	"	450
عملیاتِ تسخیر و محبت	علامہ عابد عسکری	500
جادو شکن	"	300
قسمت نامہ	"	350
قوم جنات	"	400
اسم اعظم (مترجم: علامہ ریاض حسین جعفری)	"	300
تحفۂ عملیات	"	325
آلِ رسولؐ اور انقلابِ کربلا	علامہ مرزا محمد اطہر (انڈیا)	250
اسلام کے دشمن کون؟	"	300
خطباتِ محسن (2 جلدیں)	سید محسن نقوی شہید	500
علیؑ کی جنگیں	پروفیسر منظور عباس چودھری	350
افکارِ شریعتی	ڈاکٹر علی شریعتی	300
تہذیب آلِ محمدؐ	حضرت علامہ مجلسیؒ	350
جنت اور جہنم	"	400
مقتلِ مجلسی (اول و دوم)	"	800
عقائد امامیہ	آیت اللہ آقائے جعفر سبحانی	275
داستانِ علیؑ	علامہ محمد رضا مری آوحدی	500
سلونی قبل ان تفقدونی (2 جلدیں)	حضرت علامہ محمد رضا الحکیمی	800
امالی شیخ مفید	محدث حضرت علامہ شیخ مفید	450
امالی شیخ طوسی (حصہ اول، 2 جلدیں)	محدث حضرت علامہ شیخ طوسی	700
توضیح المسائل	آیت اللہ سید صادق الشیرازی	450

Presented by Ziaraat.com

کتب امامت وخلافت (2 جلدیں)	آیت اللہ مرتضیٰ عسکری	1100
توضیح المسائل	آیت اللہ سید محمد شیرازی	250
آسان مسائل (4 جلدیں)	آیت اللہ سید علی حسینی سیستانی	400
احسن الجوابات (اوّل، دوم، سوم)	علامہ سید جعفر مرتضیٰ عاملی لبنانی	435
ماتم اور ازواج نبیؐ	مفتی سید نزاکت حسین کاظمی	350
اصولِ عقائد	آیت اللہ شیخ ناصر مکارم شیرازی	300
تہذیب نفس یا اخلاقِ عملی	آیت اللہ مہدوی کنی قمی	325
تقویم شیعہ	علامہ عبدالحسین نیشاپوری	300
مشکوٰۃ الانوار	حضرت علامہ محمد اسماعیل طبرسی	300
مفتی اعظم مصر کے اعترافات (2 جلدیں، دوم: زیرِ طبع)	علامہ حاج ابوالفضل میرلوی	600
فضائلِ علیؑ بزبانِ نبیؐ	علامہ الشیخ محمد علی رسولی	300
توضیح عزا	علامہ شیخ حسین بخش دہلوی	400
رموز المصیبۃ (مدینے سے شام تک، 3 جلدیں)	محمود بن السید مہدی موسوی	1000
سردارِ کربلا (2 جلدیں)	علامہ عباس اسماعیلی یزدی	800
بحر المصائب	السید امداد علی حسینی	325
مصائبِ آلِ احمدؑ	علامہ سید موسیٰ جزاوی	400
مقتلِ شیخ صدوق	علامہ محمد محسن سرد زودی	325
فضائل نامہ	علامہ حسین بخش جاڑا	325
عصرِ ظہور	علامہ علی الکورانی	400
دعا اور اہلِ بیتؑ	آیت اللہ محمد مہدی آصفی	350
معرفتِ حق	علامہ گلنام حسین ہاشمی	325
گفتارِ اہلِ بیتؑ	علامہ محمد تقی عبدوس	450
ولایتِ علیؑ	علامہ سید اصغر ناظم زادہ قمی	400

Presented by Ziaraat.com